اسلام کا
نظامِ عفّت و عصمت

نظامِ عفت و عصمت کی جامعیت و اہمیت پر
پہلی محققانہ اور بصیرت افروز کتاب

مولانا محمد ظفیر الدّین صاحب

دارالاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ ○ اردو بازار، کراچی ۱

1843

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کا نظام عفت و عصمت

نظام عصمت و عفت کی جامعیت و اہمیت پر پہلی محققانہ کتاب
جس میں عفت و عصمت اور ان کے لوازم کے لئے ایک ایک گوشہ
پر بصیرت افروز و دل پذیر، بحث کی گئی ہے اور اس نظام کی
سلامی خصوصیتوں کو اعتدال اور احتیاط کیساتھ اجاگر کیا گیا ہے

تالیف

مولانا ظفیر الدین صاحب پورہ نوڈیہاوی

رفیق ندوۃ المصنفین

**

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۲

1954

Marfat.com

84427

تعداد اشاعت : ایک ہزار
قیمت :
طابع : مشہور پریس کراچی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱
مکتبہ دارالعلوم ۔ ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۴
ادارۃ المعارف ۔ ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۔ ۱۹۰ ۔ انارکلی ۔ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
تمہید	۱۷
رحمت الٰہی	۱۷
نظام نسل انسانی	۱۷
اسلام سے پہلے عورتوں کی حیثیت اور اُن کی عفت و عصمت کی بربادی	۱۸
عورتوں کی مظلومیت	۱۹
بچیوں کی پیدائش کا باپ پر اثر	۱۹
بچیوں کا بے رحمانہ قتل	۲۰
عفت و عصمت کی بربادی	۲۱
جاہلیت کے نکاح	۲۲
نسوانی ناموس کا حشر غیر اقوام میں	۲۳
یہودی قانون	۲۳
ہندو قانون	۲۴
مسیحی قانون	۲۶
عورتوں سے متعلق مثالی فقرے	۲۶
غیر مذاہب میں ازدواجی تعلقات	۲۶
اسلام کی اصلاحی جد و جہد عورتوں کے حق میں	۲۷
عورتوں کی حیثیت کا اعلان	۲۷
عورتوں کا مقصد	۲۹
قتل کی روک تھام	۳۰
لڑکیوں سے حسن سلوک کی ترغیب	۳۱
میراث میں عورتوں کا حصّہ	۳۳
ماں کی حیثیت سے	۳۴
بیوی کی حیثیت سے	۳۴
عورت خسارے میں نہیں	۳۵
ماں کے روپ میں عورت کا احترام	۳۵
عورتوں کی عصمت و عفت کا تحفظ اسلام میں	۳۶
انسانیت سوز رواج کا خاتمہ	۳۶
زنا اور اس کے مفاسد	۳۷
ایک نوجوان کو آنحضرتؐ کی نصیحت	۳۹
زنا کائنات کی مرکزی طاقت سے متصادم ہے	۴۰
عفت پر بیعت	۴۰
زنا جرم عظیم ہے۔	۴۱
شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے۔	۴۱
بوقت زنا ایمان کی حالت	۴۲

Marfat.com

غیرتِ حق	۴۳
یوسف علیہ السلام کا اعلان حق	۴۴
زنا مظالم کی جڑ	۴۵
زنا پر کال کوٹھری کو ترجیح	۴۷
زنا کے سلسلے میں ارشاداتِ نبویؐ	۴۷
زنا کی ہلاکتیں	۴۸
مصیبت	۴۸
کثرتِ موت اور طاعون	۴۹
خشک سالی	۴۹
اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام	۵۰
امریکہ میں زنا اور اس کے نتیجے	۵۰
آتشک، سوزاک اور دوسری برائیاں	۵۰
کنسے رپورٹ	۵۱
انگلستان میں زنا کی وبا	۵۲
فرانس میں بدکاری	۵۳
تحفظ عصمت وعفت اور شادی	۵۳
نکاح کا حکم	۵۴
نکاح فقہا کی نگاہ میں	۵۵
نکاح میں تحفظ عصمت	۵۵
نکاح اور افزائش نسل	۵۶
نکاح اور پاکدامنی	۵۷
نکاح رسولوں کی سنت ہے	۵۷
غیر شادی شدہ آنحضرت صلعم کی نظر میں	۵۸
رہبانیت پیغمبر اسلام کی نظر میں	۵۸
پاکیزہ نفس عورت رسول اللہ کی نظر میں	۶۰
ترغیب نکاح کے ساتھ وعدۂ غناء	۶۱
فقر و فاقہ کے شبہات وشکوک کا حل	۶۳
صحابۂ کرام کا تاثر	۶۳
حالتِ فقر میں اجازتِ نکاح	۶۴
نکاح سے بالکل مجبوری میں عفت کی تاکید۔	۶۵
شادی سے اجتناب اور اس کے نقصانات	۶۶
مقاصدِ نکاح	۶۶
مادۂ تولید اور اس کا اخراج	۶۷
مادۂ تولید کا حبس اور اسکے نقصانات	۶۷
آوارگی اور زنا کا راستہ	۶۸
ہمبستری کے فائدے	۶۹
جائز ہمبستری اور تزکیۂ قلب	۶۹
ہمبستری میں اعتدال	۷۰
جائز راستوں کا ترک اور اس کا عبرت ناک انجام	۷۰
غیر فطری طریقوں میں نقصانات	۷۱
غیر فطری طریقوں سے تکمیل شہوت اسلام کی نظر میں۔	۷۲

Marfat.com

اجتماعی حیثیت سے نکاح کی افادیت ۷۳
شادی روشن خیال مفکرین کی نظر میں ۷۴
بھارتی مفکرین کا بیان ۷۴
فاضل فرنگن کی رائے ۷۴
مغربی مفکر کا مشورہ ۷۴

مقاصدِ نکاح و عفت و عصمت ۷۵

نکاح میں چار ضروری شرطیں ۷۵
نکاح سے حصولِ عفت ۷۶
عفت و عصمت کی اہمیت ۷۷
محبت و رحمت ۷۹
ہیجانی کیفیت کا علاج ۸۰
یارانہ شادی ۸۱

عفت و عصمت کی اہمیت اسلام میں ۸۱

فلاحِ کامل کی بشارت ۸۲
عفت جزوِ نبوت کی حیثیت میں ۸۲
پاکیزہ نفس کا مرتبہ ۸۴
عورتوں سے عفت و عصمت پر بیعت ۸۵
آنحضرتؐ کے اقوال بسلسلۂ عفت ۸۵
پاکدامنی کی تبلیغ ۸۶
عفیف پر ظلِ رحمانی ۸۶
عفیف کے لئے جنت کی ضمانت ۸۶
رودادِ عفت اور اس کا اثر ۸۷
عفت کی نیت سے بیوی کے پاس جانا ۸۸
صحابۂ کرام کا جذبۂ عفت ۸۹
سرورِ کائنات اور دعائے عفت ۸۹
دشمنِ عفت پر عذابِ الٰہی ۹۰

عفت و عصمت اور تعددِ ازدواج ۹۱

تعدد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ ۹۱
عدل و مساوات ۹۲
عدل میں اندیشہ کے وقت صرف ایک کا حکم ۹۳
اسلام کا قانونِ تعددِ ازدواج اور مخالفین ۹۳
اہلِ یورپ کا اعترافِ حق ۹۴
ایک بصیرت افروز واقعہ ۹۵
قانونِ اسلام سے روگردانی کا نتیجہ ۹۶
ہندوؤں کا اعترافِ حق ۹۶
تعددِ ازدواج میں عدل و مساوات ۹۷
اختیاری شے میں عدل ۹۸
حضورؐ کا آخری لمحاتِ حیات میں عدل و مساوات ۹۸

Marfat.com

مانوس کرنے کے لئے نئی بیوی کیساتھ رعایت ۹۹
سفر میں لیجانے کے لئے قرعہ ۹۹
اپنے حصہ کا ہبہ اور ملنے کی آزادی ۱۰۰
بیوی کی خوشنودی ۱۰۰
عدم مساوات کا نتیجہ ۱۰۱
سارے قوانین کا ماحصل عفت وعصمت ۱۰۲
بیک وقت چار بیبیوں سے زیادہ کی اجازت نہیں ۱۰۲

شادی کرنے والوں کے اختیارات و فرائض ۱۰۳

حق انتخاب ۱۱۱ ۱۰۳
ظلم و جور کی بیخ کنی ۱۰۴
ولی کو مشورہ کا حق ۱۰۴
عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار ۱۰۵
ولی کا فریضہ ۱۰۶
عورت کی عدم رضا سے نکاح کا رد عہد نبویؐ میں ۱۰۷
باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں ۱۰۷
ولی کو حق مشورہ اور اس کا لحاظ ۱۰۷
اختلاف کے وقت عورت کی پسند قابل ترجیح ۱۰۸
مولانا کشمیریؒ کا اصول اور فیصلہ ۱۰۹
شاہ ولی اللہ کی تائید ۱۱۰
امام نووی کی رائے ۱۱۱
ہر حال میں بالغہ لڑکی کی رائے قابل ترجیح ۱۱۱
مردوں کو اختیارات ۱۱۲
عورتوں کے انتخاب میں ہدایت نبویؐ ۱۱۲
محض دولت پرستی ۱۱۳
نسل ونصب کے بت پر جان دینا ۱۱۴
حسن پرستی ۱۱۴
معیار، دینداری اور ذاتی صلاحیت ہو ۱۱۵
اخلاق و اعمال سے صرف نظر اور اس کا نتیجہ ۱۱۶
بیوی کا انتخاب اور فقہاء کرام ۱۱۶
شوہر کا انتخاب۔ ہمسری کا لحاظ ۱۱۷
سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ ۱۱۸
نوجوان عورت ۱۱۹
نوجوان عورت کی خصوصیات ۱۱۹
دین اور حسن کا اجتماع ۱۲۰
خوبصورتی کا معیار ۱۲۰
بیوہ عورت سے شادی ۱۲۱
بیوہ سے شادی عہد نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں ۔ ۱۲۱

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا ۱۲۲

دیکھنے کے لئے مشورۂ نبویؐ ۱۲۲
امام نووی کی تشریح ۱۲۳

Marfat.com

دیکھنے میں اعتدال و اخلاص ۱۲۴
شادی سے پہلے دیکھنا مستحب ہے ۱۲۵
دیکھنے کا شرعی طریقہ ۱۲۶
عشق و محبت علامہ رشید رضا مصری کے تجربہ کی روشنی میں ۱۲۷

بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات ۱۲۹

بلوغ کے بعد شادی کی تاکید ۱۲۹
لڑکے اور لڑکی کی شادی کا بار والد پر ۱۳۰
شادی کی اہمیت ۱۳۰
رشتۂ ازدواج میں استواری ۱۳۱
مسئلہ کفارت ۱۳۲
نسبی کفو زیادہ قابلِ اعتماد نہیں ۱۳۳
نسبی کفو کے متعلق حضورؐ کے ارشادات اور آپ کے عہد کا عمل ۱۳۴
نکاح کا اعلان ۱۳۴
اعلان کی ضرورت ۱۳۵
نکاح کی شہرت بذریعہ دعوتِ ولیمہ ۱۳۶
دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا ۱۳۶
مفلس کو بھی دعوت دی جائے ۱۳۶

جائز لطف اندوزی کی آزادی ۱۳۷

صرف سال کے کچھ حصوں میں ممانعت ۱۳۷
حیض و نفاس ۱۳۸
عورت سے تمتع کا بلیغ بیان ۱۳۹
لواطت کی حرمت ۱۳۹
محبت اور پیار ۱۴۰
بیوی بچوں کی محبت اور اس پر تنبیہ ۱۴۱

شوہر کے فرائض اور اختیارات ۱۴۲

صبر و تحمل ۱۴۲
سرورِ کائنات کی وصیت ۱۴۳
رفق و ملاطفت ۱۴۴
عورت کی تلون مزاجی ۱۴۵
جدید تحقیقات اور عورت۔ عورت کے عضلات ۱۴۶
عورت میں خوبیاں ۱۴۷
ظلم و تعدد کی ممانعت ۱۴۷
عورت میں ہیجان ۱۴۸
زدوکوب کی ممانعت ۱۴۸
سرزنش کی اجازت اور اس کا مطلب ۱۴۹
خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے متعلق ارشاداتِ نبوی ۱۵۰
عورتوں سے حسنِ اخلاق کا برتاؤ نگاہِ نبویؐ میں ۱۵۲

Marfat.com

حضورؐ اپنی ازواج مطہرات میں	۱۵۳
سرورِ کائناتؐ کی محبت بیویوں سے	۱۵۳
صحابہؓ کرام کی بیویوں سے محبت	۱۵۴
بیویوں کے حقوق کی اہمیت	۱۵۵
بیویوں کے لئے نظافت کا انتظام	۱۵۶
بیوی کے لئے سامان طہارت ونفاست	۱۵۷
عورت کی محبت میں اظہارِ وفاداری	۱۵۸
بیوی کے جذبات کا پاس	۱۵۹
بیوی پر اعتماد	۱۶۰
بیوی کی رازداری	۱۶۰
بیوی کا نفقہ	۱۶۱
مقدارِ نفقہ	۱۶۲
آنحضرتؐ کا نظم نفقہ	۱۶۳
بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت	۱۶۳
زن وشو میں اختلاف کے وقت حکم	۱۶۳
بیوی کے فرائض واختیارات	۱۶۴
قانون کا کمال	۱۶۵
نظامِ منزلی کی صورت	۱۶۵
مرد کی صدارت کی وجہ	۱۶۶
جدید تحقیق میں مرد کی حیثیت	۱۶۶
عورت کا دماغ	۱۶۷
مرد کی صدارت کے باوجود دونوں کے حقوق برابر ہیں	۱۶۸
ایک فلاسفر کا قول	۱۶۹
صدارت کے باوجود عورت سے مشورہ کا حکم۔	۱۶۹
موجودہ دور میں تعطل	۱۶۹
عورتِ صالحہ اور اس کا فریضہ	۱۷۰
شوہر کی تعظیم وتکریم	۱۷۱
اطاعت اور فرمانبرداری	۱۷۱
شوہر کی ناجائز بات میں اطاعت نہیں	۱۷۲
شوہر کی خوشنودی	۱۷۳
جنسی میلان میں حکم کی بجاآوری	۱۷۴
جنسی میلان میں بیوی کی صحت کا لحاظ	۱۷۵
شوہر کی خوشنودی خیر القرون میں	۱۷۵
ازواجِ مطہرات کی آنحضرتؐ سے محبت	۱۷۶
صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت	۱۷۶
شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے	۱۷۷
شوہر اور گھر کی خدمت	۱۷۸
ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز	۱۷۸
عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے چند ضروری قوانین	۱۷۹
میاں اور بیوی میں حائل ہونے کی مذمت	۱۷۹

Marfat.com

میاں بیوی میں تفریق سے شیطان کی مسرت	۱۸۰
زن و شو کے تعلقات بگاڑنے کی مذمت	۱۸۱
رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی اجازت	۱۸۱
ناگہانی مصائب، شوہر کا نامرد ہونا	۱۸۲
شوہر کا مجبوب ہونا	۱۸۳
شوہر خصی کا حکم	۱۸۳
حافظ ابن القیم کا ارشاد	۱۸۳
اسلام کا قانونِ خلع	۱۸۴
عہد نبوی میں خلع	۱۸۵
مفقود الخبر کی بیوی کا حکم	۱۸۶
اسلام کا قانونِ طلاق اور عفت و عصمت کی حفاظت	۱۸۷
طلاق کا قانون یہود میں	۱۸۷
طلاق کا قانون عیسائیوں میں	۱۸۷
قانونِ طلاق کی اصلاح	۱۸۸
رپورٹ شاہی کمیشن	۱۸۹
انسانی قانون کا انجام	۱۹۰
جاہلیت کا قانونِ طلاق	۱۹۰
اسلام کا قانونِ طلاق	۱۹۱
طلاق فقہائے کرام کی نظر میں	۱۹۱
طلاق کی باگ دوڑ مرد کے ہاتھ میں	۱۹۲
طلاقِ رجعی اور مسئلہ عدت	۱۹۲
لعان	۱۹۳
عفت و عصمت کے لوازمات	۱۹۴
شرم و حیا	۱۹۵
شرم و حیا اسلام میں	۱۹۶
بیباک نگاہ اور اس کے متعلق ہدایات	۱۹۷
عورت کو ہدایات	۱۹۹
نگاہ کی حفاظت کا حکم	۲۰۱
نگاہ کے فتنے	۲۰۲
پست نگاہی کی تاکید	۲۰۳
نگاہ پست رکھنے کے فائدے	۲۰۵
جاہلی بے پردگی کی ممانعت	۲۰۷
نزولِ حجاب	۲۰۷
عورتوں سے استفادہ پردہ کی اوٹ سے ہو	۲۰۸
مخلوط سوسائٹی مضر ہے۔	۲۰۸
مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر	۲۰۹
پاکدامن عورتوں کے امتیاز کی ضرورت	۲۱۰
لباس کا حکم۔	۲۱۱
گھر سے باہر آنے کے شرعی آداب	۲۱۲
دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ	۲۱۲
اظہار زینت وغیرہ کی ممانعت	۲۱۳
خوشبو مل کر نکلنے کی ممانعت	۲۱۴
عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم	۲۱۵
اسلام میں احترام عفت	۲۱۶

Marfat.com

بات کرنے میں لوچ نہ ہو۔ ۲۱۶

محرم کے لئے رعایت ۲۱۷

مخنث عورتوں میں نہ آئے ۲۱۹

مراہق کے لئے ہدایت ۲۱۹

شوہر کے عزیز و اقارب سے اجتناب ۲۱۹

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے ۲۲۰

جن کے شوہر گھر میں نہیں ان سے بچو ۲۲۰

جدید تحقیقات ہماری تائید میں ۲۲۱

عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ ۲۲۲

میل جول کا انجام ۲۲۳

عورت اپنے جنسی فرائض سے آگے ۲۲۴

سماج کا فریضہ ۲۲۵

عورتوں کی آزادی خود اس کے حق میں ۲۲۵

عورتوں کی آزادی مردوں کے حق میں ۲۲۶

عورت کہاں سے کہاں پہنچتی ہے ۲۲۶

پردہ میں ضعفِ اعصاب کا شکوہ غلط ۲۲۶

غیر عورت کی حالت مرد سے بیان نہ کیجائے ۲۲۷

مرد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے ۲۲۷

ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب۔ ۲۲۸

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں۔ ۲۲۹

ستر اور اس کی پردہ پوشی ۲۲۹

عورت تنہا سفر نہ کرے۔ ۲۳۰

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت ۲۳۲

مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال ۲۳۳

قوانینِ استیذان ۲۳۳

گھروں میں بغیر اجازت داخلہ ممنوع ۲۳۳

طلبِ اجازت کا شرعی طریقہ ۲۳۴

طلبِ اذن کی حکمت ۲۳۵

طلبِ اذن کی صحابہ کرامؓ کو تعلیم ۲۳۶

صحابہ کرام کا عمل ۲۳۶

دروازہ پر تانک جھانک کی ممانعت ۲۳۷

طلبِ اذن کیوقت اپنا مشہور نام بتائے ۲۳۹

محرم بھی اجازت حاصل کرے۔ ۲۳۹

ماں سے بھی طلبِ اذن ۲۴۰

سلفِ صالحین کا طریقہ ۲۴۰

عفت کا اسلام میں لحاظ ۲۴۱

موجودہ دور میں غفلت ۲۴۱

خاص اوقات میں سب کے لئے استیذان ۲۴۲

نابالغ بعد بلوغ اجازت لیں۔ ۲۴۵

مَا ظَہَرَ کی تفسیر ۲۴۶

چہرہ چھپانے کا حکم ۲۴۷

باریک کپڑے کا استعمال مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں ۲۴۸

Marfat.com

دشمنانِ عفت وعصمت اسلام کی نظر میں ۲۴۹

اتہام لگانا ۲۵۰

اتہام لگانے کی سزا ۲۵۱

مسلمان کی عزت اسلام کی نظر میں ۲۵۱

اسلام میں سزا کی نوعیت ۲۵۲

سزائے زنا اور جرم کی نوعیت ۲۵۳

زناکار کی سزا ۲۵۴

زناکار کی سزا کی تشہیر ۲۵۴

بے حیا عورت پر پابندی ۲۵۵

اسلام کا قانونِ رجم ۲۵۷

رجم کی حقانیت ۲۵۷

رجم کا طریقہ ۲۵۸

زبردستی زنا اور اس کا حکم ۲۵۹

پاگل کا حکم ۲۵۹

قوم لوط کا عمل ۲۶۰

وطی فی الدبر ۲۶۰

استلذاذ بالمثل ۲۶۱

قوم لوط اور اس کا انجام ۲۶۲

قوم لوط کے بعد ۲۶۳

استلذاذ بالمثل اسلام کی نظر میں ۲۶۴

لوطی نقل وعقل کی روشنی میں ۲۶۵

لوطی کی سزا ۲۶۵

سزا عقل کی روشنی میں ۲۶۶

عہد صحابہؓ کا ایک واقعہ ۲۶۷

بچنے کی تدبیر ۲۶۷

امرد سے پرہیز ۲۶۸

امرد کا چہرہ دیکھنا ۲۶۸

دو مردوں کا ایک ساتھ لیٹنا یا سونا ۲۶۹

Marfat.com

تعارف

عصمت و عفت وہ گوہر گرانمایہ ہے جس سے انسانیت کے تاج کی زیب و زینت ہے یہ وُہ جوہر ہے جس کی قیمت پہچاننے اور قدر کرنے سے انسانیت کو چار چاند لگتے ہیں اور اس کی بے قدری کرنے سے انسانیت پامال ہوتی ہے۔

اسلام نے دوسرے اخلاق و مُلکاتِ فاضلہ کی طرح عفت و عصمت کی بھی قدر و قیمت پہچنواتے کی سعی بلیغ کی ہے، مختلف دلنشین پیرایوں سے اس کو ذہن نشین کرایا پھر ایک مکمل قانون انسانوں کے سامنے رکھا، جس کی پابندی عصمت کے تحفظ کی ضامن و کفیل ہو سکے اور عفت مجروح نہ ہونے پائے۔

لیکن آج مادی ترقیات نے انسانوں کو روحانیت سے اس قدر دور کر دیا ہے، کہ اخلاق و مُلکاتِ فاضلہ کی آج کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آجکی دنیا فسق و فجور کی دنیا بن کر رہ گئی ہے۔

ان حالات میں بڑی ضرورت تھی کہ اسلام کا قانونِ عفت و عصمت مرتب و مجموع شکل میں پیش کیا جائے، ممکن ہے غفلت کا پردہ چاک ہو اور فسق و فجور کی شناعت اور اس کی بدانجامی معلوم کر کے کچھ تنبہ ہو۔

عزیزم مولوی محمد ظفیر الدین صاحب سلمہ اللہ مدرس مدرسہ معینیہ، سانح ضلع مونگیر کو حق تعالےٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے وقت کی اس ضرورت کا احساس کیا اور اسلامی قانون عفت و عصمت پر انہوں نے ایک مبسوط اور نہایت قیمتی کتاب تصنیف کی۔

مصنف نے اس کتاب میں اسلام سے پہلے عورت کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچنے اور عفت کا جو اخلاقی معیار مختلف مذاہب و ملل میں تھا اس کو مستند حوالوں سے بیان کرنے کے بعد، اسلام نے اس سلسلہ میں جو اصلاحی جدوجہد کی ہے اور عفت کے معیار کو جس جس

Marfat.com

طرح بلند کیا ہے اس کو نہایت تفصیل سے اور بہت دل نشین انداز میں بیان کیا ہے اور اسی ضمن میں تاہل، کثرتِ ازدواج، کفارت کے مسائل پر سیر حاصل اور بہت شافی بحث کی ہے۔

کتاب کے تعارف کے لئے میں انہی چند اشارات پر اکتفا کرتا ہوں اور اس تعارف نامہ کو دراز کرنے کے بجائے اس کو بہتر سمجھتا ہوں کہ آپ خود اصل کتاب کا مطالعہ فرماکر مصنفؒ کی کاوش و محنت کی داد دیں۔

آخر میں ندوۃ المصنفین کا شکریہ ادا کرنا بھی اس لئے ضروری خیال کرتا ہوں کہ اسی مجلس کی قدردانی اور توجہ کی بدولت ہم کو اس مفید تصنیف سے استفادہ کا موقع مل رہا ہے۔

ابوالمآثر حبیب الرحمٰن الاعظمی

مئو - اعظم گڈھ

۲۴ر جون ۵۴ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”نظامِ عِفّت وعِصمت“

دو سال گزرے کہ میں نے اس عنوان سے ایک مقالہ لکھنا شروع کیا تھا جو رسالہ ”برہان“ دہلی میں چھپتا رہا۔ اُس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ مقالہ اہلِ علم میں اتنا پسند کیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اُسے شرفِ قبول بخشا اور اربابِ فضل وکمال نے اس کو پسند کیا، اس وقت میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب بزرگوں اور اساتذۂ کرام نے اپنے خطوط میں اس مقالہ کو سراہا، اور مقالہ نویس کو حوصلہ افزا کلمات سے یاد فرمایا۔

اس سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی، حضرت الاستاذ مولا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (مدظلہم) کے نام نا خصوصیت سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ بلکہ مفتی صاحب نے یہ بھی اطلاع دی کہ ناظرین برہان نے اس مقالہ کو پسند کیا۔

ان بزرگوں کی حوصلہ افزائی کے صدقہ میں ہمت بندھی اور ارادہ کیا گیا کہ اللہ تعا نے توفیق دی تو اس مقالہ کو کتابی شکل دینے کی سعی کی جائیگی۔ مگر مدرسہ کی پرشور زندگی اطمینان وسکون کا نصیب ہونا، بڑا پیچیدہ سوال تھا۔ اس زندگی کی تلخیوں اور حد سے بڑ ہوئی پریشانیوں کا اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جن کو اس مصیبت سے کبھی دوچار ہو ہے، پھر اُس وقت اور بھی جب وہ کسی دیہاتی مدرسہ کا مدرسِ اوّل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے اطمینان وسکون کے حصول کی کتنی کوشش کی اور کیسی ناکامی ہوئی۔ با ایں ہمہ مایوس نہ ہوا اور برابر فکر میں رہا۔ اسی اثنا میں حضرت علامہ گیلانی (دام

Marfat.com

کا گرامی نامہ ملا، جس میں اور باتوں کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا گیا تھا۔

"برہان میں آپ کے مضمون کا نیا شمارہ بھی نظر سے گذرا، جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ وقت کی ایک بڑی ضرورت آپ اپنے اس محققانہ اور دلیرانہ مقالہ سے پوری فرما رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی مستقل رسالہ کی شکل میں آئندہ شائع ہو کر زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

اس تحریر کو نیک شگون سمجھا اور ارادہ کر لیا گیا کہ جس طرح زندگی گذر رہی ہے اسی حال میں کام شروع کر دیا جائے کیونکہ ایک عالم ربانی اور خدا رسیدہ بزرگ کی زبانِ قلم سے جو بات نکلی ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو پوری ہو کر رہے گی۔

میرے اس ارادہ کو اس وقت اور تقویت پہنچی جب حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان[1] صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط ملا، جو حقیقت پر مبنی ہے۔

"آپ کا مضمون "نظام عفت" برہان میں نہیں پڑھا، یہ پرچہ میرے پاس نہیں آتا[2]۔ بہرحال جو کچھ ہو سکے موجب اجر ہے۔ آج کل ایمان کے بعد جو چیز برباد ہوتی نظر آ رہی ہے وہ عصمت ہی ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت کی خاطر جو کچھ کیا جائے وہ عین مطلوب و ماجور ہے۔"

بہرحال خدا پر بھروسہ کر کے میں نے کام شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں مجھے کافی محنت کرنی پڑی۔ بڑی مصیبت یہ پیش آئی کہ یہاں کتابیں نہیں، گنی چنی کتابوں سے کیا ہوتا ہے، مگر اللہ کا شکر ہے اِدھر اُدھر سے کچھ کتابیں فراہم ہو گئیں اور کام جاری رہا اور اس طرح الحمد للہ وہ دن بھی آیا کہ جو کام نہایت پریشانی اور کس مپرسی کے عالم میں شروع کیا گیا تھا حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

---

[1] سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اس ناچیز پر برابر رہی، افسوس ۲۲ اور ۲۳ نومبر ۵۳ء کی درمیانی شب میں آپ کا کراچی میں وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ بال بال آپ کی مغفرت فرمائیں اور تا قیامت رحمت الٰہی کی بارش آپ کی تربت کو سیراب کرتی رہے۔

[2] بعد کو "برہان" سید صاحب مرحوم کے نام جاری کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

تکمیل کے بعد پہلے یہ مسودہ اپنے صوبہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی مدظلہ، کی خدمت میں پیش کیا، مولانا موصوف پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور بعض ضروری، مشوروں سے مستفید فرمایا، وہاں سے آکر میں نے یہ پورا مسودہ اپنے مربی خاص حضرت علامہ گیلانی مدظلہ، کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے بھیج دیا۔ للہ الحمد کہ علامہ محترم نے اُسے نوازا، اور مسودہ کے دو تہائی حصہ کا ایک ایک حرف پڑھا اور اپنے قلم سے اصلاح فرمائی اور بقیہ تہائی حصہ کو سرسری پڑھا اور جگہ جگہ اپنا مشورہ لکھ کر واپس کر دیا، خود تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے خاص طور پر مسلسل تین چار دن آپ کے مسودہ کو بغور دیکھا اور مناسب مقامات پر کچھ ضرورت اگر محسوس ہوئی تو حسب اجازت ردو بدل بھی کر دیا۔"

اس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ ان مراحل سے گذرنے کے بعد اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ حقیر مؤلف نے اپنی کدو کاوش کی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ہاں اس کا اعتراف ہے کہ کتاب کسی کتب خانہ میں بیٹھ کر مرتب نہیں کی گئی ہے۔ کامیابی رب العزت کے ہاتھ ہے دُعا ہے اللہ تعالیٰ یہ حقیر خدمت قبول فرمائیں اور مؤلف کے لئے زاد آخرت بنائیں، خُدا کرے مسلمان اور دوسرے حضرات اس کتاب کو پڑھیں اور مستفید ہوں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اخیر میں اخی المکرم حضرت الاستاذ مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدظلہ، کی خدمت میں حسنِ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی تعلیم و تربیت اور دعائے نے آدمی بنایا۔

۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء		محمد ظفیر الدّین غفرلہ

صالحہ منزل، دارالعلوم معینیہ سانحہ ضلع مونگیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

انسان مجموعہ اضداد ہے۔ خیر و شر، محبت و عداوت اور ملکیت و شیطنت دونوں پہلوؤں کا حامل ہے۔ انسانی صلاحیتوں کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اسے خلیفۃ اللہ فی الارض کا شرف بھی حاصل ہوا، اور انسانوں ہی میں سے وہ برگزیدہ ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں جنہیں ہم انبیاء و رسل علیہم السلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور وہ بھی آدم ہی کے گھرانے کے نیچے تھے جو ہامان و شداد فرعون و نمرود بن بن کر وہ سب کچھ کرتے رہے جس کے خیال سے آج بھی ہم کانپ اٹھتے ہیں۔

رحمت الٰہی | مگر رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی رحمت کا ہاتھ ہمیشہ بڑھتا رہا اور ہر زمانہ میں غیب سے کچھ ایسے ساز و سامان مہیا ہوتے رہے جن سے بگاڑ سنوار اور فساد صلاح کی شکل اختیار کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں خاتم المرسلین رسول رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو رحمۃ للعالمین بنا کر ارحم الراحمین نے انسانی نسلوں کے درمیان لا کھڑا کیا اور خالق کائنات کی طرف سے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" کا اعلان کر کے قرآن آخری دستور العمل کی حیثیت سے بنی آدم کے سپرد کیا گیا جو انسانی زندگی کے لئے ہمہ گیر جامع نظام حیات پر مشتمل ہے۔ کوئی شعبہ آدمی کی زندگی کا ایسا ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اس کتاب میں راہنمائی نہ کی گئی ہو۔ دوسرے مسائل و مباحث سے اس وقت بحث نہیں ہے بلکہ کہنا چاہتا ہوں۔

نظام نسل انسانی | کہ کائنات انسانی کی بقا اور اس کے تحفظ کے لئے رب العزت نے توالد و تناسل کا سلسلہ جو جاری کیا مرد اور عورت کے نام سے دو جنس پیدا کیں، باہم دونوں میں

عہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

Marfat.com

جذب و کشش کے فطری جذبات ودیعت کئے گئے، ہر صنف میں دوسری صنف کی طلب کا، تقاضا محفوظ کیا گیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کو اپنی تسکین کا ذریعہ سمجھنے پر مجبور ہے اور یہ ایک واقعہ ہے ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر نامکمل اور ادھوری بن کر رہ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مرد کامل مرد رہتے ہوئے، عورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت عورت کے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گزار سکتی، مگر انسان جلد باز اور عجلت پسند واقع ہوا ہے، اس نے زندگی کے اس اجتماعی شعبہ میں بھی افراط و تفریط پیدا کی اور جنسی خواہشوں کی راہوں میں بھی ان قدرتی نشان زدہ حدود سے ہٹتا رہا جن سے تجاوز میں خود انسانیت اور انسانی نسلوں کی بربادی تھی۔

پس اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں فطرت کے محدود پر انسانیت کو کھینچ کھینچ کر پہنچایا، وہیں جنسی میلان کی راہوں میں بھی اعتدال کا جو فطری و طبعی نقطہ ہو سکتا تھا اس پر چاہا کہ حدود سے ہٹنے والوں کو واپس کیا جائے، آئین و قوانین کا ایک مستقبل ضابطہ ہی اس سلسلہ میں عطا کیا گیا ہے۔ ہم ایک خاص رنگ میں اسی "ضابطہ حیات" کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اپنے رسولؐ کی عظمت اور آخرت کا خوف ہوگا، ان کی اصلاح کا ذریعہ یہ معروضات بن جائیں۔

اسلام سے پہلے عورتوں کی حیثیت اور اُن کی عفّت و عصمت کی بربادی

واقعہ یہ ہے کہ "اسلام" کے جس زمانہ میں اس شعبہ زندگی کے آئینی دفعات کو لوگوں کے سامنے رکھا تھا، یہ وہ زمانہ تھا کہ رشتہ ازدواج کا جو بنیادی مقصد تھا وہ بھلایا جا چکا تھا سکون اور آسودگی کی اس کیفیت سے قلوب خالی ہو چکے تھے جو زن و شو کو ایک حقیقت بنا دیتی ہے باہمی محبت و رافت کا وہ حال ختم ہو چکا تھا جس سے دو خاندانوں اور دو جانوں میں یگانگت اور تعاون کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور نہ کوئی اور نیک اثر اس رشتہ کا باقی رہ گیا تھا۔ اللہ اللہ ازدواجی ہنگامہ آرائیوں کی "روح" "عفت و عصمت" تک ایک بے قیمت چیز ہو چکی

Marfat.com

نھی چھلکے رہ گئے تھے، مغز غائب ہو چکا تھا۔

عورتوں کی مظلومیت ہر جگہ صنف نازک (عورتیں) مردوں کے ظلم و جور کی شکار بنی ہوئی تھیں۔ مرد، مرد نہیں، بلکہ نازک و کمزور صنف کے مقابلہ میں جنگل کا درندہ تھا۔ کرۂ زمین کی انسانی بستیوں کا یہ عام حادثہ تھا۔ اس سلسلہ میں شائستہ و ناشائستہ متمدن و غیر متمدن اقوام و افراد میں سچ پوچھئے تو چنداں فرق باقی نہ رہا تھا چوپاؤں اور گھر کے دوسرے سامانوں کی طرح عورتیں بیچی اور خریدی جانے لگیں۔ مرد عورت پر اپنی نفسانی خواہشوں کے لئے جبر اور تشدد پر اتر آیا۔ حد یہ ہے کہ عورتوں کو بدکاری کے پیشہ تک اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، یعنی اپنی ہوس رانیوں کا ذریعہ بنانے کے ساتھ زر کشی کا ذریعہ بھی مردوں نے ان غریب عورتوں کو بنا لیا تھا۔

جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوانات کے درمیان ایک مخلوق سمجھی جانے لگی تھی جس کا مقصد نسل انسانی کی ترقی اور مرد کی خدمت کرنا تھا اور یہی وجہ تھی کہ لڑکیوں کی پیدائش باعث ننگ و عار تھی پیدا ہونے کے ساتھ ان کو زندہ درگور کر دینا، اسی کو بعضوں نے اپنی شرافت و افتخار کا اقتضاء قرار دے رکھا تھا، جاہلیت کی تاریخ کے اس خاص حصہ کے متعلق قرآن ہی سے جو معلومات حاصل ہوتے ہیں عبرت کے لئے تو وہی کافی و وافی ہیں۔

بچیوں کی پیدائش کا باپ پہ اثر باپ کے دل میں لڑکی کی ولادت کی خبر جس اثر کو پیدا کرتی تھی قرآن میں اسی کی اطلاع ان الفاظ میں دی گئی ہے۔

اِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ	ان میں سے جب کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جائے تو
وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ یَتَوَارٰی	سارے دن اس کا چہرہ بے رونق ہے اور دل میں گھٹتا رہے
مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ	جس (تولد دختر) کی خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے
اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ	چھپا چھپا پھرے اور اس سوچ میں پڑ جائے کہ ذلت برداشت
فِی التُّرَابِ۔ (النحل۔۷)	کرکے اسکو رکھے یا مٹی میں گاڑ دے (تاکہ ذلت سے نجات ملے

اجمالاً اسی کا اعادہ دوسری جگہ بایں الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِمَا ضَرَبَ	ان میں سے جب کسی کو اس چیز کی خبر دی جائے جس
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْھُہٗ	کو وہ اللہ تعالیٰ سے مخصوص کرتا ہے تو سارے دن اس

Marfat.com

مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ (زخرف ۲) کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔

جاہلی ذہنیت کی بوالعجبیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن ہی میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک طرف فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی جاہلیت والے مانتے تھے یعنی "مقدس دیویوں" کا عقیدہ بھی ان میں پایا جاتا تھا، اور دوسری طرف ان میں ہر ایک لڑکیوں کے باپ بننے کی ذلت کو برداشت کرنے کے لئے بھی تیار نہ تھا، اسی "فرضی تضاد" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں پوچھا گیا ہے۔

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (بنی اسرائیل ۴۰)	کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنائی ہیں۔ بے شک تم بڑی سخت بات کہتے ہو۔

اور خبر کے رنگ میں اسی کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ، سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (النحل ۷۰)	اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی چیز۔

بچیوں کے بے رحمانہ قتل | یہ احساس تھا جاہلیت میں غریب لڑکیوں کے متعلق پھر کونسا تعجب ہے اکثر لوگ اس ذلت سے بچنے کے لئے بچیوں کو مار ڈالتے ہوں۔ انہی سنگ دلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ، بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (التکویر)	اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ در گور کر دی گئی تھی پوچھا جائے کہ وہ کس قصور کے بدلے ماری ڈالی گئی۔

علاوہ ذلت و رسوائی کے قرآن ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاشی دشواریوں کا غلط احساس بھی "قتل اولاد" کے جرم کا لوگوں کو مجرم بنائے ہوئے تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں حکم دیا گیا۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام ۱۹)	اپنی اولاد کو ناداری کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ	اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک انکا

Marfat.com

كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا۔ (بنی اسرائیل ۴) قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہی غیر فطری حرکات کی وجہ سے عورتوں کی تعداد جاہلیت میں گھٹتے ہوئے اس حد کو پہنچ گئی تھی، جو حال ہندوستان کی بعض قوموں میں "دختر کشی" کی ظالمانہ رسم نے پیدا کر دی ہے۔ یعنی بھاری بھاری قیمتیں ایک ایک عورت کی ان کو ادا کرنی پڑتی ہیں اور یوں "نسوانی وجود" کو ان میں بھی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، جیسے عرب جاہلیت کی بعض روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ "بیوی" کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن اس کا، مطلب وہی تھا کہ اس کے حاصل کرنے میں کافی قیمت صرف کرنی پڑتی ہے۔

عفت و عصمت کی بربادی مگر جاہلیت کے جس دور کے لوگوں پر قرآن میں اس حکم کے نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی یعنی:۔

لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ (نور۔ ۴)

اپنی لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور نہ کرو، بالخصوص اس وقت جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں، سو یہ تو یہ صرف اسلئے کہ تم کو دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "نسوانیت" کا مقام ان کی نظروں میں کیا تھا؟۔

بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں، محمد بن مسلمہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں جب کعب بن الاشرف کے یہاں گیا اور غلہ قرض دینے کی درخواست کی تو اس نے کہا۔

قال ارھنونی نساءکم قالوا کیف نرھنك نساءنا وانت اجمل العرب (بخاری باب قتل کعب بن الاشرف)

اس نے کہا تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گرو کر دو ان (قرض طلب کرنیوالوں) نے کہا آپ کے یہاں ہم اپنی، عورتیں کیسے گرو کر سکتے ہیں جبکہ آپ عرب میں سب سے خوبصورت ہیں

اس واقعہ سے بھی اندازہ لگائیے کہ عورتیں کتنی مظلوم تھیں، اور ان کی عصمت کتنی سستی بیاں کی جاتی تھی۔ جاہلیت میں نکاح کا نام تو ضرور تھا، مگر اس کی حالت کیا تھی، کہنا چاہیے اس کی اکثر صورتیں زنا کی تھیں ورنہ اتنی بات تو بہر حال ہے کہ عورت کی عفت و عصمت کی کوئی قدر نہ تھی۔

Marfat.com

جاہلیت کے نکاح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں:۔

(۱) ایک طریقہ تو یہی تھا جو آج کل رائج ہے۔

(۲) اپنی منکوحہ بیوی سے مرد کہتا کہ حیض کا خون تیرا جب بند ہو جائے، تو پاکی حاصل کرنے کے بعد تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر یعنی اس غیر مرد سے ہمبستر ہو، اور اتنی مدت شوہر اپنی اس عورت سے علیحدہ رہتا، جب تک اس کی عورت کو غیر مرد کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا، چنانچہ جب غیر مرد کا حمل نمودار ہو جاتا، اب شوہر کی خواہش ہوتی تو اپنی بیوی کے پاس جاتا ایسا جاہلیت میں اس لئے کرتے تھے کہ لڑکا نجیب ہو، اس کو "نکاح استبضاع" کہا جاتا تھا گویا "تخم" حاصل کرنے کا یہ ایک طریقہ تھا۔

(۳) تیسری شکل یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد آتے اور لطف اندوز ہوتے مگر ان کی تعداد دس سے کم ہوتی، عورت کو جب حمل ظاہر ہوتا، بچہ پیدا ہوتا اور پیدا ہوئے کچھ دن گذر جاتے، تو یہ عورت ان تمام مردوں کو قاصد کے ذریعہ بلا بھیجتی، کوئی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ جب سب جمع ہو جاتے، یہ عورت کہتی تم اپنے معاملہ سے واقف ہو کہ میرے پاس وطی کیلئے آیا کرتے تھے میرے بچہ پیدا ہوا ہے، اے فلاں شخص یہ تیرا بچہ ہے تم اپنی پسند سے اس کا کوئی نام رکھو، چنانچہ یہ لڑکا اس شخص کا ہو جاتا جس کا عورت نام لیتی، مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔

(۴) کچھ عورتیں ایسی تھیں جن کے دروازوں پر جھنڈے گڑے رہتے تھے، یہ بازاری پیشہ ور عورتیں تھیں، جس کا جی چاہتا ان کے پاس جاتا جب ان کے کوئی بچہ پیدا ہوتا، تو تمام لطف اندوز ہونے والے جمع ہوتے اور قیافہ شناس بلایا جاتا اور وہ اپنے علم پر جانچ کر اس بچہ کو ان مردوں میں جس کا کہہ دیتا وہ بچہ اسی کا ہو جاتا، مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان صورتوں کو بیان کر کے فرماتی ہیں کہ تمام ناجائز صورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بند کیا۔

فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق هدم نکاح الجاهلية کله الا نکاح الناس

محمد رسول اللہ صلعم جب حق لے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلی نکاحوں کو بند کیا۔ صرف اس نکاح

84427

Marfat.com

الیوم (بخاری مصری کتاب النکاح ج ۳ ص ۱۹۵) کو باقی رکھا جو آج رائج ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت میں عورتوں کی عصمت وعفت اپنی قدر وقیمت سے محروم ہو چکی تھی، جہاں اپنی رضامندی سے شوہر اپنی بیویوں کو اجنبی مردوں سے تخم حاصل کرنے کیلئے بھیجا کرتے تھے، اسی سے اندازہ کیجئے کہ عورت اور اس کی عفت وعصمت کے متعلق جاہلی احساسات، دنائت ورذالت کے کن حدود تک پہنچ چکے تھے، واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد یہ سمجھتا تھا کہ عورت مہر کے عوض میرے ہاتھ بک گئی، اور یہی وجہ تھی کہ شوہر کے مرنے کے بعد وہ مال متروکہ بن جاتی تھی۔

نسوانی ناموس کا حشر غیر اقوام میں

یہ تو آپ نے جاہلیت کی ظلمت میں عرب کا حال دیکھا، اب بتانا ہے کہ عرب سے باہر عورتوں کے ساتھ اور ان کی عفت وعصمت کے ساتھ ایسا سلوک برتا جاتا تھا، اس سلسلہ میں ایک مشہور غیر مسلم ڈاکٹر گستاؤلی بان کی شہادت ملاحظہ فرمائیے "یونانی عموماً عورتوں کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے اگر کسی عورت کا بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا، تو اس کو مار ڈالتے تھے[1]

اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی مار ڈالتے تھے، جس وقت کسی عورت کے بچہ ہو سکتا تھا تو فوائد ملکی کی غرض سے اسے دعورت کو دوسرے شخص کی نسل لینے کے لئے اس کے خاوند سے عاریتاً لے لینے[2]

یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے[3]

"عہد قدیم" کے باب واعظ میں لکھا ہے "جو کوئی خدا کا پیارا ہے، وہ اپنے کو عورت سے بچائے گا ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک خدا کا پیارا پایا ہے لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی، جو خدا کو پیاری ہوتی[4]

روم میں "مرد کی حکومت اپنی بیوی پر جابرانہ تھی جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا اور شوہر کو پورا حق اس کی جان پر بھی حاصل تھا، اور یہی حال یونان کا تھا"[5]

یہودی قانون | توریت استثناء باب ۲۵ نمبر ۵ تا ۱۰ میں ہے۔

---

[1] تمدن عرب ص ۲۷۲ [2] ایضاً ص ۲۷۳ [3] ایضاً [4] " [5] ایضاً۔

Marfat.com

"اگر دو بھائی یکجا رہتے ہوں، اور ان میں سے ایک بے اولاد مر جائے، تو اس متوفی کی بیوی کا بیاہ کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے اور اسے اپنی بیوی بنائے اور بھاوج کا حق اسے ادا کرے اور یوں ہوگا پہلوٹھا جو اس سے پیدا ہو، تو اس کے متوفی بھائی کے نام کا شمار ہوگا، تاکہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے، اگر یہ شوہر بننے سے انکار کرے تو اس کے بھائی کی بیوی ججوں کے سامنے، اس کے نزدیک اپنے پاؤں کی جوتی نکالے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور جواب دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ بنائے یہی کیا جائے گا اور اسرائیل میں اسکا نام یہ رکھا جائے کہ یہ اس شخص کا گھر ہے جسکا جوتا نکالا گیا۔"[۵]

کتاب مقدس میں لکھا ہے "عورت موت سے زیادہ تلخ ہے"[۶]

ہندو قانون ہندوؤں کے قانون میں عورت اور اس کی عفت و عصمت کی کیا قدر تھی، اس سلسلہ میں پہلے "ستیارتھ پرکاش" مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

"بیاہ آٹھ قسم کا ہوتا ہے: ایک براہم، دوسرا دیو، تیسرا آرش، چوتھا پرجاپت، پانچواں آسُر چھٹا گاندھرب، ساتواں راکشش، آٹھواں پیشاچ، ان بیاہوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) دولہا دلہن کامل برہمچاری، پورے فاضل دھارمک اور نیک سیرت ہوں ان کا باہم رضامندی سے بیاہ ہونا "براہم" کہا جاتا ہے۔

(۲) بڑے یگ میں عمدہ طور پر یگیہ کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی دینا "دیو"

(۳) دولہا سے کچھ لے کر دواہ ہونا "آرش"

(۴) دونوں کا بیاہ دھرم کی ترقی کے لئے ہونا "پرجاپت"

(۵) دولہا دلہن کو کچھ دے کر بیاہ کرنا "آسُر"

(۶) بے قاعدہ، بے موقع کسی وجہ سے دولہا دلہن کا بارضی میل ہونا "گاندھرب"

(۷) لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین جھپٹ کر فریب سے لڑکی حاصل کرنا "راکشش"

(۸) سوئی ہوئی یا شراب وغیرہ پی کر بے ہوش ہوئی، یا پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر

---

[۵] حاشیہ اسلام کے سیاسی نظریے ج ۱ ص ۳۱۶۔ [۶] تمدن عرب۔ ص ۳۰۴۔

Marfat.com

ہونا اور پیشاج بیاہ کہلاتا ہے[1]

خاندان کی یا چند بھائیوں کی مشترکہ بیوی کا رواج ہندوستان قدیم کا ایک جانا پہچانا رواج ہے[2] منو سمرتی ادھیائے ۹ نمبر ۵۹ کا خلاصہ یہ ہے۔

برہمنوں کے یہاں نیوگ کا رواج ہے کہ اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں خسر وغیرہ کے حکم کو پا کر عورت رشتہ دار سے، یا دیور سے اولاد حسب دلخواہ حاصل کرے[3]

"ستیارتھ پرکاش" میں ہے:۔

"بانجھ عورت ہو تو آٹھویں برس (بیاہ سے آٹھ برس تک عورت کو حمل نہ ٹھہرے) اور ہو کر مر جائے تو دسویں برس، جب جب اولاد ہو تب تب لڑکیاں ہی ہوں لڑکے نہ ہوں تو گیارھویں برس تک۔ اور جو بدکلام ہونے والی ہو تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے[4]

"ایسے ہی اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کر اولاد پیدا کر کے اسی بیاہے خاوند کی وارث اولاد کرے[5]

جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ

"اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت! تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر، کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہ ہو سکیگی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے، لیکن اس بیاہے عالی حوصلہ خاوند کی خدمت میں کمر بستہ رہے، ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تب اپنے خاوند کو اجازت دے۔ کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجیئے[6]

نیوگ کے اور بھی بیسیوں مواقع اس کتاب میں مذکور ہیں۔ یہ تو شادی بیاہ کا حال تھا اب عورت کی ذات کے متعلق بھی سنیے:۔

"ہندوؤں کا قانون کہتا ہے: تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں

[1] ستیارتھ پرکاش باب ۴ ص ۱۱۷، ۱۱۸ [2] تمدن عرب ص ۳۶۸ [3] حاشیہ اسلام کے معاشی نظریے ص ۲۱۸
[4] ستیارتھ پرکاش باب ۴ ص ۱۵۲، ۱۵۳ [5] ایضاً [6] ایضاً ص ۱۵۲۔

Marfat.com

سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی عورت ہے[1]

"منو کا قانون کہتا ہے عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع ہے، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی اور اگر بیٹے نہ ہوں تو اپنے اقرباء کی کیونکہ کوئی عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خود مختار طور پر زندگی بسر کر سکے"[2]

ظہور اسلام سے پہلے ہندوستانی مقنن قدیم نے اس بے اعتباری کو صاف ظاہر کیا ہے کہ کسی عورت کو زانیہ کہنے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ وہ کسی مرد کے ساتھ اتنی دیر علیحدہ رہی ہو، جتنی دیر میں انڈا تلا جا سکتا ہے"[3]

مسیحی قانون | ترتولیان مسیحیت کے ابتدائی دور کا امام ہے، وہ مسیحی قصور کی ترجمانی ان لفظوں میں کرتا ہے۔

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لیجانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی، اور خدا کی تصویر، مرد کو غارت کرنے والی ہے"[4]

کرائی سوسٹم جو ایک بڑا مسیحی امام شمار کیا جاتا ہے، عورت کے حق میں کہتا ہے۔

"ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ ایک غارتگر دلربائی اور ایک آراستہ مصیبت ہے"[5]

عورتوں سے متعلق مروجہ فقرے | عورتوں کے متعلق مختلف ملکوں میں جو مروجہ مثالی فقرے ہیں اُن سے بھی عورتوں کی قدر و منزلت پر روشنی پڑتی ہے؛

روسی مثل ہے "دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔

اطالیوں کا قول ہے "گھوڑا اچھا ہو یا برا، اسے مہمیز کی ضرورت ہے، عورت اچھی ہو یا بری اسے مار کی ضرورت ہے

اسپینی زبان میں مثل ہے "بری عورت سے بچنا چاہیئے، مگر اچھی صورت پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے

غیر مذاہب میں ازدواجی تعلقات | اسلام سے پہلے مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو، اخلاق ورُوح اور اس کی ترقی کے لئے رکاوٹ تسلیم کیا جاتا تھا۔ علامہ سید سلیمان صاحب

---

[1] تمدن عرب ص ۳۷۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۳۷۲ [4] پردہ از مولانا مودودی ص ۱۲ [5] ایضاً [6] دیکھیے تمدن عرب ص ۳۷۳

ندوی تحریر فرماتے ہیں اور حوالہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

"اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب تھے، ان سب میں عورت کو اور عورت و مرد کے ازدواجی تعلق کو بہت حد تک اخلاق و روح کی ترقی مدارج کے لئے لائق و مانع تسلیم کیا گیا تھا، ہندوستان میں بودھ، جین، ویدانت، جوگ اور سادھوپن کے تمام پیرو اسی نظریہ کے پابند تھے، عیسائی مذہب میں تجرد اور عورت سے بے تعلقی ہی کمال روحانی کا ذریعہ تھا" [1]

یہ سارے اقتباسات اس لئے نقل کرنے کی زحمت برداشت کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورتوں کی عفت و عصمت اور خود ان کی ذات کے متعلق مذاہب دادیان کی ماننے والی امتوں کا حال کیا ہو گیا تھا۔

اسلام کی اصلاحی جدوجہد عورتوں کے حق میں

ان ہی گھنگھور گھٹاؤں میں اسلام کا آفتاب عالمتاب طلوع ہوا اور اس نے اپنی نورانی کرنوں سے اس "ظلمت کدہ" دنیا کو "صبح سعادت" سے ہم آغوش کیا، بچھڑی ہوئی انسانیت خاک دھول سے اٹھائی گئی، سینہ سے لگائی گئی اور مظلوموں کو سر اٹھانے کا موقع ملا۔

افراط و تفریط ختم ہوئی اعتدال کے فطری نقطہ پر اسلام نے انسانوں کو لاکر کھڑا کر دیا جس کا جو حق تھا وہی حق اس کو دلایا گیا، جور و ستم کی چکیوں میں پسنے والی صنف نازک (عورت) کو بھی پوری قوت کے ساتھ اسلام نے اپنے دامن حمایت کے سایہ میں لیا، ناموس نسوانی کی قدر و قیمت کے سوال کو زندہ کیا گیا، اس راہ میں کسی قسم کی چشم پوشی روا نہ رکھی گئی، بدکاری اور بے آبروئی کے جتنے سرچشمے تھے، ایک ایک کر کے بند کئے گئے، ازدواجی تعلقات کے آئین و قانون حدود میں لاکر جنسی میلانات کو اعتدال و ضابطہ کا پابند بنایا گیا، اور نسل انسانی کے اضافہ کی صعوبت بخش طریقے نافذ کئے گئے، عائلی زندگی خوشگوار ماحول کے قالب میں ڈھالا گیا، بجائے لعنت کے عورت رحمت و سکینت کا مظہر ٹھہرائی گئی، ترک نکاح کی راہبانہ نظریہ کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ازدواجی زندگی پر زور دیا گیا اور اسے ضروری قرار دیا گیا۔

عورتوں کی حیثیت کا اعلان | پہلا قرآنی مشورہ "نسوانی حقوق" کے سلسلہ میں جس کا اعلان کیا گیا یہ تھا۔

[1] سیرت النبی جلد ششم ص ۱۷۱

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (النساء-۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم سب کو ایک جاندار سے پیدا کیا، اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

حاصل جس کا یہی ہوا کہ مرد اور عورت ایک ہی سرچشمہ کی دو موجیں ہیں "انسانیت" کی حد تک دونوں میں کمی و بیشی کے خیالات کا تعلق واقعہ سے نہیں، بلکہ صرف وسوسہ سے ہے۔

اس آیت میں بھی حقیقت واشگاف کی گئی ہے کہ عورت جس کو مرد انسانیت سے خارج سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے ازسرتاپا غلط ہے ان دونوں کی ایک ہی جان سے پیدائش ہے، اور پھر انہی سے مرد و عورت کی یہ بہتات ہے، عورت کوئی جداگانہ الگ مخلوق نہیں وہ بھی انسان ہی ہے، جیسے مرد انسان ہیں، عورت و مرد دونوں کا منبع و مخرج ایک ہی ہے، پھر ان دونوں میں تفاوت ذاتی کیونکر ہوسکتا ہے، بلکہ اس نسبت سے ہر ایک کو دوسرے کی قربت پر فخر کرنا چاہیئے اور اپنے لئے باعث فخر و عزت سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ مشہور قرآنی آیت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات-۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری ذاتیں برادریاں بنائیں۔ تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔

سے جہاں دوسرے نتائج پیدا ہوتے ہیں، وہیں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ کوئی مرد ایسا نہیں ہے جس کی پیدائش میں عورت کی شرکت نہ ہو، ایسا مرد جو صرف مرد ہی سے پیدا ہوا ہو اس کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ پھر مرد کو کیا حق ہے کہ مردوں کو تو باعزت اور عورت کو حقیر و ذلیل سمجھے انسانی جسم کی بناوٹ میں مرد کے ساتھ عورت کا حصہ بھی شریک ہے، بلکہ طبی، تحقیقات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت ہی کا حصہ اسکی تعمیر میں زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ اللہ اللہ! عورت جب ماں بن کر بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتی، پھر اسے جنتی ہے، پرورش کرتی ہے، دودھ پلاتی ہے۔ ذرا سوچیئے بھی تو کہ مرد اس کے مقابلہ میں "بچے" کیلئے کچھ بھی کرتا ہے؟ عورت ہی کے

Marfat.com

پیٹ میں ہم نے شکل و صورت پاتے ہیں، اس میں ہماری جان کا تعلق ہمارے جسد کے ساتھ قائم ہوا، بھلا اسی عورت کا وجود ننگ و عار بن جائے؟ کوئی بات ہو؟ عورت ہی نے اس وقت، ہماری تربیت و پرداخت کی، جب ہم میں چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی، بولنے اور اپنی تکلیف و ضرورت کہنے کی طاقت نہ تھی، اسی نے ہم کو چلنے کی قوت عطا کی، بولنے کی صلاحیت بخشی اور اسی جنس نے سن شعور تک ہماری خدمت کی بایں ہمہ عورت ذلیل و حقیر ہوگئی؟ تف ہے اس عقل پر جو یہ سوچے، پھٹکار ہے اس زبان پر جو اس خیال کو ظاہر کرے، اور ملعون ہے جو اپنے دل میں اس قسم کے بیہودہ وسوسوں کو پکائے۔

بہر حال یہ اور اس طرح کی دوسری قرآنی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہی بتایا ہے کہ عورت باعثِ حقارت ہرگز نہیں ہے، ذاتی شرف و کرامت میں مرد سے کسی درجہ میں کم نہیں لہٰذا عورتوں کو جانور کی طرح ناجائز استعمال کرنا، اور ان کے ناموس کو زرکشی کا آلہ بنا لینا انسانیت کی توہین اور آدمیت کی تحقیر کی بدترین شکل ہے۔

عورتوں کا مقصد انسانیت میں کلی اشتراک کے باوجود، دونوں صنفی جنسوں کے اندر بعض عضوی اختلافات میں حکیم کی جو حکمتیں پوشیدہ ہیں، یوں بھی ان سے کوئی ناواقف نہیں ہے ماسوا اس کے اپنی کاریگریوں کے بھید کو کاریگر جتنا زیادہ جانتا ہے جو کاریگر نہیں ہے وہ اس کی تہوں تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ صدق مولنا الکریم:۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (شوریٰ۔ ۵)

آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اللہ ہی کی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عنایت کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں قسم کی اولاد دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بناتا ہے بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

پھر بچی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانے کی ضرورت اور منہ بگاڑنے کا حاصل۔ یہ تو انسان کی خام عقلی ہے کہ رحمت کو اس نے اپنے لئے زحمت خیال کر رکھا ہے، اگر یہ بچیاں بڑھ کر عورت نہ بنیں اور تمہاری شادیاں نہ ہوں تو بتاؤ یہ بچے یہ تنومند لڑنے والے جوان کہاں سے آئیں حضرت

Marfat.com

مریم علیہا السلام کی ماں نے جب منت مانی، اور ان کے خلاف توقع لڑکے کی جگہ بچی پیدا ہوئی تو حسرت سے کہنے لگیں۔

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى (آل عمران) اے پروردگار! میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی۔

پروردگار! یہ تو میرے بچی ہوئی، میری مراد نہ بر آئی جس مقدس کام کی منت مانی تھی اس میں تو لڑکے کا کام تھا، لڑکی قبول نہیں کی جاتی۔ رب العالمین نے ام مریم کی یہ حسرت بھری آواز سنی تو فرمایا:۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى ۔ (آل عمران ۴) اس کو اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں جو انہوں نے جنی اور لڑکا اس لڑکی کے برابر نہیں ہو سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے اور وہ اپنے علم کے مطابق جانتا ہے کہ اس لڑکی کے برابر لڑکا نہیں ہو سکتا ہے۔ جو خیر و برکت اور جو خاندانی اعزاز اس لڑکی سے حاصل ہو گا لڑکے سے نہیں ہو سکتا تھا تم نے اپنی انسانی روش سے سوچا اور گھبرا گئیں۔ رب العالمین جو کام اس لڑکی کے ذریعہ لینے والا ہے، وہاں تک تمہاری رسائی نہ ہو سکی۔

مستقبل نے بتایا کہ مریم علیہا السلام کا وجود خود ام مریم کے اعزاز کے لئے اور دنیا کی فلاح اور نجات کیلئے کتنا مبارک وجود ثابت ہوا۔ انہی مریم علیہا السلام سے عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے جنم لیا، اور بالآخر دنیا کو حق کا پیغام سنایا، اور کتنوں کی نجات کا باعث ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کو جنم دینے والی عورت مسیح پر ایمان لانے والوں کی نگاہوں میں شیطان کے آنے کا راستہ، ناگزیر برائی وغیرہ وغیرہ کیسے ہو گئی۔

قتل کی روک تھام پھر اسلام نے آکر لڑکیوں کے قتل سے روکا فقر و فاقہ کا خوف ان کے دل سے نکالا "الرزاق" کی "قوت متین" پر اعتماد کا جذبہ پیدا کیا، اور اعلان کر دیا کہ:۔

لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (الانعام ۔ ۱۹) تم اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کیا کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے۔

لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا (اسراء ۔ ۴۰) تم اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو، ہم ان کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

Marfat.com

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد سے بالکلیہ روک دیا لڑکا ہو یا لڑکی، کسی کا قتل شریعت نے جائز نہیں رکھا۔ اور انسان کی اس جرأت کو برداشت نہ کیا، فقر و فاقہ کا موہوم خیال ان کے دل سے نکالا، اور یقین دلایا کہ رزق اور روزی دینے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے، موجودہ غربت میں تم سوچتے نہیں کہ کہاں سے کھاتے ہو کس طرح تم کو روزی ملتی ہے؟ رب العزت روزی کا انتظام کر کے آئندہ نسلوں کو پیدا کرتے ہیں علیم و قدیر کے بجٹ (میزانیہ) میں گنجائش نہ ہو، اور لوگوں کو پیدا کرتا چلا جائے۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا خدا نہیں، بلکہ کوئی بگڑا امیر، نواب یا راجہ ہے جس کے خزانہ میں تنخواہ دینے کیلئے روپیہ نہیں مگر لوگوں کو نوکر رکھتا چلا جاتا ہے، براہ راست "رزقی ضمانت" کا یہ لاہوتی وثیقہ جب نازل ہو چکا ہے کہ:-

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (ھود-۱)   جتنے زمین میں چلنے ہیں سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

اب اس کے بعد سوچنے والے جو کچھ سوچتے ہیں، خدا کا انکار ہی کر کے سوچتے ہیں۔

لڑکیوں سے حسن سلوک کی ترغیب اسلام نے اتنا ہی کر کے نہیں چھوڑ دیا کہ عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا، لڑکیوں کا قتل بند کر دیا اور رزق کا اندیشہ جو انسان کو کھائے جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا سبق دے کر اس فکر سے کنارہ کش کر دیا، بلکہ جہاں موقعہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک وہ حسن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ قیامت میں میرے ساتھ ہو گا، اور اتنا قریب ہو گا جتنی آپس کی یہ انگلیاں نزدیک ہیں، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے پاس ایک عورت آئی، جو اپنے ساتھ دو لڑکیوں کو بھی لئے ہوئی تھی غریب و بیکس تھی، اس نے مجھ سے سوال کیا، میرے پاس صرف ایک چھوارا تھا، وہی مانگنے والی عورت کو دے دیا، اس نے چھوارا لے کر دو حصے کیے اور آدھا آدھا دونوں بچیوں کو دے دیا خود کچھ نہ کھایا، پھر وہ اٹھی اور چلی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب

[1] ریاض الصالحین للنووی عن مسلم صد ۱۴۶۔

Marfat.com

اندر تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپؐ سے بیان کیا، سن کر فرمایا، جو بھی ان لڑکیوں کیلئے تکلیف جھیلتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے ان کے لیے یہ لڑکیاں دوزخ کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی[1] یعنی دوزخ کی آگ لڑکیوں کی پرورش کرنے والوں کو نہ جلائے گی۔

مندرجہ بالا حدیث کا انداز بیان کو پڑھیئے اور غور کیجئے اسلام نے ان بچیوں کی پرورش اور اچھی پرورش، و پرداخت کی کتنی ترغیب دی ہے، اور انسان کو کتنے اچھے پیرایہ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے حضرت عائشہ صدیقہ ایک دفعہ کا اور واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک غریب عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں، اس مرتبہ میں نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں اس مامتا بھری ماں نے ایک ایک کھجور دونوں لڑکیوں کو دی اور تیسری خود کھانے کے لئے اٹھائی، منہ تک لا چکی تھی کہ دونوں لڑکیوں نے پھر مانگا۔ اس عورت نے محروم نہ کھائی اور اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے جسے خود کھانا چاہ رہی تھی اور آدھی آدھی کھجور دونوں لڑکیوں کو دے دی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کی یہ ادا مجھ کو بہت بھائی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے مامتا کی ماری ماں کا یہ اثر انگیز قصہ آپ سے بیان کیا، آپؐ نے فرمایا۔

ان اللہ قد اوجب لہا بہا الجنۃ	ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لئے
واعتقہا بہا من النار۔ رواہ مسلم	جنت واجب کر دی اور ان بچیوں کی وجہ سے اسے
(ریاض الصالحین ص۱۴۲)	دوزخ سے آزاد کر دیا۔

یہ شان تھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی نظر میں یہ عزت افزائی تھی عورتوں کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اخیر تک یہ فرمایا لوگو! خبردار ہو جاؤ میں تم کو دو کمزوروں کے حقوق کی تاکید کرتا ہوں، اور اس میں کوتاہی کرنے سے ڈراتا ہوں، ایک یتیم اور دوسرے عورت[2] یہ سارا اہتمام اس لئے تھا کہ عورتوں کا ناموس، ان کی عزت و عفت محفوظ رہ سکے سماج میں وہی مقام ان کو دلایا جائے جس کی قدرتی طور پر عورتوں کی صنف نازک مستحق تھی۔ لوگ ان کو گری پڑی چیز نہ خیال کریں، پھر خود رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے آکر بیان کیا تھا "جاہلیت میں میں نے دس لڑکیاں اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کی ہیں"۔ کسی نے کہا کہ "میں

[1] ریاض الصالحین للنوی عن البخاری و مسلم۔ [2] ریاض الصالحین ص۱۴۲۔

Marfat.com

بچی کو بلایا وہ ہنستی دوڑتی میرے ساتھ آئی، اور جب ایک کنویں کے پاس پہنچی تو میں نے
ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دی، وہ میرے ابا میرے ابا پکارتی رہی" یہ سن کر رحمتِ عالم صلے اللہ
علیہ وسلم اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہو گئی ؎
یہی وہ گواہیاں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ جہان کے ہادی محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم مردوں ہی کے نہیں، بلکہ عورتوں کے بھی پیغمبر اور رسول ہیں۔ مردوں ہی کے لئے نہیں
روتے تھے بلکہ عورتوں کی مظلومیت بھی آپ کو رلا دیتی تھی۔

میراث میں عورت کا حصہ اور سچ تو یہ ہے کہ قرآن میں یہ اعلان کرکے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (النساء۔ ۲)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملیگا اس مال کا جو مورث چھوڑ کر مرا ہو۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملیگا۔

عورت کو شاید پہلی دفعہ اس کا موقع دیا گیا کہ اپنے مملوکہ مال و جائداد کی بدولت چاہے تو مردوں
کی دستگیری کے بغیر ہی راحت و آرام کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔
لڑکیاں جو اب تک میراث سے محروم تھیں ان کو اسلام نے میراث دی۔ غور فرمائیے:۔
"للذکر مثل حظ الانثیین" لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر، محور لڑکی کو قرار دیا جا رہا ہے پیمانہ لڑکے
کا حصہ نہیں، لڑکی کا حصہ بن رہا ہے۔ اسلام نے لڑکیوں کو جب یہ حق دیا تو بہت لوگوں کو تعجب
ہوا ان لڑکیوں کو بھی حصہ ملیگا جو جنگ نہیں کر سکتیں اور حصہ بھی اتنا زیادہ۔
مگر اسلام آیا ہی تھا دنیا میں حقداروں تک ان کے حقوق کو پہنچانے کے لئے ظلم و جور
کے قصروں کو ڈھانے کے لئے اور اس دین کا منشا ہی تھا کہ "ملکیت کا اقتدار مردوں ہی کا
حق میں امتیاز نہیں ہے بلکہ اس اقتدار میں عورت بھی مرد کی شریک ہے۔ اس حقیقت کا اظہار
قرآن میں بایں الفاظ بھی کیا گیا ہے کہ۔

؎ یہ دونوں واقعے تفصیل سے سیرۃ النبی جلد ششم میں بعنوان "اولاد کا حق" دیکھئے۔

Marfat.com

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (النساء-۱۰)

اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اور عورتوں کیلئے بھی۔ جو حصہ قطعی طور پر مقرر ہے خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر۔

ماں کی حیثیت سے عورت کسی قالب میں ہو، ماں ہو، بیٹی ہو، بیوی ہو محض عورت ہونے کی وجہ سے ملکی اقتدار سے محروم نہیں ہو سکتی۔ ماں کا ذکر کر کے فرمایا گیا۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ۔ (النساء-۲)

میت کے ترکہ میں اگر میت کے کچھ اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا چھٹا ہے اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اسکی ماں کا ایک تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملیگا۔

اس آیت میں جہاں باپ کو وارث قرار دیا گیا ہے، وہیں ماں بھی وارث ٹھہرائی گئی ہے کہیں تہائی حصہ اور کہیں چھٹا حصہ، مگر ایسا نہیں کیا کہ ماں چونکہ عورت ہے اس لئے وہ محروم الارث ہے اور حصہ پانے کی حقدار نہیں۔

بیوی کی حیثیت سے عورت نے لڑکی ہونے کی حیثیت سے بھی حصہ لیا اور ماں ہونے کی حیثیت سے بھی حقدار ٹھہری، اب ملاحظہ کیجئے بیوی ہو کر بھی وہ حصہ پاتی ہے، یہاں بھی محروم نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم

اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اور ان کے کچھ اولاد نہ ہو تو تم کو آدھا ملیگا، اور اگر ان کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملیگا بہر حال یہ میراث وصیت کر گئی ہوں تو وصیت اور دین کی ادائیگی کے بعد ملیگی، اور جس کو تم چھوڑ جاؤ اور تمہارے کوئی اولاد نہ ہو تو ان بیبیوں کو ترکہ کا چوتھائی ملیگا۔ اور اگر،

Marfat.com

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۔ (النساء - ۲)

تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ میں آٹھواں حصہ ملیگا، مگر یہ میراث تمہاری وصیت پوری کرنے اور دین کی ادائیگی کے بعد ملے گی ۔

دیکھ رہے ہیں جیسے شوہر کو بیوی کا وارث گردانا گیا ہے ٹھیک اسی طرح بیوی کو بھی شوہر کا وارث قرار دیا گیا ہے ۔ کوئی نہیں ہے، جو بیوی کو اس کے شوہر کے مال سے محروم کر دے ۔ عورت خسارہ میں نہیں اب رہا حصہ کی مقدار کا مسئلہ، سو اگر غور کیا جائے تو حالات کے لحاظ سے بہ نسبت مرد کے عورتیں ہی نفع میں نظر آئیں گی میرا مطلب یہ ہے کہ بیوی بیوی بن کر کسی کے گھر جب جاتی ہے خواہ باپ کے گھر سے کچھ بھی لائی ہو، بڑی سے بڑی جائداد کی مالک بن کر ہی شوہر کے گھر کیوں نہ آئی ہو لیکن باوجود اس کے بیوی اور بیوی سے پیدا ہونے والے بچوں کے سارے مصارف کا قانوناً و شرعاً شوہر ہی ذمہ دار ہے، ایسی صورت میں عورت کو جو حصہ بھی ملا اس کام کیلئے کافی ہے کہ خدا نخواستہ کوئی صورت ایسی پیش آ جائے کہ شوہر کی امداد سے وہ محروم ہو جائے تو اتفاقی حوادث کی ان صورتوں میں اپنے مال سے مستفید ہو سکتی ہے، اگر غور کیا جائے تو روپیہ کی جگہ آٹھ آنے بھی اس نقطۂ نظر سے عورت کے لئے کافی و وافی ہیں، اسی قسم کی عمیق مصلحتیں آپ کو عورتوں کے دوسرے حصوں کے متعلق نظر آئینگی ۔

ماں کے روپ میں عورت کا احترام پھر ایک طریقہ سے اور عورتوں کی حرمت و عزت بڑھائی، کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا، اور اس کی محبت جو اولاد کے ساتھ، فطری ہے اسکو جتایا اور قرآن پاک میں باپ کے ساتھ صراحۃً یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ کبھی ہوں اور اُف بھی نہ کہو، ظاہر اور باطن دونوں طرح ماں کی عزت کرو، زبان بھی نرم ہو اور قلب میں بھی جھکاؤ ہو[۱] رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً قرآنی اجمال کی تفصیل کر کے بتایا کرتے تھے کبھی فرماتے تمہاری ماں سب سے زیادہ تمہاری تعظیم و تکریم کی مستحق ہے[۲] ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بغیر ماں باپ کی خوشنودی جنت کا دروازہ تم پر وا نہ ہو گا[۳] یہ اور اس طرح بیسیوں

---

[۱] بنی اسرائیل ع ۳ - لا تقل لهما أُف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما الخ اس میں والدین کی عظمت کا بیان

[۲] بخاری کتاب الآداب - [۳] ترمذی کتاب البر والصلہ ۔

Marfat.com

حدیثوں میں ماں کی غیر معمولی احترام و تکریم پر زور دیا گیا ہے۔

الغرض اسلام میں عورتوں کا صحیح مقام جب متعین کر دیا گیا اور گزشتہ غلط احساسات کی جگہ یہ ذہن نشین کرا دیا گیا کہ عورتوں کا کام صرف نسل افزائی اور مردوں کی فقط خدمت گزاری ہی نہیں ہے، بلکہ وہ بھی دنیا میں عروج اور قدر و منزلت کی اسی طرح مستحق ہے جیسے مرد جسکی پوری تفصیل آپ کو فقہ کی کتابوں میں مل سکتی ہے، میں نے صرف چند کلیاتی اشاروں کا بطور ضروری تمہید کے ذکر کر دیا۔ اصل مقصود جسے اس کتاب میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ "نسوانی ناموس" "اور عفت و عصمت" کی حفاظت و نگرانی کے سلسلہ میں جو ضوابط، اسلام میں مقرر کیے گئے ہیں، اور آئینی حدود میں لاکر مسلمانوں کی زندگی پر ان کی پابندی لازم کی گئی ہے، اسی مسئلہ پر تبصرہ کروں۔

عورتوں کی عفت و عصمت کا تحفظ اسلام میں

اس نقطۂ نگاہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ عورتوں کی عصمت اتنی اہم چیز ہے جس کا بدل دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں بن سکتی، عفت و عصمت کی حفاظت کیلئے دولت صرف ہو سکتی ہے، نہ کہ حصول دولت کے لئے عورتوں کے ناموس کا فروخت کرنا جائز ہو سکتا ہے الغرض جو ہماری "ماں" ہماری "بہن" ہماری "بیٹی" اور ہماری "بیوی" ہے العیاذ باللہ اسکو بیسوا اور بازاری عورت بنا کر رسوا اور ذلیل ہونے پر وہی راضی ہو سکتا ہے جو اپنی "انسانیت" اور انسانی حمیت و غیرت کا دیوالہ نکال چکا ہو۔

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ | جاہلیت کا یہ دستور کہ شوہر اپنی بیوی کو غیر مرد کے پاس عمدہ نسل لینے کیلئے بھیج دے، ایک عورت نو نو مردوں کو بیک وقت اپنے آپ کو استعمال کرنے کا موقع دے ان انسانیت سوز، حمیت گداز رواج کا خاتمہ جیسا کہ سن چکے اسلام نے ہمیشہ کے لئے کر دیا۔ صدیقہ عائشہ رض کا بیان گزر ہی چکا ہے کہ:۔

فلما بعث محمد صلى الله عليه وسلم بالحق هدم نكاح الجاهلية كله الا	محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حق سے کر مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے کل نکاحوں کی بنیاد ڈھا

Marfat.com

نکاح الناس نکاح الیوم (بخاری کتاب النکاح) دی. سوائے اس نکاح کے جو آج کل رائج ہے۔

صرف انہی طریقوں کو ہی نہیں روکا بلکہ دوسرے ان تمام طریقوں کو بھی حرام قرار دیا جس سے عفت و عصمت پر زد پڑ سکتی تھی، جس سے نسل اور میراث میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی، جس سے صلہ رحمی اور مروت کی شہ رگ کٹتی تھی اور ان کو زنا کا نام دے کر لوگوں کو آگاہ کر دیا گیا اور قرآن ہی میں اعلان کیا گیا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (اسراء۔۴) اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور برا راستہ

زنا اور اس کے مفاسد یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو، بلکہ فرمایا گیا زنا کے قریب بھی مت جانا جس کا مطلب یہی ہے کہ زنا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام یا طریقہ جو زنا کے نیچے تک پہنچانے والا ہو، سب ہی سے بچنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اگر غور کیا جائے تو قرآن کے ان ہی اجمالی الفاظ میں بعض لطیف اشارے بھی آپ کو مل سکتے ہیں یعنی فطرتِ انسانی میں جو نفرت اور برائی کا احساس زنا کے متعلق پایا جاتا ہے اس کی طرف "فاحشہ" کے لفظ سے ایما فرماتے ہوئے، ساء سبیلا، برا ہے راہ کے اعتبار سے، کے الفاظ سے اگر سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا اثر میراث مسائل حرمت حقوق کی پامالی اور اخلاق پر پڑتا ہے اور سلسلہ بہ سلسلہ نہ معلوم یہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ امام رازیؒ اس آیت کے ضمن میں زنا کے مفاسد کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

(۱) زنا سے نسب مختلط اور مشتبہ ہو جاتا ہے، آدمی یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ زانیہ کی یہ اولاد کس مرد سے ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا کوئی مرد بھی ذمہ دار نہیں بنتا، بچہ ضائع ہو جاتا ہے، یا خود ماں ایسے بچہ کو مار ڈالتی ہے اور پھینک دیتی ہے یا وہ غریب بچہ سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے نتیجۃً تباہ و برباد ہو جاتا ہے، جو عالم کی ویرانی اور انقطاع نسل انسانی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۲) زانیہ پر دسترس شرعی قانون میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ کسی کے ساتھ باضابطہ اس نے نکاح نہیں کیا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عورت پر قبضہ کرنے کی سعی ہر شخص کی جانب سے ہو سکتی ہے، اور وجہ ترجیح کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی، پھر اس

Marfat.com

راہ میں تباہیوں اور بربادیوں کے جو طوفان اٹھتے رہتے ہیں "معاشقہ" اور "آوارگی" کی تاریخوں میں اسکا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) زنا کار عورت کو زنا کی لت پڑ جاتی ہے، طبع سلیم رکھنے والے مرد کو ایسی عورت سے گھن معلوم ہوتی ہے، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی سلیم الطبع اس سے شادی تک کرنے کیلئے اپنے کو آمادہ نہیں کر سکتا، محبت و الفت تو خیر دور کی بات ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو عورت زنا میں مشہور ہو جاتی اس سے لوگ عموماً نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور سوسائٹی میں وہ حقیر اور ذلت آمیز نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

(۴) زنا کا جب دروازہ کھل گیا، کوئی مستقل قاعدہ و قانون باقی نہ رہا تو پھر کسی خاص مرد کو کسی خاص عورت سے کوئی خاص لگاؤ باقی نہ رہیگا، جس کو جہاں موقع مل گیا اور جس نے جس کو بلایا، وہاں دونوں مل گئے اور جو کچھ کرنا ہو کر گزریں، اور یہی حال حیوانات کا ہے پھر انسان و حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائیگا۔

(۵) عورت سے صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ اس کے پاس پہنچ کر جنسی تقاضے پورے کئے جائیں، بلکہ مقصد یہ بھی ہے کہ ذوجان مل کر ایک دوسرے کے رفیق و شریک ہوں، گھر کے کاموں میں بھی، کھانے پینے میں بھی، بچوں کی تربیت و تعلیم میں بھی، اور زندگی کی دوسری ضروریات میں بھی، پھر غم میں بھی اور خوشی میں بھی، تنگ حالی میں بھی۔ اور یہ ساری باتیں اس وقت قطعاً پیدا نہیں ہو سکتی ہیں جب تک عورت کسی ایک کی جائز طریقہ پر ہو کر نہ رہے، اور اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ زنا کو بالکلیہ حرام قرار دے دیا جائے اور نکاح کے قانونی دائرہ میں عورت و مرد کے تعلقات کو محدود کیا جائے۔

(۶) ہم بستری پردہ کی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا تذکرہ اشارۃً کیا جاتا ہے اور کوئی اس کام کو کرتا ہے تو پردہ کی اوٹ میں کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو کم سے کم کرنا قرین عقل و قیاس ہے اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ جائز طور پر ایک عورت ایک مرد کی ہو کر رہے، ورنہ پھر یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ چھ خرابیاں وہ ہیں جو بالکل عیاں ہیں[۱]

[۱] تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۹۴

Marfat.com

ایک نوجوان کو آنحضرت صلعم کی نصیحت

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت ابو امامہ (صحابی) رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا بیان کہ ایک نوجوان خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے درخواست کی یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی گستاخی بہت بری معلوم ہوئی۔ چنانچہ ان کو سبھوں نے ڈانٹا اور اس کے اس سوال پر نفرت کا اظہار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان سے فرمایا، قریب آ جاؤ۔ وہ قریب آ گیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ اب آپ نے اس کو سمجھانے کے لئے سوال و جواب شروع کر دیے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم: کیا تم اس (زنا کے) کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ

آنحضرت صلعم: دوسرے لوگ بھی اس برائی کو اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتے۔

〃 : اس زنا کو تم اپنی لڑکی کے حق میں اچھا جانتے ہو؟

نوجوان: میں آپ پر نثار ہوں، نہیں یا رسول اللہ

آنحضرت صلعم: دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی لڑکیوں کیلئے اچھا نہیں جانتے

〃 : اس برے کام کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت کر سکتے ہو؟

نوجوان: ہرگز نہیں یا رسول اللہ

آنحضرت صلعم: دوسرے لوگ بھی اس گندگی کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت نہیں کر سکتے۔

〃 : اچھا اس برے کام کو تم اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرو گے؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ۔

آنحضرت صلعم: دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھی کیلئے زناکاری کو پسند نہیں کرتے

〃 : یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا کر لو گے؟

نوجوان: نہیں یا رسول اللہ

آنحضرت صلعم: دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

اس طرح اس مسئلہ کو جب اس کے ذہن نشین کر چکے تو آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللّٰھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ واحصن فرجہ (ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸)

اے اللہ اس کے گناہ معاف کر دے اس کا دل پاک فرما دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اس شخص کو کبھی بھی اس کے بعد زنا کا خیال نہ گزرا۔ بات بھی کتنے پتہ کی بیان فرمائی گئی، غور کیجئے، کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی ماں نہ ہو، لڑکی نہ ہو، بہن نہ ہو، پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو؟ پھر کیا یہ انسانیت ہے کہ کسی کی ماں، بہن، لڑکی، اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز ہم بستری کرے۔

زنا کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم ہے

ایک اور مقام میں قرآن نے زنا کی برائی کا تذکرہ کیا، ارشاد ربانی ہے۔

لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا (النساء ۳)

تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ مگر جو بات گذر گئی، گذر گئی، بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

اس آیت میں بھی زنا کو "فاحشہ" اور "ساء سبیلا" سے تعبیر کیا ہے، اور ایک لفظ اور بڑھایا یعنی "مقتا" جو لفظ ایک ہے، لیکن کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم کی یہ تعبیر ہے، اس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ زنا کے انجام کو قرآن نے کہاں تک پہنچا دیا، اسی تصادم ہی کے آثار ہیں، جنہیں آئے دن ہم دیکھتے رہتے ہیں۔

عفت پر بیعت

اس سے بھی اس جرم کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے کہ عورتوں سے بیعت جن الفاظ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیتے تھے قرآن میں ان کو محفوظ بھی کر دیا گیا ہے یعنی عورتوں سے عہد لیا جاتا تھا کہ:-

لَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

وہ بدکاری نہ کریں گی اور نہ دختر کشی کریں گے اور نہ ایسا افترا باندھینگی جس کو اپنے ہاتھوں اور

اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ (ممتحنہ-۲) پاؤں کے درمیان نراشا ہو گا۔

زنا کی برائیوں کی انتہا نہیں مثلاً زنا کے شیوع کے بعد شر و فتن کے چشمے ابل پڑتے ہیں، قوم میں کشت و خون کی گرم بازاری ہوتی ہے، اعمال و اخلاق کی مٹی پلید ہو جاتی ہے ملک کا معیار اخلاق گر جاتا ہے زنا کار قوم کی عظمت و وقعت کا قصر رفیع زمین پہ آجاتا ہے عزت و شوکت ملیا میٹ ہو جاتی ہے، پھر انسانیت میں جونہی ضعف آیا امن و امان خطرہ میں گھر جاتا ہے، غریبوں کی جان لب پر آجاتی ہے، ملک صحت کے اعتبار سے نیچے آجاتا ہے اور جوانان قوم خصوصاً اور عام افراد عموماً متعدی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

زنا جرم عظیم ہے | زنا کے ان ہی مفاسد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے زنا کو قتل کے بعد ہی رکھا ہے کہ یہ بھی گو قتل نہ سہی لیکن انجام کے اعتبار سے قتل سے کم بھی نہیں ہے، قرآن نے جہاں اللہ کے نیک بندوں کی صفات کا تذکرہ کیا ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا (الفرقان-۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور جس شخص کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے، ہاں مگر حق پر اور جو شخص ایسے برے کام کرے گا تو اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔

آیت مذکور مضمون بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر و شرک اور قتل ناحق کی طرح زنا بھی عظیم الشان جرم ہے، ایسا گناہ ہے جو سوائے توبہ، ایمان، اور عمل صالح کے معاف نہیں ہوتا، خود اس آیت کے متصل یہ بیان ہے۔

یُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا (الفرقان-۶)

کہ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جاوے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل ہو کر رہے گا۔

قرآن کے ان الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ سزا کے ان ہولناک حالات سے دو چار کرنے والے جرائم میں ایک جرم زنا بھی ہے۔

شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے | بات بھی کچھ ایسی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

Marfat.com

ما من ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفۃ وضعہا رجل فی رحم لا یحل لہ (ابن کثیر ج۳ ص۲۳)

شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر گناہ نہیں ہے جس کو کوئی شخص کسی ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کیلئے حلال نہ تھا۔

شاید اسی بنیاد پر مسلمانوں میں مشہور بھی ہو گیا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ زنا ہی ہے، ایک اور حدیث میں زنا ہی کے متعلق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ فقرہ جو منسوب کیا گیا ہے۔

لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن... ایاکم ایاکم (مشکوٰۃ باب الکبائر)

زناکار جس وقت زنا کرتا ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ بچو بچو!

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہیں تو کم از کم زنا کے وقت ایمان زانی کو چھوڑ کر جدا ہو جاتا ہے گویا مومن مومن رہتے ہوئے اس جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

بوقت زنا ایمان کی حالت ایک دوسری حدیث میں اس حدیث کی وضاحت بھی موجود ہے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذالک العمل یرجع الیہ الایمان (مشکوٰۃ باب الکبائر)

بندہ جب زنا کرتا ہے اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ بن کر ہوتا ہے اور زانی جب فعل زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا اتنی بری چیز ہے اور اس قدر معیوب فعل ہے کہ اس کے ارتکاب کے وقت ایمان کانپ اٹھتا ہے۔ اور گھبرا کر قالب چھوڑ دیتا ہے اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ اس حالت میں اس سے چمٹا رہے، ہاں جب وہ فارغ ہوتا ہے اس کا قلب اس کو ملامت کرتا ہے اور قلب منفعل ہوتا ہے تو پھر وہ ترس کھا کر پلٹ آتا ہے اور ایمان کو غیرت کیوں نہ آئے؟ کہ خود رب العزت کو ایسے فعل پر غیرت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس نے فحش امور کو حرام قرار دے دیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ

آپ فرمائیے کہ صرف تمام فواحش باتوں کو اللہ میرے رب نے حرام کیا ہے ان میں جو علانیہ ہوں ان کو بھی اور

Marfat.com

والبغی بغیر الحق۔ جو پوشیدہ ہوں ان کو بھی، اور گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو (بھی حرام کیا ہے۔)
(الاعراف ۴۰)

غیرت حق حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا چار عینی گواہ پیش کرے، مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے وہ بولے اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو میری غیرت برداشت نہ کر سکے گی، میں اسی وقت تلوار اٹھاؤں گا اور دو ٹکڑے کر دوں گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی، آپ نے فرمایا، سعد کی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو خدا گواہ ہے میں خود ان سے بہت زیادہ باغیرت ہوں، اور میری غیرت سے بڑھ کر خود رب العزت کی غیرت ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن تمام فواحش کو حرام قرار دے دیا۔ یہ کھل کر ہو یا پردہ پوشی کے ساتھ ہو۔

آپ کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تھا، اس موقع سے آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا تھا اور اسی خطبہ کسوف میں آپ نے فرمایا تھا۔

یا امۃ محمد واللہ انہ لا احد اغیر من اللہ ان یزنی او تزنی امۃ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا (بخاری)

اے امت محمد! خدا کی قسم اس بات سے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہوتی کہ کوئی مرد یا عورت زنا کرے اور بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بکثرت روتے۔

اہمیت جتانے کیلئے اس کے بعد ہاتھ اٹھایا اور فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ منشا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضروری حکم اس کے بندوں تک میں نے پہنچا دیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کو بار بار پڑھیئے، اور زنا کی قباحت اور خرجِ ایمان اس حدیث پر غور کیجئے، ایک اور آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فواحش سے روکا ہے۔ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور

لے الجواب الکافی لابن القیم ص ۲۱۹

Marfat.com

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل ۔ ۹۰)

ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

یہ وہ آیت ہے جو ہر جمعہ کو عموماً خطبہ میں پڑھی جاتی ہے، اور اس طرح اس آیت میں جو احکام درج ہیں ان کی اہمیت بیان کی جاتی ہے زنا سے اس شدومد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو روکا ہے اس کی بھی وجہ ہے یہ اپنے انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے اتنا مہلک جرم ہے جس کی دنیوی و اخروی تباہ کاریوں کا احاطہ آسان نہیں۔

یوسف علیہ السلام کا اعلان حق یوسف علیہ السلام کا واقعہ جسے قرآن پاک نے نقل کیا ہے اس سے بھی زنا کی برائی اور اس کے مفاسد پر روشنی پڑتی ہے یوسف علیہ السلام کو خرید کر جب عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے سپرد کیا کہ اس غلام کی نگہداشت کرو۔ تو زلیخا نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا اور یوسف علیہ السلام نے جوانی کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر مفتوں ہو گئی اور دل کشی اور ہوش ربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو اس کام پر آمادہ کرے جس کی تعلیم زلیخا کو اس کے نفس نے دی تھی، عیش و نشاط کے سارے سامان فراہم، نفسانی جذبات اپنے شباب پر محبت اور پیار کی مسلح فوج سامنے تنہائی کا عالم، سارے دروازے اور کھڑکیاں بند، تمام خطروں اور کل اندیشوں سے بظاہر اطمینان، پھر جوانی قیامت کا روپ بھرے کھڑی، شبابی قوت و طاقت کا سمندر موجزن، تجرد کی زندگی میں جنسی میلان کا صبر آزما تلاطم، اور ایسے وقت میں ایک نازنین ہوش و خرد اپنے آپ کو خود حضرت یوسف علیہ السلام پر پیش کرتی ہے الغرض

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۔ (یوسف ۳)

اور جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے وہ عورت ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو انکو پھسلانے لگی اور دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں

کی صورت جب پیش آئی، آسمان دیکھ رہا تھا، زمین دیکھ رہی تھی، ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ یعقوب کا چشم و چراغ اب کدھر جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے بلانے میں شیطانی قوت کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا گیا تھا، مگر اللہ کے بندے یوسف علیہ السلام سب کچھ دیکھتے ہیں، اور

Marfat.com

چاہتے تو جو کچھ امرأۃ عزیز چاہتی تھی اسے کر گزرتے لیکن جیسا کہ قرآن ہی میں اطلاع دی گئی ہے۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهٗ رَبِّیٓ أَحْسَنَ مَثْوَایَ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (یوسف ۳)

یوسف ؑ نے کہا، اللہ بچائے، وہ میرا مربی ہے اس نے مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔ ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی۔

زانی ظالم ہے اور ظالم کو دنیا اور آخرت میں فلاح نصیب نہیں ہو گی اور اگر میں زنا کا ارتکاب کروں تو خود میں بھی ظالم بن جاؤں گا، پھر کیسے جرأت کی جائے۔ رب کا احسان بھول جانا اور اس کی دی ہوئی قوت کو اس کے ہی حکم کے خلاف استعمال کرنا، اسی کا نام تو شیطنت ہے شیطان کا قصور ہی اس کے سوا کیا ہے کہ توانائیوں کا جو ذخیرہ خالق کائنات کی طرف سے اس کو ملا ہے، بجائے مرضی حق کے ان کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

زنا مظالم کی جڑ ہے اس آیت میں زانی کو جو ظالم قرار دیا گیا ہے یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں سوچنے والے کو یقین کرنا پڑے کہ زنا دنیا کے سارے مظالم کی جڑ ہے۔ دنیا کی ساری برائی زنا کاری میں پائی جاتی ہے، پھر زانی کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

زانی کا فعل زنا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے خون اور روپیہ بے فائدہ ضائع ہوتا ہے، مادۂ تولید جو باعث افزائش نسل انسانی ہے ناحق برباد ہوتا ہے، صحت پر ناخوشگوار اثر پڑتا ہے، ذلت اور رسوائی ہوتی ہے، ذاتی خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہے، حزن و ملال سے دوچار ہوتا ہے، امرض متعدی سوزاک و آتشک وغیرہ کے خطرے میں اپنے کو گرفتار کرنا پڑتا ہے، بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ، بدنیتی، خود غرضی، نفسانی خواہش کی غلامی، ضبط نفس کی کمی، خیالات کی آوارگی اور دوسری بیسیوں جسمانی، ذہنی اور روحانی امراض میں زنا آدمی کو مبتلا کر دیتا ہے۔

(۲) زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے کہ زنا کار خاندان کی عزت کو داغ لگاتا ہے اور پھر خاندان کے لئے برائی کا ایک نمونہ قائم کرتا ہے، اہل خاندان اور اپنے بال بچوں کے لئے زنا کی شاہراہ بناتا ہے۔

(۳) زنا نسوانی عفت و عصمت کی لوٹ ہے، زانی ڈاکو ہے، ایک کمزور ارادے والی

Marfat.com

ذات کو اپنی ہوسناکیوں کا تختۂ مشق بناتا ہے، شرم و حیا کی چٹانوں کے نیچے عورت کی فطرت جو قدرتاً دبی ہوئی ہے، ان چٹانوں کو یہی پاجی زانی اٹھا لیتا ہے، جس کے بعد عورت جس کے لئے کسی مرد سے خواہ اس کا باپ اور بھائی کیوں نہ ہو، خطاب میں حیا دامن گیر ہوتی تھی اب وہ ایک بیباک فتنہ پرداز عورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے آنکھوں کا پانی اس کے ڈھل جاتا ہے، بے حیائی کے کاموں پر دلیر ہو جاتی ہے۔ اور آج عصمت فروشیوں کے سارے بازار جو شہروں میں نظر آتے ہیں در حقیقت زانی مردوں ہی کے کھولے ہوئے بازار تو ہیں یہ سب انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

(۴) عورت بہر حال کسی خاندان ہی کی عورت ہوتی ہے، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی یا ماں ہوگی، سوچئے تو سہی کہ زانی مرد کن رسوائیوں کی سیاہی عورت کے خاندان والوں کے چہروں پر پھیرتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی تک ان ہی رسوائیوں کے غیر معمولی احساس نے لوگوں کو پہنچا دیا۔

(۵) اور عورت کسی مرد کی اگر باضابطہ منکوحہ ہے تو دوسرے مفاسد کے ساتھ غیر کے حق ناموس پر یہ کیسی شرمناک اور بیجا اور ظالمانہ حملہ ہے۔

(۶) زنا بچہ پر بھی ظلم ہے، کیونکہ یا تو اسے ضائع کر دیا جائے گا اور بے قصور قتل کیا جائے گا یا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نگرانی و تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری کا کوئی مرکز باقی نہیں رہتا اور کسی طرح بچہ کو پروان چڑھنے کا موقع بھی مل جائے تو سیاہی کے اس داغ کو اس غریب کی پیشانی سے کون دھو سکتا ہے، جو خود اس کے ناجائز باپ کے ہاتھوں اسکی پیشانی پر لگا ہے سوسائٹی میں ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، بسا اوقات زنا سے پیدا ہونیوالے بچے امراض خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں عموماً گونگے بہرے، لنگڑے لڑکے جو پیدا ہوتے ہیں، یعنی نوعی کمالات میں سے کسی کمال سے محروم ہو کر پیدا ہوتے ہیں۔ بظاہر قدرت کی طرف ان کوتاہیوں کو منسوب کرنیوالے منسوب کر دیا کرتے ہیں، لیکن موجودہ طبی تحقیقات کی روشنی میں پتہ چل رہا ہے کہ ان کوتاہیوں کی زیادہ تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جن سے گزر کر بچے دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کی امانت جن کے سپرد ہوتی ہے وہ امانت

Marfat.com

جن کے سپرد ہوتی ہے وہ امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے پھلنے پھولنے کا دارومدار ہی "جذبۂ امانت" کے اس احساس پر مبنی ہے، اس کی ذمہ داریوں میں ہلکی سی غفلت قوم کی قوم کو جسمانی دماغی اور روحانی بربادیوں کی آندھیوں کے سامنے لے آتی ہے۔

اس مسئلہ کی ہمہ گیری کے لئے "طیبات" کا مطالعہ کرنا چاہیئے "زنا" کا لفظ تو ایک بسیط مختصر سا لفظ ہے لیکن اس کے مفاسد کا دائرہ خاندانوں اور قوموں کو اپنے احاطہ میں عموماً لے آتا ہے۔

زنا پر کال کوٹھری کو ترجیح | کچھ بھی ہوا سی سے اندازہ کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھری میں قید کی زندگی کو اس جرم کے اقدام پر ترجیح دی اور دعا مانگی۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ	اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں
اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ	اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر
اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ	آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی طرف
الْجٰهِلِیْنَ ۔ (یوسف۔۴)	مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

حدیثوں میں بھی اس "جرم" کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر جو اشارے کئے گئے ہیں غور کرنے والے سوچیں گے تو عبرت وبصیرت کے مسلسل اسباق ان ہی حدیثوں میں ان کو ملتے چلے جائیں گے۔ مثلاً چند حدیثوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبوی | ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دریافت کیا کہ "آیات بینات" کیا ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا۔

لاتشرکوا باللہ شیئًا ولا تسرقوا اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ چوری کرو نہ زنا ولاتزنوا ولاتقذفوا محصنۃ (مشکوٰۃ باب الکبائر) کرو اور نہ کسی پاکدامن کو زنا سے متہم کرو۔

جس سے معلوم ہوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرتِ انسانی کے لئے واضح اور کھلی ہوئی ہیں ان میں ایک "زنا" بھی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبر الکبائر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، حالانکہ اس نے ہی پیدا کیا۔ اس شخص نے پوچھا اس کے بعد پھر کونسا کام؟ آپ نے فرمایا: اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ ساتھ کھائیگا۔ اس نے پوچھا پھر کونسا یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا:-

ان تزنی حلیلۃ جارک (بخاری باب اثم الزناۃ) تیرا اپنی پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی برائی مختلف پیرایہ میں بیان کی اور چاہا کہ لوگ اچھی طرح اس کی برائی سے واقف ہو جائیں، اور اس بدترین کام سے باز آجائیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں لوگ زیادہ تر اپنے منہ اور اپنی شہوت کی جگہ کی بدولت ڈالے جائینگے۔[1]

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب قیامت کی علامتیں ہیں علم کا اٹھ جانا، جہالت کا عام ہونا، شراب کا پینا، زنا کاری کا پھیل پڑنا اور یہ کہ مردوں کی تعداد کم پڑ جائے تا آنکہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار صرف ایک مرد باقی رہ جائے۔[2]

زنا کی ہلاکتیں اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

ما ظھر الربا والزنا فی قریۃ الا اذن اللہ باھلا کھا۔ کسی بستی میں سود اور زنا جب پھیل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرما دیتا ہے۔

(الجواب الکافی ص۲۳)

جس سے معلوم ہوا کہ زنا کاری کبھی آبادی کی ویرانی کا موجب بن جاتی ہے اور پوری آبادی کو برباد کر ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس آبادی پر مسلط ہو جاتا ہے جس میں زنا کاری پھیل پڑتی ہے۔

مصیبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اور بیعت عامہ ہو چکی جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے تو آپ ممبر پر تشریف لائے اور بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ، ارشاد فرمایا جس میں دوسرے مہمات کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

" دیکھو جس قوم نے بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیا، اللہ نے اسے ذلیل کر دیا ہے،

---

[1] الجواب الکافی ص۲۱۵ [2] بخاری باب اثم الزناۃ [3] تاریخ ملت ج ۲ ص ۸۰۔

Marfat.com

اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے[1]

پہلے خلیفۂ رسولؐ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں ان کلمات کو فرما کر "عفت و عصمت کے متعلق اسلام کے جس نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، اس سے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ عروج و زوال کی زندگی کے تباہ کرنے میں سیاہ کاریوں کو کس حد تک دخل ہے، گویا جو کچھ اب پیش آیا اسی کی پیشین گوئی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ نے کر دی تھی۔

کثرت موت اور طاعون | خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی تھا۔

ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیھم الموت (مشکوٰۃ ص ۵۹ ہم عن مالک)

زنا کسی قوم میں عام نہیں ہوتی مگر ان میں بکثرت موت ہوتی ہے۔

ایک لمبی حدیث ہے جس میں آپ نے پانچ عیوب اور اس کے اثرات کو بتایا ہے، منجملہ اور باتوں کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اور علم کھلا ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون (پلیگ) کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، اور ایسے درد دکھ میں ڈالتا ہے جس سے ان کے اسلاف نا آشنا تھے[2]

خشک سالی | اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامن قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذوا بالسنة ومامن قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب۔ رواہ احمد (مشکوٰۃ باب الحدود ص ۳۱۳)

کسی قوم میں جب زنا پھیل پڑتا ہے تو اسے قحط سالی کی مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اور رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اس پر خوف طاری کر دیا جاتا ہے۔

انسان جب "عفت و عصمت" کے چہرہ کو داغدار بناتا ہے، شرعی و دینی حدود کی اس میں پرواہ نہیں کرتا اور جائز و ناجائز کی تفریق مٹا دیتا ہے تو اس وقت پوری قوم فتنہ میں ڈال دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل جو دنیا کی چنی ہوئی امتوں میں ایک خاص تاریخی امت ہے ان میں بھی فتنہ عورتوں ہی کی راہ سے آیا، اور فتنہ جب آیا تو پوری کی پوری امت ہی تہس نہس ہو کر رہ گئی، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے فرمایا۔

---

[1] تاریخ ملت ج ۱ ص ۱۰۴ [2] الجواب الکافی ص ۵۱ عن ابن ماجہ۔

Marfat.com

فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء

دنیا اور عورتوں سے بچو اس لیے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔ (مشکوٰۃ باب النکاح)

اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام

اسلامی نقطۂ نظر کا اجمالی نقشہ بقدر ضرورت آپ کے سامنے پیش ہو چکا، اب آئیے ذرا اپنے زمانہ کی کچھ روداد سن لیجیے۔

امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز ملک مانا جاتا ہے، وہاں زناکاری کی وبا کا نتیجہ یہ

"تیس چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہیں۔ سوزاک میں نوجوان کم از کم ساٹھ فی صدی مبتلا ہیں اسمیں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں ہیں، شادی شدہ عورتوں کے اعضائے جنسی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں ا پچھتر فیصدی ایسی نکلتی ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے[1]"

امریکہ میں زنا اور اس کے نتیجے | جج لنڈسے لکھتا ہے، جو ڈنور کی "عدالت جرائم اطفا صدر ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ جرائم کا کافی تجربہ رکھتا ہے۔

"ہائی اسکول کی عمر والی چار سو پچانوے ۴۹۵ لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ا لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف پچیس ایسی ہیں جنکو حمل ٹھہر گ

اسی جج "لنڈسے" کا امریکہ کے متعلق بیان ہے۔

"امریکہ میں ہر سال کم از کم پندرہ لاکھ حمل ساقط کیے جاتے ہیں، اور ہزارہا بچے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں[3]"

اسی امریکہ کی ایک رپورٹ بھی پڑھ لیجیے اور ان سے اندازہ لگائیے کہ زناکار کیا ہوتا ہے۔ یہی "لنڈسے" جن کا قول پہلے نقل کر چکا ہوں، ان کا اپنا اندازہ ہے ہائی کی کم از کم پینتالیس فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکتی ہیں۔

آتشک سوزاک اور دوسری برائیاں | زنا کی جسمانی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے "ان

[1] پردہ از مولانا مودودی۔ ص ۶۹ [2] ایضاً ص ۷۱ [3] ایضاً۔

Marfat.com

برٹانیکا" جلد ۴ صفحہ ۵۴ کے حوالہ سے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "امریکہ کے دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے ساڑھے چھ سو (۶۵۰) دواخانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں۔ مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے جن کے پاس اکسٹھ (۶۱) فیصدی اور سوزاک کے نواسی (۸۹) فیصدی مریض جاتے ہیں۔[۱]

امریکہ میں جن عورتوں نے مستقل پیشہ اختیار کر لیا ہے ان کی تعداد کا کم از کم اندازہ چار پانچ لاکھ کے درمیان ہے قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے ہیں جو اس غرض کے لئے آراستہ کیے جاتے ہیں کہ "شریف" اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات کرنا چاہیں تو ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے اٹھتر (۷۸) مکان تھے دوسرے شہر میں تینتالیس (۴۳)۔ ایک اور شہر میں تینتیس (۳۳) ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں، بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گذر ہوتا ہے، ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ "نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔[۲]

"زنا" نے امریکہ میں یہ قیامت برپا کر دی ہے کہ بلوغ سے پہلے لڑکی لڑکے کی محبت مباشرت دونوں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور لڑکیاں قبل از وقت بالغ ہو جاتی ہیں۔[۳]

کنسے رپورٹ | ۴۸ء میں ڈاکٹر "ہنلی کنسے" نے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی ہے اور یہ رپورٹ ڈاکٹر اور ان کے ساتھیوں نے بارہ ہزار امریکی مردوں سے مل کر تیار کی ہے، اور ان کے خفیہ حالات معلوم کئے ہیں "کنسے رپورٹ" کے بموجب

"استلذاذ بالنفس" میں نوے (۹۰) فیصدی امریکی مرد زندگی کے کسی نہ کسی حصہ میں مبتلا رہے "استلذاذ بالمثل" امریکی مردوں کی ایک تہائی آبادی نے کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اس شوق کی تکمیل کی۔ گویا ستر لاکھ امریکی مرد استلذاذ میں مبتلا ہیں۔

---

[۱] پردہ ص ۶۸ [۲] ایضاً ص ۶۷، ۶۸ [۳] دیکھئے پردہ ص ۶۳۔

Marfat.com

چار فیصدی لوگ تمام عمر "امرد پرست" رہتے ہیں ہائی اسکول میں یہ زیادہ ہے۔
"استلذاذ بالضد" (زنا) پندرہ سال کی عمر تک ۲۵ فیصدی چھبیس سے چالیس سال تک ۹۰ فیصدی۔ سولہ سے بیس سال کی عمر تک غیر فاحشہ عورتوں سے اختلاط کی تعداد ۴۸ فیصدی ہے۔
"تعلیم کے اعتبار سے" جن کی تعلیم "گرامر اسکول" تک ہوتی اس میں ۸۴ فیصدی کو عورتوں سے اختلاط کا سابقہ رہا ہے۔
"ہائی اسکول" تک تعلیم پانے والوں کا تناسب غیر عورتوں سے اختلاط میں ۷۷ فیصدی ہے، اور "کالج" کے تعلیم یافتوں کا تناسب زنا میں ۴۹ فیصدی ہے۔ یہ اکیس سال عمر والوں کی تعداد ہے۔
شادی شدہ مردوں میں نصف تعداد ایسی ہے، جنہوں نے اپنی بیوی کے سوا غیر عورتوں سے دوران ازدواج میں اختلاط کیا ہے"[1]

انگلستان میں زنا کی وبا انگلستان جو اپنی جدت پسندی میں بہت مشہور ہے، اس کے متعلق ایک انگریز "جارج ایلی اسکاٹ" اپنی کتاب تاریخ الفحشاء میں لکھتا ہے۔

"پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد ان عورتوں کی بھی ہے جو آمدنی میں اضافہ کے لیے زنا کاری کے پیشہ کو بھی ضمنی طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں اب جوان لڑکی کے لیے بدچلنی اور بے باکی بلکہ سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہو گئے ہیں ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلاتکلف قائم کر لیتی ہیں، اور لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربانگاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہوں"[2]

ایک جگہ مولانا مودودی لکھتے ہیں :-
"انگلستان میں کم از کم اندازہ کے مطابق ہر سال نوے ہزار حمل اسقاط کیے جاتے ہیں شادی شدہ عورتوں میں اس کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے"[3]

---
[1] اسلام اور جنسیات، ص ۸۴، ۸۵، [2] پردہ ص ۲۷، [3] ایضاً ص ۵۲

فرانس میں بدکاری | انگلستان کے بعد تھوڑا سا حال فرانس کی بدکاری اور اس سے، نقصانات بھی سن لیجئے:-

"جنگ عظیم سے پہلے موسیو ہیولو فرانس کے اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں ان عورتوں کی تعداد پانچ لاکھ بتائی تھی جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلاتی ہیں اس پیشہ میں فن اشتہار سے پورا کام لیا جاتا ہے"[1]

"جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا ان کی تعداد پچھتر ہزار تھی۔ ایک متوسط درجہ کی چھاؤنی میں، بیک وقت ۲۴۲ سپاہی اس مرض میں مبتلا ہوئے"

ایک ماہر فرانسیسی ڈاکٹر کا بیان ہے کہ فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس کے پیدا کردہ امراض کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں[2]

یہ مختصر سے اقتباسات میں نے اس لیے پڑھنے کی زحمت دی کہ آپ غور کر سکیں کہ زناکاری کے مفاسد کیا ہوتے ہیں، اور ان سے قوم و ملک کا کتنا زبردست جانی مالی، اخلاقی اور سیاسی نقصان ہوتا ہے اور پھر یہ بھی سوچیں کہ زناکاری کی سزا میں جو امراض پیدا ہوتے ہیں وہ کتنے سخت اور مہلک ہوتے ہیں مزید یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ دنیا کا کوئی کامیاب علاج زناکاری کے "دنیاوی عذاب" سے نہیں بچا سکتا، اور ان بڑے مہذب متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے ان کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ اسلام نے جن کی طرف اشارے کیے ہیں وہ کتنے صحیح ہیں اور قوانین عفت مرتب کر کے اس نے دنیا پر کتنا زبردست احسان کیا ہے۔

تحفظ عفت و عصمت اور شادی

اتنی مہلک اور خطرناک برائی جو انسان کو ہر اعتبار سے سخت سے سخت نقصان پہنچاتی ہے اس کی روک تھام کی جس شد و مد سے ضرورت تھی وہ کسی ذی عقل سے مخفی

---

[1] پردہ صفحہ ۵۔ [2] ایضاً صفحہ ۵۷۔

Marfat.com

نہیں اور صرف روک دینا ہی کافی نہ ہوتا، جیسا کہ عیسائیوں اور دوسری قوموں میں اس کا انجام دیکھ رہے ہیں، بلکہ اس کے لئے مستقل قوانین اور ضابطہ کی ضرورت تھی اور اسلام نے یہی کیا، انسان کی فطرت کو جانچا اور اس کے مطابق علاج اور پرہیز کی تاکید کی، اسلام نے غیر مذاہب کی طرح افراط و تفریط کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ انسانی مزاج کو پرکھ کر اعتدال کا طریقہ پسند کیا۔

نکاح کا حکم زنا کے نقصانات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد و عورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو، ضرور شادی کریں کہ عفت و عصمت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب یہی ہو سکتا ہے۔ رب العزت نے شادی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ (نور۔ ۴)

اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اسکا بھی۔

ایامی، ایم کی جمع ہے، اسکا استعمال مرد و عورت دونوں کیلئے ہے جس مرد کی بیوی نہ ہو اس کو بھی ایم کہتے ہیں اور جس عورت کا شوہر نہ ہو اس کو بھی ایم کہتے ہیں، پھر چاہے سرے سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو، یا شادی ہوئی تھی مگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہو گیا "رجل ایم" بھی کہا جاتا ہے اور "امرأة ایم" بھی[1]

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تفسیری ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

"یعنی احرار میں جو بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت، اور خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات و طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو تم ان کا نکاح کر دو۔ اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس نکاح کے لائق ہو یعنی حقوقِ زوجیت کو ادا کر سکے اس کا بھی، نکاح کر دیا کرو، اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے باوجود غلام، لونڈیوں کو ضرورت ہونے کے ان کی مصلحت کو فوت مت کیا کرو"[2]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے اور ان تمام مرد

---

[1] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۶۔ [2] بیان القرآن جلد ہشتم ص ۱۷۔

Marfat.com

و عورت کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے جن کو شادی کی ضرورت ہوتی کہ غلام جو بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ ان کی بھی شادی ضروری ہے اگر ان میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور پھر اس ذمہ داری کو رب العزت نے قوم کے سر ڈالا ہے تاکہ اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو اور اشارہ کیا گیا ہے کہ شادی کے جو فائدے ہوتے ہیں اس سے پوری قوم مستفید ہوتی ہے، اور شادی نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں، ان کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے، کوئی ذی عقل انسان اس بات سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کہ جائز شادی کا رواج اگر بند کر دیا جائے تو پوری قوم کے اخلاق گندے ہو جائیں گے۔ اس آیت کے اگلے حصہ میں رب العزت نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ کسی موہوم خدشہ کو حیلہ بنا کر اس نیک رشتہ کے قائم کرنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے جس پر آگے بحث ہو گی۔

اس آیت سے اتنی بات بہر حال کھل کر معلوم ہو گئی کہ جو مرد یا عورت شادی کے لائق ہو ان کی شادی کر دی جائے، اور یہ شادی کرنے کی ذمہ داری ولی کے سر بھی ہے اور قوم کے مضبوط دوش پر بھی، کوئی اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

نکاح فقہا کی نظر میں بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ شادی کرنا واجب ہے اور کوئی شبہ نہیں احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جنسی میلان حد برداشت سے جب باہر ہو جائے، اور خطرہ شرعی حدود کے توڑ دینے کا سامنے آجائے یعنی ظن غالب اس خطرہ میں مبتلا ہونے کا ہو تو اس وقت نکاح کرنا مومن کیلئے واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بے تابی حد سے نہ گزری ہو تب نکاح سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح اگر ظن غالب ہو کہ حقوق زوجیت ادا نہ ہو پائیں گے تو اس وقت نکاح کی قید میں اپنے آپ کو مقید کرنا شرعًا ناپسندیدہ یعنی مکروہ ہے بلکہ حقوق زوجیت کے متعلق عجز کا جسے یقین ہو، ایسے آدمی کیلئے تو نکاح حرام ہے۔

نکاح میں تحفظ عفت بہر حال مذکورہ بالا قرآنی حکم کے سوا حدیثوں میں بھی بڑا ذخیرہ ہے، ان میں شادی کی تاکید و ترغیب پائی جاتی ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شادی کرنے والوں پر ضروری ہے کہ جو بھی وہ شادی کی ضرورت محسوس کریں شادی کر لیں، آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج (بخاری کتاب النکاح)	اے نوجوانوں کی جماعت تم میں جو اسباب جماع کی قدرت رکھتا ہو اسکو نکاح کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بہت بچاتا ہے

اس حدیث میں جہاں نوجوانوں کو شادی کا حکم دیا گیا ہے، وہاں شادی کے فائدے بھی بیان کر دیئے گئے ہیں کہ شادی سے عفت و عصمت پیدا ہوگی اور حرام کاری سے آدمی بچ جائے گا، اور گو خطاب حدیث میں نوجوان ہی کی طرف ہے لیکن جنسی میلان میں جن کے فتور اور ضعف کی کیفیت پیدا نہ ہوئی ہو گو نوجوان نہ بھی ہوں ان کو بھی کرنا چاہیئے۔

نکاح اور افزائش نسل دوسری حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تزوجوا الولود تناسلوا فانی مباہ بکم الامم یوم القیامۃ (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۶)	بہت جننے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ اس لیے کہ قیامت کے دن تمہاری وجہ سے مفخر کرونگا۔

اس حدیث میں نکاح کا بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ مقصد بھی نکاح کا بیان کیا گیا ہے کہ شادی کا منشا توالد و تناسل اور نسل انسانی کی بقا ہے تاکہ قوم کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو مشکوٰۃ میں ایک حدیث ان لفظوں سے نقل کی گئی ہے۔

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (کتاب النکاح)	خوب محبت کرنیوالی اور بہت سے بچے دینے والی عورت سے شادی کرو اسلیئے کہ تمہاری کثرت سے اور امتوں پہ فخر کرونگا۔

اس حدیث میں تکثیر نسل کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شوہر سے محبت و الفت کرنے سے انسان بہت ساری برائیوں سے بچ جاتا ہے، بلکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا سے وصاف جائے اور اس کا دامن عفت و عصمت ملوث نہ ہو تو اس کی شکل یہی ہے۔

من اراد ان یلقی اللہ طاھرا مطھرا فلیتزوج الحرائر (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے اسکو شریف عورتوں سے شادی کرنا چاہیئے۔

اس حدیث میں شادی سے عفت و عصمت اور پاکدامنی حاصل ہوتی ہے اسکا بڑا بلیغ

Marfat.com

بیان ہے بلکہ اس میں جو الفاظ آئے ہیں، ان سے سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شادی کرنے سے اللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بھی آدمی کو بچالیتا ہے اور یہ کہ شادی ذریعہ بن جاتی ہے شادی کرنیوالے کی ہدایت کا بھی اور پھر نجات کا بھی۔

دیکھا بھی گیا ہے کہ جس کی شادی نہیں ہوتی، اور جائز طور پر جنسی میلان پورے نہیں کرتا وہ عموماً مختلف گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے خواہ ان گناہوں میں غیر ارادی طور پر ہی لوگ کیوں نہ مبتلا ہو جاتے ہوں، لیکن شادی شدہ آدمی کے پاس چونکہ بچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لئے عموماً ان گناہوں سے اس کا رشتہ خود بخود کٹ جاتا ہے، بخلاف ان لوگوں کے جو شادی بھی نہیں کرتے اور پاکدامنی کی زندگی بھی گزارنا چاہتے ہیں خواہ مخواہ کشمکش کی ایسی زندگی گزارتے ہیں جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ کس وقت ان سے کیا حرکت سرزد ہو جائے۔

ایک حدیث میں نکاح کو "نصف دین" سے تعبیر کیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے

اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	بندہ نے جب شادی کر لی تو اس نے نصف دین پورا کر لیا۔

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ گناہوں کے بڑے حصہ کا تعلق جنسی میلانات ہی سے ہے۔ شرعی اور آئینی حدود میں اپنے آپ کو جکڑ دینے کے بعد اسباب کی حد تک بے راہ روی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔

نکاح رسولوں کی سنت ہے | حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نے شادی کی میں نے جواب دیا نہیں۔ انہوں نے کہا۔

تزوج فان خیر ھذہ الامۃ کان اکثرھم نساء یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جمع الفوائد کتاب النکاح عن البخاری)	شادی کرو کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر فرد بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت شادیاں کیں۔

پھر یہ بھی مسلم ہے کہ نکاح تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی سنت رہی ہے اور تقریباً تمام رسولوں نے شادیاں کی ہیں، اور بال بچوں والی زندگی گزاری ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ	اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول

Marfat.com

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً (الرعد۔۶) جیسے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیے

غیر شادی شدہ آنحضرت کی نظر میں ایک دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہیں ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا، گو وہ کثیر المال ہو تب بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں گو وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ (اگر بیوی نہیں ہے وہ مسکین ہے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا وہ عورت مسکین ہے جس کا شوہر نہیں ہے، لوگوں نے پوچھا، یارسول اللہ! اگرچہ اس کے پاس بہت کچھ مال ہو تب بھی مسکین ہی ہے" آپ نے فرمایا "ہاں تب بھی وہ مسکین ہے[1]

یہ اور اس طرح کی بیسیوں حدیثیں ہیں، جو صراحتاً نکاح کی ترغیب دیتی ہیں، ان تمام حدیثوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، کہ اسلام میں عقد ازدواج پر کتنا غیر معمولی اصرار کیا گیا ہے مقصد وہی ہے کہ جنسی میلان کو حدود میں رکھ کر افزائش نسل کا ذریعہ بھی اس کو بنایا جائے اور عصمت و عفت کے انمول سرمایہ کی حفاظت کا بھی واحد ذریعہ یہی ہے

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ۔

ويتزوج لكسر الشهوة واعفاف النفس وتكثير النسل (فتح الباری۔ پ۲۱ ص ۲۷)

شادی شہوت توڑنے، نفس کو عفیف بنانے اور نسل کی کثرت کے لیے کی جاتی ہے۔

رہبانیت پیغمبر اسلام کی نظر میں یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ نکاح سے بعض لوگ پرہیزی کو بہتر سمجھتے ہیں تو ان کو فہمائش کر کے شادی کر لینے پر آمادہ کیا۔ حدیث میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے عورتوں سے کنارہ کشی کر لی، اور خصی ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ شہوت کی زحمت سے نجات پا جائیں اور فارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور رات دن اسی میں مشغول رہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، تو آپ نے ان کے اس جذبہ کی تردید فرمائی اور بالآخر حضرت عثمان بن مظعونؓ کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا[2]

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئے، اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ ان سے آپ کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی سن کر انہوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ آپ

[1] جمع الفوائد کتاب النکاح جلد۱ ص ۲۱۶ [2] مشکوٰۃ کتاب النکاح

Marfat.com

اس عبادت کو کم سمجھ رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے کہا بھی کہ کہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سارے گناہ رب العزت نے معاف کر دیئے، اور کہاں ہم سراپا گنہگار۔ ایک نے کہا میں بھر نماز پڑھا کرونگا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا تیسرے نے کہا "میں عورتوں سے علیحدہ رہونگا، اور شادی سے ہمیشہ پرہیز کرونگا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی جب اطلاع ہوئی تو آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے باتیں کہی ہیں؟ پھر فرمایا سنو! خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں لیکن باایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں یعنی روزے نہیں بھی رکھتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں پس جو بھی میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ لہ

اس حدیث کے اخیر حصہ سے مجھے ثابت کرنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تنبیہ کی جنہوں نے فخر کے انداز میں کہا تھا کہ عورتوں سے علیحدہ رہیں گے اور شادی سے پرہیز کریں گے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمل پیش فرما کر ان کے خیال کی تردید کی اور اخیر میں فرمایا۔

واتزوج فمن رغب عن سنتی فلیس — میں شادی کرتا ہوں، پس جو میرے طریقہ سے اعراض منی (بخاری باب الترغیب النکاح) — کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عکاف بن بشر تمیمی رضی اللہ عنہ ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اے عکاف! تمہارے بیوی ہے؟ حضرت عکاف نے جواب دیا: نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: لونڈی؟ حضرت عکاف نے کہا یہ بھی نہیں۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا، صلاحیت رکھنے ہو اور خوش حال بھی ہو پھر باایں ہمہ تم نے شادی سے گریز کیا۔

اذا انت من اخوان الشیاطین (جمع الفوائد کتاب النکاح عن احمد) تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔

پھر بعد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی کرادی۔

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خدمت نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ

لہ بخاری کتاب النکاح

Marfat.com

میں ایک جوان مرد ہوں، زنا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں، اور اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ شادی کر سکوں ان کا منشا یہ تھا کہ خصی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے پھر یہی عذر بیان کیا، اور اجازت کی درخواست کی اب کی دفعہ بھی آپؐ نے خموشی ہی اختیار فرمائی۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت ابوہریرہ نے اپنا سوال دہرایا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خموشی توڑی اور فرمایا: اے ابوہریرہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا جا چکا ہے۔ تم خصی ہو یا نہ ہو۔ پھر تم خواہ مخواہ ایک موہوم خدشہ کی وجہ سے غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو؟ اسی بنیاد پر اپنے آپ کو خصی بنا لینا اسلام میں ناجائز ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو سختی سے اس بات سے منع کرتے تھے کہ ہم عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور فرماتے کہ تم لوگ شادی کرو۔[۲]

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی ذمہ داریوں کے قبول کرنے کی اجازت کسی کی معاشی حالت اگر نہ دیتی ہو تو ایسوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ روزے رکھ کر جنسی میلان کے زور کو توڑ دیں لیکن اختصا یعنی اپنے آپ کو خصی بنانے کی اجازت اسلام میں نہیں دی گئی۔ روزہ ہی کو خصی بنانے کا قائم مقام قرار دیا گیا۔

بہر حال پیغمبر اسلام نے اس شد و مد سے نکاح سے کنارہ کشی کرنے والوں کی اس تردید فرمائی کہ یہ اقدام نہایت غلط تھا اور اسلام کی روح کے خلاف۔ ایک ایسی نعمت جو تعالیٰ نے انسانوں کو ودیعت کی ہے، اس کا یہ کسی طریقہ سے مناسب نہ تھا۔ اگر خدانخواستہ یہ بات اس وقت رد نہ کی جاتی تو آج اس کا بڑا خطرناک انجام ہوتا۔

پاکیزہ نفس عورت رسول اللہؐ کی نظر میں

اسلام کا نقطۂ نظر ان ہی وجوہ سے عورت کے متعلق ان راہبانہ نظریات سے بالکل مختلف ہے جن کا ذکر عیسائی رہبانوں کے حوالہ سے کر چکا ہوں۔ بجائے زہر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[۱] بخاری باب ما یکرہ من التبتل۔ [۲] بلوغ المرام لابن حجر کتاب النکاح

Marfat.com

الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ (مسلم باب الوصیۃ بالنساء) — پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے۔

جس دین میں عورت دنیا کی بہترین نعمت ہو اس میں یہ کیونکر برداشت کیا جا سکتا ہے اسکو ناپاک قرار دے دیا جائے اور اس سے کنارہ کشی کا حکم فرما دیا جائے، باقی یہ سوال کہ نیک عورت دنیا کی بہترین پونجی کیوں ہے؟ سوچا جائے تو آسانی سے بات سمجھ میں آسکتی ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عورت مرد کو بہت سے خطرات اور غلطیات وسیئات سے محفوظ رکھتی ہے طبیعت کو اس سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور فطری بےچینیوں کے ازالہ کا ذریعہ وہی ہے، اور ایک مسلم بات ہے کہ انہی امور کے حصول کے بعد کوئی آدمی یکسوئی سے کوئی نیک کا انجام دے سکتا ہے اور برائیوں سے بچ سکتا ہے ورنہ نفسانی خواہشات کی ادھیڑ بُن سے فرصت ملنا محال ہے ایک مرتبہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نسائی کتاب عشرۃ النساء) — دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا۔

ترغیب نکاح کے ساتھ وعدۂ غناء

اوپر کی حدیثوں کو غور سے پڑھا ہوگا کہ اسلام انسان کو اور خصوصیت سے اپنے پیرو کو جائز طور پر شادی کرنے کی بےحد ترغیب دیتا ہے اور یہ بھی سن چکے کہ ناقابل برداشت حد تک جنسی میلان کا تقاضا پہنچ جائے تو نکاح اسلام میں واجب ہو جاتا ہے۔ فقہاء اسلام کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ مسئلہ کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معاشی خطرات کو خواہ مخواہ محسوس کر کرکے نکاح سے جو کترانا چاہتے تھے، قرآن میں انہی کو حکم دیا گیا ہے کہ

اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (نور ۴) — اگر وہ مفلس ہونگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیگا اور اللہ کشائش والا ہے۔

معاشی مسائل کے متعلق صرف عقلی مشوروں پر چلنے والے جن اوہام اور وساوس میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، وہی اکثر سوچتے ہیں کہ "شادی کیسے کریں"؟ افلاس نے گھر میں ڈیرہ ڈال

Marfat.com

رکھا ہے، بیوی اور پھر بال بچوں کی خوراک و پوشاک کا کیا نظم ہوگا۔

اس قسم کی تنگ خیالیوں کے معاملہ میں سبحانہ تعالی کی طرف سے دلاسا اور تسلی دی گئی ہے کہ اس مسئلہ کو اتنا پریشان کن نہ بناؤ، رزق کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے بار بار قرآن میں اطمینان دلایا گیا ہے کہ۔

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق-۱) اور وہ اسکو رزق دیتا ہے جہاں سے اسکو خیال بھی نہیں گ

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (الانعام) ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے۔

مطلب یہی ہے کہ حال پر مستقبل کو قیاس نہ کرنا چاہیئے "الرزاق ذوالقوۃ المتین" اعتماد کرکے چاہیئے کہ نکاح کا زمانہ جب آجائے تو آدمی نکاح کرلے اور اس مسئلہ کو خدا کے کر دے، بیوی اور پھر بال بچوں کے نان نفقہ کا سامان من جانب اللہ ہو گا ممکن ہے بیوی شرکت سے خیر و برکت بڑھ جائے، بیوی کا خاندان امداد کرے یا کسی جائز ذریعہ معاش کا بند کر دے خود شادی کرنے والے میں شادی کے بعد مستعدی اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہے کبھی خود بیوی ہاتھ بٹاتی ہے اور کبھی اس طرح کا کوئی دوسرا سامان فراہم ہو جاتا ہے

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس ٹکڑے کے تفسیری ترجمہ میں فرماتے ہیں

"اور احرار کے نکاح میں اس اپنے عزیز یا عزیزہ کے شوہر یعنی پیغام دینے والے کے فقر، افلاس بالفعل کو جبکہ بالقوۃ اس میں مادۂ اکتساب و خدمت عیال کا ہوتا ہے، مت سمجھا کر دکیونکہ اگر وہ لوگ مفلس ہونگے تو خدا تعالی اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیگا پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا اس کا دار و مدار مشیت پر ہے، اگر فقر کے ساتھ مشیت متعلق ہو جائے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو جائے گا اور اگر غنا کے ساتھ مشیت متعلق ہو جائے تو باوجود نکاح ہونے کے بھی ہو گا پس ایسے ارتباطات وہمیہ باطلہ پر کیوں نظر کی جائے اور اللہ تعالی وسعت والا ہے جس کو چاہے غنی کر دے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے جس کو غنا کا اہل دیکھے غنی کر دے جس کو فقر کا اہل جانے فقیر کر دے[1]

---

[1] بیان القرآن جلد ہشتم ص۱۷۔

Marfat.com

فقر فاقہ کے شبہات و شکوک کا حل اس تفسیری ترجمہ سے انسان کے ان سارے شکوک کے جواب مل جاتے ہیں جو انسانی عقل میں پیدا ہو سکتے ہیں باوجود اختصار اس میں ہر پہلو کا لحاظ رکھا گیا ہے نکاح کے بعد بھی اگر کسی کا فقر قائم نظر آئے، اس کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ دراصل مشیت الٰہی سے متعلق ہے مگر چونکہ یہاں پہنچ کر انسان کو خصوصیت سے فقر و افلاس کے شبہات پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس موقعہ پر قرآن پاک نے خصوصیت سے اس موہوم خطرہ کا تذکرہ کر کے اس سے انسان کو نکالنے کی سعی کی ہے۔ قرآن پاک نے ایک دوسری جگہ بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ (توبہ-۴) — اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ اپنے فضل سے تم کو اگر اس نے چاہا غنی کر دے گا۔

اس آیت میں بھی غنا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موہوم فقر سے ڈر کر ضروری کام چھوڑنا نہیں چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فقر کے بعد بھی غنا پیدا کر دیتا ہے، بہر حال ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ رب العزت نے انسان کو شادی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، فقر کو حیلہ بنا کر نکاح سے کترانا بیہودہ خیال قرار دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر وعدہ کیا ہے کہ اگر اس میں استعداد و صلاحیت ہے اور اس نے فوری محتاجی اور تنگ دستی کے خطرات کو دل سے نکال ڈالا ہے تو ایسی حالت میں وہ کوئی نہ کوئی سامان ضرور کر دیگا۔ ہاں انسان کا فریضہ ہے کہ وہ حصول رزق کے لئے تدابیر اختیار کرے اور اس کے لئے جد و جہد کرے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم)

صحابہ کرام کا تاثر قرآن پاک کی اس آیت (ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ) کو پڑھ کر حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نکاح کی رغبت دلاتا ہے، اور اس شخص کو شادی کا حکم دیتا ہے جس میں شادی کی صلاحیت پائی جائے اور ساتھ ہی غنا کا وعدہ فرماتا ہے[1] حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے اس پر عمل کر دا اور رب العزت کی جا سکے اس امر میں اطاعت کرو اس سلسلہ میں اس نے تم سے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے پورا کریگا[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۳ صفحہ ۲۸۶ ۔ [2] ایضاً

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شادی کے ذریعہ غنا تلاش کرو، اس لیے کہ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

التمسوالغنیٰ فی النکاح (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۶) غنا نکاح میں تلاش کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثلاثۃ حق علی اللہ عونھم المکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید العفاف والمجاھد فی سبیل اللہ۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

جن کی مدد اللہ پر لازم ہے تین ہیں۔ ایک مکاتب جو ادا کا ارادہ رکھتا ہے، دوسرا نکاح کرنے والا جو عفت و پاکدامنی کا ارادہ کرتا ہے اور تیسرا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عورتوں سے شادی کرو وہ تمہارے یہاں مال و دولت لانیکا ذریعہ ثابت ہونگی یعنی اللہ تعالیٰ اس کی آمد کی وجہ سے روزی میں برکت دے گا۔[1]

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے شادی کرے اور دل میں اس کی خوشنودی کا جذبہ رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس شخص کی مدد کرے اور اس کو برکت عطا کرے۔[2]

حالت فقر میں اجازت نکاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے فقر کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو نکاح کرنے کا حکم فرمایا۔[3] ماحصل یہ ہے کہ فوری فقر اور تنگ دستی کا خود رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بالکل خیال نہیں فرمایا اور نہ اس کی وجہ سے کسی کو نکاح کی اجازت دینے میں پس و پیش فرمایا حدیث کی کتابوں میں واقعات مذکور ہیں کہ آپ نے فوری فقر میں صحابۂ کرامؓ کو شادی کا حکم دیا، کسی کے پاس کچھ نہ تھا صرف لوہے کی ایک انگوٹھی تھی اور آپ نے اسے شادی کا حکم دے دیا، کسی صحابہ کی تعلیم قرآن پر شادی کرا دی جس کے پاس اس کے سوا کوئی دولت نہ تھی۔ کوئی خدمت نبوی میں آیا اور شادی کی خواہش ظاہر کی اور اس کے پاس ایک ازار (لنگی) کے سوا کچھ نہ تھا، آپ نے اسے شادی کی اجازت دے دی کسی نے اپنی بیوی

[1] جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۱۶ [2] ایضاً کتاب النکاح [3] حاشیہ بیان القرآن۔ ج ۸ ص ۱۰۔

Marfat.com

کو صرف جوتی دی اور آپ نے شادی کی اجازت مرحمت فرما دی حدیہ ہے کہ ایک لپ ستو اور کھجور پر شادی کی اجازت دی ہے۔

ان حدیثوں کو پیش کر کے کہنا ہے کہ عہد نبوی میں خود ذات برکت سراپا رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کے واقعات پیش آئے جو بتاتے ہیں کہ تنگ دستی اور فقر و فاقہ کے اس عالم میں شادی کی اور کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت دی اور رزق کا سامان فرمایا۔

اسلام نے شادی کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ اور پیغمبر اسلام نے لوگوں کی شادی ایسی تنگدستی میں کیوں کرائی؟ سوچا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ سارا اہتمام اس لیے عمل میں آیا کہ عفت و عصمت کی پاکیزہ زندگی میسر آئے اور اس طرح جائز طور پر بچے پیدا ہوں جس سے پاکبازی پھیلے، اور پھر دنیا میں اخلاق اور عزت و آبرو کی مٹی پلید نہ ہو سکے۔

نکاح سے بالکل مجبوری کی حالت میں عفت کی تاکید

ہاں انسان میں جب شادی کی بالکل صلاحیت نہ ہو، نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ وہ دائمی طور پر مجبور ہو یا اس کو بیوی نہ مل سکے تو ایسی حالت میں اسلام نے اجازت دی ہے کہ اس وقت تک شادی روکی جا سکتی ہے جب تک انسان میں صلاحیت اور استعداد نہ آ جائے، یا بیوی نہ مل جائے۔ مگر اس حالت میں بھی اسے عفت اور پاکدامنی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (نور۔ ۴)

ایسے لوگ جن کو نکاح کی استعداد نہیں ہے وہ ضبط کریں تا آنکہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام نے رشتہ ازدواج پر زور ڈالا ہے اور بالکل مجبوری کی حالت میں حکم دیا ہے کہ ضبط نفس اور پاکدامنی سے کام لے اور ضبط نفس کی جو جائز صورت ہو عمل میں لائے، رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے مجبور آدمی کے لیے حکم دیا ہے کہ روزہ رکھ کر خواہشات نفسانی کا زور توڑے، ایسا نہ ہو کہ شہوت کا غلبہ کہیں بدکاری پر آمادہ کر دے۔

ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه — جو شخص اسباب جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو، اس پر

ان واقعات کے لیے دیکھیے مشکوٰۃ باب الصدق یا بخاری و مسلم میں باب المہر وغیرہ۔

Marfat.com

روزہ لازم ہے کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح) وجاء

کتب حدیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق تذکرہ ملتا ہے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے شادی نہ کر سکے، حالانکہ نکاح کی ان کو ضرورت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور انہوں نے اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھا جب اللہ تعالیٰ نے شادی کا سامان فراہم کر دیا تو پھر انہوں نے شادی کر لی۔

شادی سے اجتناب اور اس کے نقصانات

نکاح کا یہ تاکیدی حکم مصلحت و حکمت پر مبنی ہے انسان کی سرشت میں جنسی میلان رکھا گیا ہے، بلوغ کے بعد اس میلان کے آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے، اور بتدریج شدت پذیر ہوتے ہوئے، تقاضے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے، سوتے جاگتے چلتے پھرتے، اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی احساس کو اپنے اوپر غالب و مستولی پاتا ہے، دل اور عقل میں جنگ جاری رہتی ہے طبیعت حدود کی پرواہ کئے بغیر ابھارتی ہے کہ خواہش پوری ہو، خواہ جس ذریعہ سے بھی ہو عقل خواہش پر لگام لگاتی ہے، الغرض طبیعت اور عقل کی اس کشمکش میں کبھی عقل کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی طبیعت ہی عقل کو دبا دیتی ہے، غیر ازدواجی زمانہ خصوصاً ایام شباب میں یہی کشمکش ہے جس سے گزرنے والے گزرتے رہتے ہیں۔

مگر انسان جب شادی کر لے اور جائز راستہ حصول خواہش کے لئے پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس خود آفریدہ کشمکش سے نجات پا جاتا ہے اور لاحاصل خیالات کی ادھیڑ بن سے محفوظ ہو کر وقت کو صحیح مصارف میں صرف کرنے کا موقع خود بخود مل جاتا ہے طمانیت اور یکسوئی میسر آتی ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو کام یکسوئی اور دل کی طمانیت کے ساتھ انجام پائے گا وہی نتیجہ خیز ہو گا۔

مقاصد نکاح | زن و شو کے باہمی جنسی تعلقات کے تین ضروری مقاصد بیان کئے گئے ہیں یعنی نسل انسانی کے اجرا کا یہ ذریعہ ہے یہ تو خیر عام بات ہے، قیام قیامت تک آدمی کا وجود اسی کا رہین منت ہے، پہلی بات تو یہ ہوئی، دوسرا طبی نفع بھی کہ مادہ تولید اگر جسم سے خارج

Marfat.com

نہ ہو تو طرح طرح کے امراض کا خطرہ رہتا ہے اور طبعی تقاضے کی تکمیل سے لذت و سرور یہ تیسرا فائدہ ہے ماہرین ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب جماع بھی ہے۔[1]

مادۂ تولید اور اس کا اخراج | جالینوس کا قول ہے کہ مادۂ تولید پر آگ اور ہوا غالب ہے اور اس کی طبیعت گرم و تر ہے، اس کا فاضل حصہ جب بھی روک لیا جاتا ہے اور اسی طرح ایک عرصہ تک رکا رہتا ہے تو اس سے خراب قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں کبھی وسواس کی بیماری ہوتی ہے کبھی جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی مرگی کی بیماری پیدا ہوتی ہے نیز مادہ تولید کا اخراج معتدل صحت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے، بہت سی بیماریوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے ورنہ رکاوٹ سے ایک زہریلا مادہ تمام جسم میں دوڑ جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے زیادتی کے وقت انسانی طبیعت اس کے باہر نکالنے پر مجبور ہوتی ہے۔[2]

"نفیسی" جو طب کی مشہور کتاب ہے اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت سے مقاربت اس وقت کرنا چاہیے جب طبعی خواہش پوری قوت سے اس کی متقاضی ہو طبیعت کا دافعی تقاضا ہو، تکلف اور جبری تصورات و خیالات کا نتیجہ نہ ہو، علامت طبعی تقاضے کی یہ ہے کہ مادہ تولید میں گویا اضطراب والتہاب کی کیفیت محسوس ہو، بے قراری کا سا حال طاری ہو جائے یہی مقاربت کا صحیح وقت ہے، ورنہ بغیر اس کے صحت کو اس فعل سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔ آخر میں علامہ نفیسی لکھتے ہیں کہ

وحینئذ لابد من الجماع ودفع المنی لانہ اذا ترک وکثرت الاوعیۃ خنق الحار الغریزی واطفأہ فیلزم ذالک ان یبرد ویبترد البدن (نفیسی۔ ص ۴۱۳)	اور اس وقت مقاربت اور مادۂ تولید کا خارج کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اسے ترک کر دیا جائیگا اور وہ ظرف میں زیادہ ہو جائیگا تو حرارت غریزی کا یہ گلا گھونٹ دیگا اور اسے بجھا دیگا اور لازم ہوگا کہ وہ خود ٹھنڈا پڑ جائے اور بدن کو بھی ٹھنڈا کر دے۔

مادۂ تولید کا حبس اور اس کے نقصانات | نقصانات یہیں ختم نہیں ہو جاتے، بلکہ اور بھی

[1] زاد المعاد۔ ج ۳۔ ص ۱۴۶ [2] ایضاً۔

Marfat.com

مفاسدہ پیدا ہوتے ہیں۔

وقد یستحیل المنی الی طبیعۃ سمیۃ و	مادہ تولید زہرآلود طبیعت میں بدل جائے گی اور
یرسل الی القلب والدماغ بخارًا	یہ زہرآلود مادہ دل اور دماغ کی طرف زہرآلود ردی
ردیا سمیا یوجب الغشی والصرع	بخار کو روانہ کریگا جو غشی مرگی اور اس طرح کی دوسری
ونحوھما (نفیسی۔ ص ۲۱۳)	بیماریوں کا موجب ہوگا۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ "مادۂ تولید جو خود نکلنے کے لئے بے چین ہو، تو اس کو خارج کرنا ضروری ہے تاکہ وہ غذا قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکے [1]

علامہ ابن القیمؒ نے بہت درست لکھا ہے کہ مقاربت سے بالکل کنارہ کش نہ ہونا چاہیئے ورنہ جس طرح اس کوئیں کا پانی خراب ہو جاتا ہے جس کا پانی نکالا نہیں جاتا، یہی حشر کلی پرہیز کا بھی ہوگا۔ محمد بن زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ترک مقاربت سے اگر وہ کچھ عرصہ قائم رہے تو اعصاب کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، اس کے سوتے بند ہو جاتے ہیں اور نسلی عضو سکڑ کر رہ جاتا ہے [2]

ایک موقع پر علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

وربما غلبت علی الرجل شھوتہ	مرد پر جنسی میلان کا تقاضا بسا اوقات مستولی ہو جاتا
فیتضرر بالتاخیر فی بدنہ او فی	ہے اگر اس تقاضے کی تکمیل میں تاخیر سے کام لیا جائیگا
قلبہ او فی بصرہ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۰)	تو نقصان بدن کو بھی پہنچتا ہے اور دل کو بھی بینائی کو بھی۔

ان تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ شادی کرنا ضروری ہے کیونکہ مادۂ تولید کا اخراج تقاضے کی شدت کے وقت نہ کیا جائیگا تو صحت بھی بگڑتی ہے اور اس کے سبب کئی دینی و دنیوی نقصانات کا آدمی نشانہ بن جاتا ہے۔

آوارگی اور زنا کا راستہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"مادۂ تولید کی پیداوار میں جب زیادتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا بخار دماغ کی طرف چڑھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت عورتوں کو دیکھنا آدمی کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور ان کی محبت دلوں میں جگہ بنانے لگتی ہے، اس بخار کا ایک حصہ شرمگاہ کی طرف بھی آتا ہے

---

[1] نفیسی۔ ص ۲۱۲ [2] زاد المعاد ج ۳ ص ۱۴۶۔

Marfat.com

جس کی وجہ سے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی ہے، اور مقاربت کی قوت ابھرتی ہے اور یہ عموماً نوجوانی کے دور میں ہوتا ہے۔ اور شادی نہ ہونے کی صورت میں بالآخر یہ چیز زنا کے لئے ابھارتی ہے، اس کے اخلاق گندے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور ایک دن شہوت اسے، بڑے خطروں میں ڈال دیتی ہے۔[1]

ہم بستری کے فائدے | رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

یامعشر الشباب من استطاع منکم	اے جماعت نوجوانان! تم میں سے جو اسباب مقاربت
الباءة فلیتزوج فانہ اغض للبصر	پر قدرت رکھے اس کو چاہیئے کہ وہ نکاح کرے نکاح
واحصن الفرج (مشکوۃ من البخاری و مسلم)	ناجائز دید کی روک ہے اور شرمگاہ کا محافظ ہے

جالینوس نے اپنی کتاب حفظ الصحۃ میں لکھا ہے کہ

"بیوی سے اختلاط مخصوص اعتدال کے ساتھ تندرستی کے مختلف ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے اور بہت سے امراض کی شفا ہے۔"[2]

علامہ نفیسی لکھتے ہیں۔

"مقاربت کرنے سے حرارت غریزی بڑھتی ہے اور یہ فعل بدن کو غذا قبول کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے، انسان کو خوش رکھتا ہے، غصہ کو توڑتا ہے، بیہودہ خیالات کو دور کرتا ہے اور بہت سے سوداوی اور بلغمی امراض کے لئے مفید ہے ترک مقاربت صحت کے لئے مضر ہے۔ اور اس سے پرہیز کرنے والا بہت سی تکلیف دہ اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[3]

جائز ہمبستری اور تزکیہ قلب | حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ اپنے ایک ارادتمند کو لکھتے ہیں:۔

اما قولکم ان الباطن مع الاشتغال	تمہارا یہ کہنا کہ شادی کرنے کے بعد باطن کی صلاح
بالزوجۃ لا یمکن فلا اکاد اسلمہ،	ناممکن ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا کیونکہ مقاربت
فان الجماع یصفی القلب ویزیل الکدورت	دلوں کو جلا بخشتی ہے اور روحانی آلائشوں کو صاف
الروحیۃ وقد قال شارح کتاب	کرتی ہے۔ قاضی عیاض کی کتاب کے شارح نے

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ۔ ج ۲ ص ۱۲۲ [2] حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۱۲۲ [3] نفیسی ص ۲۱۵۔

القاضی عیاض "کل شھوۃ یسود القلب الا الجماع فانہ یزید صفاء" (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۱۳۱) کہا ہے کہ "ہر شہوت قلب کو سیاہ کرتی ہے مگر ایک مقاربت کا فعل کہ اس سے دل کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔

ہمبستری میں اعتدال مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اعتدال کے حدود کو توڑ کر اسی مشغلہ میں آدمی ڈوب جائے کیونکہ یہ بے اعتدالی بھی سخت مضر ہے۔ اوپر جالینوس اور نفیسی کے جو اقوال نقل کیے گئے ہیں اس میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ اس فعل میں اعتدال کا لحاظ ازبس ضروری ہے صادق اور سچے تقاضے کے بعد ہی یہ مفید ہے، ورنہ خواہ مخواہ زور وجبر سے آمادہ ہو کر اس میں مشغول ہونا حد سے زیادہ مضر ہے نفیسی لکھتے ہیں:-

والافراط فی الجماع یسقط القوۃ و یضر العصب فیوقع فی الرعشہ والفالج والتشنج ویضعف البصر (ص ۲۱۶) مقاربت کی کثرت قوت کو گھٹاتی ہے، رگ پٹھوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پھر رعشہ، فالج اور تشنج اس سے پیدا ہوتا ہے اور بینائی کی قوت کمزور ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ مقاربت کی زیادتی انسان کو سخت نقصانات میں ڈالتی ہے۔ اس سے پرہیز بڑی حد تک ضروری ہے، اس حد تک رہے جو اس کی صحت کے لئے مفید ہو اور دین کے کاموں میں الجھنوں سے محفوظ رکھے۔

ناجائز راستوں کا ترک اور اس کا عبرتناک انجام اتنی بات جب ثابت ہو چکی کہ مادۂ تولید کا خارج ہوتے رہنا صحت کے لئے ضروری ہے، قدرت نے جو فطری طریقہ اس کے اخراج کا مقرر کر دیا ہے اس سے انحراف کر کے جو مادۂ تولید کو غیر فطری راہوں سے نکال نکال کر برباد اور ضائع کرتے ہیں ان کو قدرت کے انتقام سے ڈرنا چاہیئے، آدمی آئندہ نسلوں کا امین ہے اس امانت کے ساتھ خیانت ہولناک مستقبل کو سامنے لاتا ہے اتنا ہولناک جس کا اندازہ اس وقت نہیں ہوتا جس وقت خیانت کرنیوالے اس امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں اور غیر فطری راہوں سے اس کو ضائع کرتے ہیں۔

محمد بن زکریا کا بیان ہے کہ ایک جماعت جس نے مقاربت کا فطری طریقہ چھوڑ دیا

تھا اور مادہ تولید کو غیر فطری راہوں سے ضائع کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے بدن ٹھنڈے پڑ گئے ان کی تیزی میں سستی آ گئی۔ بلاسبب ان پر حزن و ملال چھایا رہنے لگا ان کی امنگیں پژمردہ ہو کر رہ گئیں، اور ان کا ہاضمہ خراب ہو گیا۔

غیر فطری طریقوں میں نقصانات | جو لوگ مادۂ تولید کو غیر فطری طریقوں سے نکالتے ہیں ان کی صحت دائمی طور پر خطرہ میں گھر جاتی ہے اور وہ پھر عورت کے لائق باقی نہیں رہتے جس سے ملک کا بڑا نقصان ہے، آدمی کی پیداوار رک جائیگی۔ استمنا بالید (اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرنے والے) یا عادت قوم لوط کو اختیار کر کے جو اپنے جسم اور اپنی روح پر ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں ملعونوں کا یہ طبقہ جس پر خدا کی، خدا کے فرشتوں کی لعنتیں برستی ہیں، اپنے لیے بھیانک نتیجوں کو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں جن شکلوں میں دیکھ لیتا ہے اسی سے اندازہ کر سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کو کن حالتوں سے دوچار ہونا پڑے گا

آج دنیا کے جعلی دانشوروں کا تختہ مشق ساری دنیا میں خدا کا پھٹکارا ہوا یہی طبقہ بنا ہوا ہے، جو کچھ اس پر گزرتی ہے کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا ہے اندر ہی اندر گھٹتا ہے اور لوگ اس کی کمزوریوں سے نفع اٹھاتے ہیں، ان کے نقصانات کا اندازہ کرنے کے لئے یہ اقتباس پڑھیں جو ایک معتمد حکیم کی تحریر ہے۔

"استمنا بالید، اس بد خصلت اور قبیح حرکت کی ابتداء تو افریقہ سے ہوئی ہے لیکن عرب مصر ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مہذب اور غیر مہذب ممالک میں یہ بد عادت قدیم ایام سے کم و بیش برابر جاری ہے، اکثر طالب علم مجرد لوگ، اور ریاکار زاہد ہی اس مرض میں مبتلا ہوا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا قبیح اور شنیع فعل ہے کہ جس کی بدولت بہت سے خاندان تباہ ہوئے اور ہو رہے ہیں، برادران وطن کی عام ناطاقتی اور کمزوری اس کی بیّن شہادت ہے صرف یہی اکیلی حرکت ناشائستہ آج کل ہماری نسلوں کو بے حد کمزور بنا رہی ہے جوانوں کی جوانی خاک میں ملانے والی شباب کی امنگوں اور حوصلہ پر پانی پھیرنے والی، اور ترقی و ترفع کے دلولوں کو ملیامیٹ کرنے والی یہی بدترین خصلت ہے کاش اس وبائے عام کے مہلک نتائج اب بھی جوانوں کے سامنے آئیں، کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور سنگین دل

Marfat.com

واقعات سے عبرت و بصیرت حاصل کریں، یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس تباہ کن عادت میں اسی فیصدی آدمی گرفتار ہیں، اور اس کے اندازے کے لئے بہترین معیار وہ، روزانہ کے خطوط ہیں جو حکیم صاحب قبلہ دام اقبالہم کی خدمت میں تجویز دوا و علاج کے لئے آتے ہیں، یہ اپنے ہاتھوں سے اپنی بہترین زندگی کو خاک میں ملا کر، زندہ درگور ہو کر ہمیشہ کے لئے کف افسوس ملتے رہتے ہیں، ان نتائج کا اثر قلب و دماغ و جگر و معدہ و گردہ دل اور آلات تولید پر یکساں پڑتا ہے۔

ایک اور قبیح و شنیع حرکت بھی ہوتی ہے وہ اغلام ہے اس کے نتائج بھی قریب قریب جلق ہی جیسے ہوتے ہیں، اور اس علت کا گرفتار بھی ایسی ہی پریشانی اٹھاتا ہے جیسے مجلوق، ان دونوں صورتوں میں عضو مخصوص کے پٹھے بالکل کمزور ہو کر ماند پڑ جاتے ہیں اور رطوبت فاسدہ جمع ہو کر اس کو فعل طبعی سے روک دیتی ہے اور اسی وجہ سے ضعف انتشار اس کا اولین نتیجہ ہوتا ہے یہ بات مانی جا چکی ہے کہ ہاتھ میں ایک قسم کی سمیت ہوتی ہے۔

غیر فطری راستوں سے تکمیل شہوت اسلام کی نظر میں

اسلام نے اسی لیے نسل انسانی کے ساتھ ان خباثت کرنے والوں کی سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ۔

من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۶)

تم جس کو دیکھو کہ وہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔

مادۂ تولید کی بربادی کی ہی شکل یہ بھی ہے کہ بیوی کے ساتھ کوئی عمل لوط کا ارتکاب[1] کرے حدیث میں یہ بھی ہے۔

لاینظر اللہ عزوجل الی رجل اتی رجلا او امرأۃ فی دبرھا (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو نظر ترحم سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت سے لواطت کرتا ہے۔

اسی انسانی امانت کی خیانت کی ایک شکل یہ بھی ہے جس کی طرف حدیث ہی میں اشارہ کیا گیا ہے اور سخت سزا تجویز کی گئی ہے یعنی۔

من اتی بھیمۃ فاقتلوہ (جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۸۹) جو کسی چوپایہ سے وطی کرے اس کو قتل کر ڈالو۔

---

[1] حاذق ص ۲۲۵ و ۲۲۶ ۔

Marfat.com

مادۂ تولید کو ہاتھ وغیرہ سے نکال کر ضائع کرنا، اسلام میں اس کی بھی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔

الناکح بالید ملعون (لہ)　　ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہے۔

تجربہ و مشاہدہ بتاتا ہے کہ ناکرد نی کے کرنے والوں کے چہرہ کی رونق غائب ہو جاتی ہے ایک پھیکا را اور بے رونق وہ آدمی معلوم ہوتا ہے، اپنی تندرستی کی نعمت سے وہ محروم ہو جاتا ہے، بسا اوقات مردمی اور رجولیت کی قوت کو بھی یہی عادت کھو دیتی ہے۔

بہر حال جو کچھ اختصار کے ساتھ عرض کیا گیا اس سے اتنی بات کھل کر سامنے آگئی کہ وہ تمام طریقے جو غیر فطری ہیں اسلام میں ان کی سختی کے ساتھ سد باب کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ شخصی، خاندانی اور عام انسانی نقصانات کا دروازہ ان سے کھل جاتا ہے قوم کی قوم اور نسل کی نسل کو انہی بری عادتوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔

اجتماعی حیثیت سے نکاح کی افادیت

اسلام میں صرف جائز فطری راہ کھلی رکھی گئی ہے کہ ہر حیثیت سے وہ مفید ہی مفید ہے، یہ جائز طریقہ وہی نکاح کا طریقہ ہے، مذاہب وادیان، آئین و قوانین سب ہی میں اس فطری، جائز راستہ کو کھلا رکھا گیا ہے۔ اسی رشتہ پر خاندانی اور قبائلی زندگی کا دار و مدار ہے، نکاح کا طریقہ اگر نہ ہو تو نظام حیات، درہم برہم ہو جائے اور مدنیت وارتقا کا نام و نشان مٹ جائے، کون نہیں جانتا کہ عمر کے ایک مخصوص حصہ میں آکر مرد کو عورت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ اس سے تسکین حاصل کرے اور عورت کو مرد کی تلاش ہوتی ہے جس کا سہارا لے کر وہ اپنی سب سے بڑی دولت عصمت کو محفوظ رکھ سکے، اور پھر دونوں مل کر پاکدامنی کی زندگی گزاریں اور حوادثِ زمانہ کے وقت ایک دوسرے کے معاون ہوں، مرد کو عقل ہے دل نہیں عورت کو دل ہے عقل نہیں، یعنی ہر ایک کا ایک پہلو کمزور ہے، جب تک دونوں مل نہ جائیں، زندگی مکمل کسی کی بھی نہیں ہو سکتی، اور شادی کرنا اجتماعی حیثیت سے بھی ضروری ہے کہ مذکور فوائد کے ساتھ اجتماعی شیرازہ بندی میں سہولت پیدا ہو، تعلقات اور باہمی انس و محبت دو خاندانوں کو جوڑ دے۔ اگر شادی نہ ہو تو باپ کہاں سے آئے گا؟ ماں کون ہو گی؟ بھائی بہن کا رشتہ کس طرح سے پیدا ہو گا؟ شوہر اور بیوی کون

لہ اس مفہوم کی حدیث میں نے کہیں دیکھی ہے اس وقت تلاش کرنے پر نہیں ملی ۱۲ منہ

Marfat.com

کہلائے گا؟ سسر اور سالا کون بنے گا؟ رضاعی اور غیر رضاعی رشتہ کی شاخ کس درخت سے پھوٹیگی؟ بھائی برادری دنیا میں کہاں سے جنم لے گی؟ اور باہمی تعلقات کی جڑ کیونکر مضبوط ہوگی۔

شادی روشن خیال منکرین کی نظر میں شادی کی یہ اہمیت آپ علمی اور مذہبی حیثیت سے پڑھ چکے اب یہ بھی ملاحظہ کیجیے کہ دنیا کے موجودہ مفکرین اور روشن خیال اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

بھارتی مفکر کا بیان ہمارے ملک ہندوستان کے مشہور لیڈر اور بھارت کے پہلے ہندوستانی گورنر جنرل مسٹر راج گوپال اچاریہ فرماتے ہیں۔

عورتوں کے لئے شادی کرنا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹری، انجینئرنگ اور سیاست دانی بلاشبہ باعزت پیشے ہیں، مگر گھر بار کی نگرانی اور بچوں کی پرورش بھی کچھ کم قابل عزت نہیں ہے فوجی کارخانوں میں کام کرنا اور دفتروں میں حاضری دینا خواہ کتنا ہی اہم ہو لیکن گھریلو زندگی کے نوک و پلک درست کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے میں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں جو تجربہ حاصل کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے اخلاق کی تکمیل ماں بن کر ہی ہوسکتی ہے۔[1]

فاضل فرنگن کی رائے ایک فاضل فرنگن لکھتی ہے:

عورت کا اولین فریضہ شادی، مادریت اور خانہ داری ہے، معاشرہ کا فرض ہے کہ ہر عورت کے لیے اس کے موقعے بہم پہنچائے اور جو عورت اس کی تلاش میں ہو اسے وہ اسی آسانی سے مل جائے، جیسے مرد کو ذریعہ معاش۔[2]

مغربی مفکر کا مشورہ ایک مغربی مفکر ابن تھونی ام لوڈوسی اپنی کتاب "عورتوں کا تحفظ" میں لکھتا ہے۔

"اس امر پر زور دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر عورت کے لئے ایک خاص عمر تک ازدواجی زندگی کو مقصود زندگی قرار دیا جانا چاہیئے اور والدین کے ذہن نشین یہ امر کرنا چاہیے کہ ازدواج ہی وہ اصل غرض ہے جس کے لیے لڑکیوں کی تربیت کی جانی چاہیئے انسانیت

[1] زمزم لاہور۔ ۷ اگست ۴۵ء [2] صدق جدید لکھنؤ ۱ جنوری ۵۲ء

کے بہترین پہلوؤں کی تکمیل ماں بننے سے ہی ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ جو چیز بھی ایک عورت حاصل کرے وہ اس سے کم تر درجہ رکھتی ہے اور وہ لوگ جو اسے عالم شباب میں یہ فریب دیتے ہیں کہ اس کے لئے ماں بننے سے بڑھ کر یا اس کے برابر اور مشاغل بھی ہیں نہ صرف صنف نازک کے بلکہ نوع انسانی کے دشمن ہیں[1]

یہی مصنف اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے۔

"چونکہ عورت کا مل زندگی اور اس کی افزائش کے کاروبار میں ڈوبی ہوئی ہے اس لئے اس حقیقت کا صاف طور پر اور بلا خوف تردید اعلان ہونا چاہیئے کہ تمام وہ لوگ جو اسے سکھاتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی اور شغل اس کا اصلی شغل ہے تمام وہ لوگ جو مسائل حاضرہ کے گورکھ دھندے میں اسے نسوانیت کے بارے میں ایسے قصے کہانیوں سے پریشان کرتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اصلی نسوانیت زندگی اور اس کی افزائش سے علیحدہ کوئی چیز ہے غرضیکہ تمام لوگ جو اسے مرد اور بچہ سے دور رہتے ہوئے مسرت، اطمینان اور راحت کی توقعات دلاتے ہیں جھوٹے ہیں[2]

مقاصد نکاح اور عفت و عصمت

یہ چند نمونے بطور مثال نقل کئے گئے ہیں، ورنہ انسانی تاریخ کا ایسا کونسا حصہ ہے جس میں ازدواجی زندگی کی اہمیت محسوس نہیں کی گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ دوسرے منافع و فوائد کے ساتھ "رشتہ ازدواج کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عفت و عصمت اور ناموس و آبرو کی انمول دولت جو انسان کو بخشی گئی ہے، اس دولت کی حفاظت کا ضامن ازدواج کا یہی آئینی طریقہ ہے جسے ہم نکاح کہتے ہیں اور اب مسئلہ کے اس پہلو پر گفتگو کی جائیگی۔

نکاح میں چار ضروری شرطیں | قرآن پاک نے جہاں محرمات کا بیان کیا ہے وہاں اس کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

---

[1] ندائے حرم کراچی جمادی الاولیٰ ۶۹ھ　[2] ایضاً

Marfat.com

اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (النساء)

اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں اس طرح کہ ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ چاہو ان کو بیوی بناؤ، صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔

یعنی محرمات کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ چار شرطوں کے ساتھ حلال ہوتی ہیں۔ اوّل دونوں طرف سے ایجاب و قبول پایا جائے جس کی طرف "ان تبتغوا" سے اشارہ کیا گیا ہے، دوسرے مال دیا جائے جس کو اصطلاح میں مہر کہتے ہیں، جیسے باموالکم کا لفظ بتا رہا ہے، تیسرے یہ کہ عورت کو قبضہ میں لانا اور جائز طریقہ پر رکھنا مقصود ہو، کہ طرفین کو عفت و عصمت اور اخلاق کی دولت نصیب ہو، محض مادۂ تولید کا ضائع کرنا ہو مقصود نہ بنا لیا جائے، جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ دل کی بھڑاس نکلی، منہ کالا کیا اور چلتے بنے۔ ماحصل یہ ہے کہ شادی اس مقصد سے کی جائے کہ عورت بیوی بنا کر ہمیشہ رکھیں گے اور عورت اس کے پاس پاکدامن بن کر رہے گی، مطلب یہی ہے کہ ازدواجی رشتہ وقتی نہیں ہے یعنی "متعہ" کا حصّہ نہیں ہے، کہ چند دنوں اور مہینوں کے لئے رکھا اور پھر علیحدہ ہو گئے، جس پر "محصنین غیر مسافحین" کے الفاظ دلالت کرتے ہیں، چوتھی بات یہ ہو کہ دوستی مخفی نہ ہو کہ ناجائز عشق و محبت کی زنجیریں چپکے سے ہوں اور کسی کو علم نہ ہو، بلکہ رشتہ ازدواج کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کے شرعی گواہ ہوں، عام اعلان اور شہرت ہو تو اور بہتر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں "غیر متخذی اخدان"۔

نکاح سے حصول عفت | احصان کا لفظ قرآن میں جو لایا گیا ہے وہ حصن سے مشتق ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں، یعنی انسان شادی کر کے عفت و عصمت کے قلعہ میں آ جائے اور مفاسد اخلاق سے محفوظ ہو جائے جو شادی کا بنیادی مقصد ہے، ایسا نہ ہو کہ صرف لطف اندوزی کا ارادہ ہو اور بس محصنین غیر مسافحین کا لفظ بتا رہا ہے کہ بغیر اس مہتم بالشان چیز کے حس کو عفت کہتے ہیں نکاح نکاح نہیں، نکاح جس طرح مردوں کے لئے پاکدامنی اور اخلاق کا ذریعہ ہے، عورتوں کے نکاح کا مقصد بھی یہی ہے۔ قرآن میں اعلان ہے۔

فَانْکِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِھِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ

سو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لیا

Marfat.com

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ

(النساء ۴)

کرو، اور ان کے مہران کو قاعدہ کے مطابق دے دیا کرو، اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں، نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے

اس آیت میں کھلے لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ شادی سے عورتوں کا مقصد بھی یہی ہو کہ عفت وعصمت کی زندگی گزاریں گی، اخلاق وکردار کو بلند رکھیں گی، اور اپنے داعیات فطرت کو اپنے شوہر کے ذریعہ پورا کریں گی، بدکاری چھپے چوری آشنائی اور عفت میں خیانت نہ کریں گی سورہ مائدہ میں بھی اس مضمون کو ادا کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ

(المائدہ - ۱)

آج تمہارے لئے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں اور جو لوگ کتاب دیے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال، ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں اہل کتاب کی یہ سب بھی حلال ہیں، جب کہ تم ان کو معاوضہ دیدو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ، نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔

اس آیت میں ترغیب ہے کہ شادی کرتے وقت پاکدامن عورت کی تلاش وجستجو ہونی چاہیئے اور رشتہ ازدواج کے قیام کے وقت اول نظر عورت کی پاکدامنی اور عفت وعصمت پر ہی ہونی ضروری ہے اور اخیر آیت میں مردوں کی پاکدامنی اور عفت واخلاق کا بھی مطالبہ ہے گویا اسلام نے بتایا کہ شادی کے ذریعہ گوہر عصمت محفوظ رکھا جائے، اور دونوں صنفیں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں اور فطری پیاس بجھائیں، ہاں صرف شہوت رانی اور ہوا پرستی پیش نظر نہ ہو ورنہ حیوانی اور انسانی زندگی میں فرق ہی کیا رہ جائیگا۔

عفت وعصمت کی اہمیت | ماحصل یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ شادی کر کے صنفی،

تقاضوں کی تکمیل کا موقعہ زن و شو کو حدود اللہ کے اندر رہ کر حاصل ہو کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے، بلاشبہ عفت و عصمت ایسی بیش قیمت چیز ہے کہ اس پر دنیا کی ساری چیز قربان کی جا سکتی ہے، مگر یہ کبھی جائز نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسری چیز پر عفت کو قربان کر دیا جائے۔

یہ دُرِ عفت اگر خطرہ میں گھر جائے، حدود اللہ ٹوٹنے کا خطرہ سامنے آجائے اور شادی کا جو بنیادی مقصد ہے وہی زد میں آجائے تو ضرورت کے وقت شادی کی گرہ کھول دی جائے مثلاً زن و شو کے تعلقات آپس میں اتنے کشیدہ ہو جائیں کہ ایک کو دوسرے سے نفرت ہو جائے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کر سکیں تو ایسی حالت میں اسلام علیحدگی کی اجازت دیتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ رشتہ ازدواج میں بندھے ہوئے ہوں اور عفت و پاکدامنی کھو دی جائے، اسی وجہ سے ایسی حالت میں طلاق کی اجازت ہے تاکہ عورت بھی آزاد ہو جائے اور وہ بھی اپنا کوئی جائز سامان کرے، اور مرد کو بھی آزادی حاصل ہو جائے اور یہ بھی ضرورت سمجھے تو کسی دوسری عورت سے اپنا جائز رشتہ قائم کرے اور اسی بنیاد پر عورت کو خلع کا حق دیا گیا ہے کہ وہ ظالم شوہر کے پنجہ میں گرفتار ہو کر بے بس نہ ہو جائیں، بلکہ اگر وہ ایمانداری سے سمجھتی ہیں کہ موجودہ شوہر کے ساتھ رہ کر حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گی تو شوہر کو مہر کا کچھ حصّہ یا کل حصہ دے کر شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔

اور اسی عفت کی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے مرد کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ چار مہینہ سے زیادہ اپنی ایلا کو باقی رکھیں، اور عورت سے ہم بستری کرنے سے قسم لیں بلکہ اگر چار ماہ تک مرد اپنی اس قسم پر باقی رہا تو پھر اس کے بعد اس کو حق نہیں ہے کہ عورت کو اپنی قید میں ڈالے رہے، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت داعیات فطرت سے مجبور ہو کر عفت کا فانوس توڑ ڈالے اور اپنی پاکدامنی کھو دے اور اسی عفت و عصمت کی اہمیت کا یہ اثر ہے کہ چند شادی کرنے والوں کو اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم ایک عورت پر ایسا نہ جھک پڑو کہ دوسری لٹکی رہ جائے۔

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا — پس ایک طرف نہ جھک پڑو کہ دوسری کو لٹکی ،

Marfat.com

مُعَلَّقَةِ　(النساء ۔ ۱۹)　ہوئی چھوڑ دو۔

شاید یہ چیز معلقہ کے لئے حدود اللہ توڑنے کی وجہ بن جائے۔ اور شادی کا جو مقصد اعظم ہے وہ فنا کے گھاٹ اتر جائے۔ نکاح کے سلسلہ میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان سے بھی اس مقصد کی تائید ہوتی ہے کہ عفت وعصمت کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

محبت و رحمت　نکاح کا دوسرا بنیادی مقصد یہ ہے کہ رشتۂ ازدواج کے ذریعہ مرد و عورت ان دو صنفوں میں باہم محبت اور پریم ہو، انس اور خلوص ہو، اور ان میں سے ہر ایک کو طمانیت اور سکون قلب میسر آئے، جو اجتماعی زندگی میں ترقی اور عروج کا ذریعہ ثابت ہوں، تہذیب و تمدن سے جو چیزیں متعلق ہیں ان کو باہمی اشتراک عمل سے آگے بڑھا سکیں اور پھر اس طرح وہ ملک اور قوم کے لئے باعث حوصلہ افزائی ہوں، خود ان کی زندگی کے لئے شادی وجہ راحت مسرت اور باعث اطمینان و سکون ہو۔ قرآن پاک نے جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ بس اسی کا حصہ ہے، ارشاد رب العزت ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً　(روم ۔ ۳۰)

اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری قسم سے جوڑہ پیدا کیا تاکہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو، اور اس لیے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔

اس آیت میں رب العزت نے مقاصد نکاح کو بیان کرتے ہوئے ارکان نکاح کو بتایا ہے کہ اس رشتہ سے جو پہلی چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے تسکین خاطر اور اطمینان قلب میسر ہوتا ہے، اور پھر ہر ایک دوسرے کی بے چینی میں سہارا ہو اور جب کبھی، اور جس وقت بھی طبیعت انسانی میں امنگ و ولولہ پیدا ہو، دل میں گدگدی کا احساس اور جنسی اضطراب چھیڑے تو ایک جائز آئینی ذریعہ فطرت کے ان تقاضوں کی تکمیل کا سامنے موجود رہے۔ اسی مسئلہ کی طرف کتنے بلیغ پیرایہ میں پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ:۔

ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر　بلاشبہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور

Marfat.com

فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فلیواقعھا فان ذالک یرد ما فی نفسہ

(مسلم باب ندب من رأی امرأۃ الخ ج ا ص ۴۴۹)

اسی کی صورت میں واپس ہوتی ہے۔ تم میں سے کسی کو جب عورت بھلی معلوم ہو اور دل پر اس کی چوٹ پڑے تو چاہیئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اس تدبیر سے اجنبی عورت کا اثر دل سے جاتا رہے گا۔

ہیجانی کیفیت کا علاج جنسی میلان جن کا قوی ہوتا ہے طبعاً عورت کی طرف ان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں اور عورت اپنی قدرتی ہیئت سے مرد کے خوابیدہ جذبات کو جگا دیتی ہے اس سے بچنے کی تدبیر اسلام نے بتائی ہے، تو اگر ایسی بات سامنے بھی آجائے اور کسی عورت کی دید باعث ہیجان ہو تو ایسے نازک موقع کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ اور اس مادہ کو خارج کرادو، جو اس کا محرک بنا ہے تاکہ اس کے نکلنے کے بعد شیطان تمہارے دل میں نہ وسوسہ ڈالنے کی جرأت کرے اور نہ تم کو گناہ میں ملوث کرنے پائے، علامہ نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

انہ یستحب لمن رأی امرأۃ فتحرکت شھوتہ ان یاتی امرأتہ ... فلیواقعھا لیدفع شھوتہ وتسکن نفسہ ویجمع قلبہ علی ما ھو بصددہ (شرح مسلم۔ ج ا ص ۴۴۹)

کسی عورت کو دیکھنے سے جب کسی کی خواہش میں ابھار پیدا ہو، تو اس کو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے تاکہ دل کا تقاضا ٹھنڈا پڑ جائے اور نفس کو، سکون حاصل ہو اور قلب جس کے درپے ہے وہ بات جاتی رہے

عورت کی آمد و رفت کو شیطان کی صورت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عورت میں فطرتاً کچھ ایسی جاذبیت اور دلکشی رکھی گئی ہے کہ قدرتاً مرد کا دل عورت کی طرف کھینچتا ہے گو شیطان کو موقع ملتا ہے کہ عورت کو مرد کی لغزش کا ذریعہ بنائے گویا عورت کا باہر نکلنا شیطان کا باہر نکلنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بغیر شدید ضرورت گھر سے نکل کر مردوں کی سوسائٹی میں گھسنے پھرنے سے بچنا چاہیئے۔

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اسلام نے نکاح کے جن بنیادی مقصدوں کی نشان دہی کی، اور جن کی طرف جگہ جگہ وضاحت اور اشارات سے کام لیا ہے ان کا حصول ناممکن ہے، جب تک نکاح کا وہی جائز فطری اور شرعی

Marfat.com

طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ شادی کے وہ طریقے جو اسلامی طریقے سے مختلف ہیں ان سے مقاصد نکاح کا حصول محال ہے۔

یارانہ شادی مثلاً اس زمانہ میں مغربی ملکوں نے ایک طریقہ "یارانہ شادی" کا نکالا ہے کہ کوئی رسم ادا کئے بغیر مرد و عورت باہم رضامندی سے مل جائیں، اور خفیہ یا علانیہ زن و شو کی حیثیت اختیار کرلیں، یہ یارانہ شادی صرف اس لئے رچائی جاتی ہے کہ دونوں طرف عیش و عشرت مقصد ہوتا ہے، عفت و عصمت، بقائے نسل انسانی اور دوسرے مقاصد نہیں ہوتے نتیجہ ظاہر ہے کہ چند ہی دنوں میں جہاں دونوں کی طبیعت سیر ہوگئی، ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے، اور پھر نئے جوڑے" کی فکر میں منہمک ہوگئے، اسی طرح یہ دور چلتا رہتا ہے اور کہیں کسی سے بھی جم کر یہ رشتہ نباہنے کی سعی نہیں کی جاتی، انسان عجلت پسند اور تند مزاج واقع ہوا ہے چنانچہ کسی "یارانہ شادی" کی مدت زیادہ نہیں گزر پاتی اور اس طرح مقاصد نکاح فوت ہو کر رہ جاتے ہیں

پھر اس کمزور رشتہ کا یہ اثر پڑتا ہے کہ مرد و عورت میں سے کسی میں بھی بچوں کی پرورش کی صلاحیت نہیں ہوتی، ہر ایک اپنے کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے، بال بچوں کی سرگرانی کوئی بھی اٹھانے کو تیار نہیں ہوتا، انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی یکسوئی اور سرگرمیت نصیب نہیں ہوتی اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ اسی گناہ کی سزا ہے کہ عورتیں آج کل آپریشن کے ذریعہ اپنی بچہ دانی نکلوا لیتی ہیں تاکہ وہاں تک پہنچ کر نطفہ بچہ کی شکل ہی اختیار نہ کرنے پائے اور اس رواج کا برا نتیجہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ عورتیں اپنی عصمت چلتے پھرتے لٹانے لگیں، کیونکہ اب اس کے بعد ان کو کوئی خطرہ باقی نہیں رہ گیا۔

عفت و عصمت کی اہمیت اسلام میں

حالانکہ یہی عفت و عصمت وہ بنیادی مقصد ہے جو نکاح کا اسلام نے قرار دیا ہے اور اس کو کہیں بھی فراموش نہیں کیا ہے قران پاک نے اپنے معجزانہ پیرایہ میں متعدد مقامات میں عفت و عصمت اور اخلاق کی تاکید کی ہے اور دل نشین انداز میں ترغیب دی ہے ایک جگہ عفت و عصمت اور اخلاق و محبت کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا - (احزاب - ۵)

اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنیوالے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے۔

اس آیت میں کتنی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ گوہر عصمت اور دُرِ عفت ک تحفظ رکھتے ہیں اخلاق و اعمال میں تعفن پیدا نہیں ہونے دیتے، خداوندی حدود میں رہ کر لذت و مسرت حاصل کرتے ہیں اور حدود اللہ کو توڑنے سے بچتے ہیں، ان افراد امت کے لئے اللہ نے مغفرت کی دولت اور اجر عظیم کی لازوال نعمت تیار کر رکھی ہے۔

فلاح کامل کی بشارت ایک دوسری آیت میں اخلاق و عفت اور پاکدامنی پر فلاح کامل کی روح پرور خوشخبری دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو فلاح کامل کی مسرت انگ خبر سنائی ہے ان میں ان لوگوں کو بھی بتایا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ وَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ - (مومنون ۱۰)

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے وا ہیں لیکن اپنی بیویوں یا اپنی شرعی لونڈیوں سے متمتع ہوتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو ا کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلبگار ہو ایسے حد شرعی سے نکلنے والے ہیں۔

جنسی میلان کی تسکین کے لئے رب العزت نے جائز صورتیں دو بیان کی ہیں ایک جس سے جائز طور پر رشتہ ازدواج قائم کیا گیا ہو۔ دوسرے لونڈی جس سے ہم بستری جائز ہو کے علاوہ جو صورتیں آدمی جنسی میلان کے لئے اختیار کرے وہ اسلام کے قانون میں سے تجاوز قرار دیا گیا۔

عفت جزو نبوت کی حیثیت میں اور پاکبازی اتنی اہم چیز ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ نبوت کے لئے جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ رب العزت نے رسولوں اور حق میں اسے بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے، اگر کسی برگزیدہ بندہ پر عفت کے خلاف تہم

Marfat.com

تو خود پروردگار عالم نے اس کی تردید کی، اور ان کی پاکدامنی کا ثبوت فراہم کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ گزر چکا کہ ان پر زلیخا عزیز مصر کی بیوی فریفتہ ہوئی اور اس نے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کا دامن عفت ملوث ہو مگر رب العزت نے ان کی دستگیری فرمائی اس نازک ترین وقت پر آپ کو بچا لیا۔ گو شروع معاملہ میں شرمندگی دور کرنے کے لئے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی طرف بری نیت کی نسبت کی، مگر پھر بالآخر اسی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی گواہی دی۔ قرآن نے تذکرہ کرتے ہوئے اعلان کیا۔

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (یوسف۔۴)

اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی، مگر یہ پاک صاف رہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی اور عصمت کا اعلان کرنے کے بعد وجہ بیان کرتے ہوئے اسی قرآن میں ارشاد فرمایا۔

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف۔۳)

تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں ارشاد ربانی ہے۔

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران۔۴)

اور مقتدا ہونگے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہونگے اور نبی ہونگے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے

حصور اس کو کہتے ہیں جو اپنی قوت شہوت پر قابو رکھتا ہو اور نفس کے فریب میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم صدیقہ علیہا السلام پر یہود نے تہمت لگائی تو خود رب العزت نے تردید کی اور قرآن ہی میں اعلان کیا۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (تحریم۔۲)

عمران کی بیٹی مریم جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (انبیاء۔۶)

وہ بی بی جنہوں نے اپنے ناموس کو بچایا پھر ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی۔

Marfat.com

خود اہل بیت نبوی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۔ (نور۔ ۳)

یہ اس بات سے پاک ہیں جو وہ بکتے پھرتے ہیں ان کے واسطے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔

دیکھ رہے ہیں انبیاء و رسل اور ان کے گھرانوں کی عفت و عصمت کا اعلان قرآن پاک میں کس شد و مد سے رب العزت نے کیا ہے۔

ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں عفت و عصمت کتنی اہم اور ضروری صفت ہے، جس سے ایک لمحہ کے لئے صرف نظر جائز نہیں۔

پاکیزہ نفس کا مرتبہ ایک جگہ پاکبازوں کی بلندی کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن ہی میں فرمایا گیا

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ، وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۔ (نور۔ ۳)

گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

جو خبیث ہے اس کا درجہ طیب سے فروتر بتایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے۔ خبیث اور خبیثات ایک درجہ میں ہیں اور پاکدامن مرد و عورت کا گروہ علیٰ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی جہاں صفتیں بیان کی ہیں، وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ نیک بندوں کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ بدکار نہیں ہوتے، ارشاد ربانی ہے

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۔ (فرقان۔ ۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جن کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہیں کرتے مگر کسی حق شرعی کی بنیاد پر اور جو زنا نہیں کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عفت و عصمت اور پاکبازی انسان کی ایسی خوبی ہے جو عزت و آبرو اور اخلاق و اعمال کی جان ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ماننے سے توحید کی رگ جاں کٹ جاتی ہے اور انسان کافر ہو جاتا ہے، اور قتل نفس سے آدمی کی ظاہری زندگی ختم ہو جاتی ہے

Marfat.com

بیہودہ زندگی کے تعلق کو کاٹ دیتی ہے اور بدکاری انسان کی عفت و عصمت اور اخلاق کی ... کو پلید کر کے اس کی عزت و آبرو کو ابدی نیند سلا دیتی ہے۔

عورتوں سے عفت و عصمت پر بیعت مسلمان عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم تھا ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ بدکاری نہ کریں گی اور اپنی عفت و عصمت کے دھلے ہوئے دامن پر دھبہ نہ لگنے دیں گی جیسا کہ پہلے اس آیت کو نقل کیا جا چکا ہے۔

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ (ممتحنہ ۲) — اور نہ وہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ خود ساختہ افترا باندھیں گے۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہاں قتل اولاد سے مراد حمل گرانا ہے[1] عموماً بدکاری کے سلسلہ میں جو حمل ہوتا ہے وہی گرایا جاتا ہے، یوں تو عرب میں قتل اولاد کا بھی بعض قبیلوں میں رواج تھا اور اس سے بھی روکنا مقصود ہے۔ اور افترا باندھنا یہ کہ چند مردوں سے لطف زندگی اٹھایا اور جس پر چاہا، الزام ڈال دیا کہ فلاں کا بچہ ہے، اوپر ہم لکھ آئے ہیں کہ عرب میں ایک طریقہ نکاح یہ بھی تھا کہ ایک عورت کئی کئی مردوں سے آشنائی کرتی اور بچہ ہوتا تو عورت جس کا بچہ کہہ دیتی اسی کو ماننا پڑتا ہے اسی زمانہ میں بعض عورتیں دوسرے کے بچہ کو اپنا بنا کر پیش کرتیں اور اپنے شوہروں کے سر تھوپ دیتی تھیں[2]

آنحضرت صلعم کے اقوال بسلسلہ عفت احادیث میں بکثرت واقعات مذکور ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں میں لوگوں کو عفت و عصمت اور اخلاق کی تعلیم فرمائی اور ایسا ماحول پیدا کیا کہ لوگ اس عفت و عصمت کی قدر کریں جو اخلاق اور عزت ... کی جان ہے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

یا شباب قریش احفظوا فروجکم، لا تزنوا، الا من حفظ فرجه فله الجنة (رواه) الحاکم والبیہقی وقال صحیح علی شرطهما (مفتاح الخطابة باب الزنا)

اے جوانان قریش! اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرو، زنا نہ کرو، سنو جو اپنی شہوت کی جگہ محفوظ رکھے گا اس کے لئے جنت ہے۔

اس حدیث میں رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے نوجوانانِ قریش کو ترغیب دی ہے

[1] سیرۃ النبی جلد ششم صہ ۲۹۲ [2] ایضاً ج ۴ صہ ۲۹۳

Marfat.com

کہ وہ عفت و عصمت کے فانوس کو توڑنے سے اجتناب کریں اور اخلاق و پاکبازی کی زندگی
کریں کہ یہ چیز وجہ نجات ہے۔

پاکدامنی کی تبلیغ | ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
متعلق دریافت کیا کہ وہ تم لوگوں کو کیا بتاتے ہیں اور کن چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ اس
ابوسفیان نے ہرقل سے کہا، گو ابوسفیان نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

یامرنا بالصلاۃ والصدقۃ والعفاف آپ ہمیں نماز، صدقہ، عفت اور صلہ رحمی کا حکم
والصلۃ (بخاری کتاب الادب باب صلۃ المرأۃ ج ۴ ص ۳۴) فرماتے ہیں۔

عفت اور پاکدامنی اتنی اہم چیز ہے کہ اس کی تعلیم آنحضرتؐ نے اوّل دن سے دی
اسے آپ نے کبھی فراموش نہیں فرمایا۔

عفیف پر ظلِ رحمانی | ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے د
اللہ کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ سات شخصوں کو اپنے سایہ میں جگہ
فرمائے گا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کو ایک حسین وجمیل عالی نسب عورت نے دنیا
اپنی طرف بلایا اور روسیاہی کی دعوت دی، مگر اس عفیف بندۂ خدا نے اس حسین مہ جبیں
جواب میں یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

اِنِّی اَخَافُ اللّٰہ (بخاری کتاب المحاربین باب فضل من ترک الفواحش) میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

عفیف کیلئے جنت کی ضمانت | وہ لوگ جو عفت وعصمت کی دمکتی پیشانی پر کلنک کا ٹ
نہیں لگنے دیتے ان کے متعلق سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص عن

من توکل لی ما بین رجلیہ وما بین جو میرے لئے اپنے پاؤں کے درمیان کی چیز یعنی شرمگ
لحییہ توکلت لہ بالجنۃ اور داڑھیوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفا
(بخاری کتاب المحاربین باب فضل من ترک الفواحش) کی ذمہ داری لے میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لیتا

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے
میں ابر و باد سے گھبرا کر ایک کھوہ (غار) میں روپوش ہو گئے اور غار کی پناہ لے کر سر پر جو آفت
منڈلا رہی تھی اس سے بچنا چاہا۔ مگر کرشمہ آلٰہی یہ ہوا کہ اوپر سے ایک وزنی سینکڑوں من کا پ

Marfat.com

تھا اور غار کا منہ بند ہو گیا اور یہ تینوں اسی میں رہ گئے اس ناگہانی مصیبت میں تینوں نے مشورہ کیا کہ اپنی نیکی کا واسطہ دے کر خدا سے نجات کی درخواست کی جائے، ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی روداد بیان کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیوں کے بدلے ان کو مصیبت سے نجات دی اور چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی، ان میں سے ایک کی روداد یہ تھی۔

روداد عفت اور اس کا اثر اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھے بڑی محبت تھی عام لوگ عورتوں سے جتنی محبت کرتے ہیں اس سے زیادہ میں اس سے محبت کرتا تھا میں نے اپنی اس محبوبہ سے درخواست کی کہ وہ مجھے اپنی ذات سے لطف اندوز ہونے کا موقع دے، اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ سو اشرفی جب تک حاضر نہیں کرتے اس وقت تک مجھ سے کھیل نہیں سکتے یہ سن کر میں اس گرانقدر رقم کی فراہمی میں منہمک ہو گیا، اور بالآخر میں نے سو اشرفی جمع کر لیں اور انہیں لے جا کر اس کے قدموں پر ڈال دیں۔ حسب وعدہ وہ مجبور ہو گئی، اور میں تیار ہو کر اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھ گیا، جونہی میں نے روسیاہی کا ارادہ کیا، وہ بول اٹھی، اے اللہ کے بندے، اللہ تعالیٰ سے ڈر، اور اس مُہر کو بغیر جائز حق کے مت توڑ، اس کا یہ کہنا تھا کہ میں اٹھ گیا اور روسیاہی کی لعنت سے بچ گیا۔ اے رب العزت اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ میں نے صرف تیری خوشنودی کے لیے کیا تو آج تو اس غار کے منہ کو ہمارے لئے کھول دے چنانچہ پتھر ہٹ گیا اور دنیا نظر آنے لگی[1]

دیکھا آپ نے عفت و عصمت کا لحاظ اس کے حق میں کتنا مفید ثابت ہوا اور اس معاملہ میں اللہ کا خوف اس کو کتنے آڑے وقت میں کام آیا۔

اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پاک و صاف ملے، اس کو چاہیئے کہ شریف عورت سے شادی کرے"[2]

منشا یہی تھا کہ بدکاری کا ارادہ نہ کرے اور اپنے اور دوسرے کے دامن عفت و عصمت کو داغدار نہ بنائے فطری داعیات ہیں ان کو حلال مقام میں پورا کرے

[1] بخاری کتاب الادب باب اجابۃ دعاء من بر والدیہ ج ا ص ۲۳ [2] ابن ماجہ باب تزویج الحرائر والولود۔

Marfat.com

عفت کی نیت سے بیوی کے پاس جانا صدقہ ہے | ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے جنسی تسکین حاصل کرنا بھی صدقہ ہے صحابہ کرام نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کام بھی باعث اجر ہے، یا رسول اللہ؟ کیوں نہیں اگر اسے تم میں کا کوئی حرام مقام میں پورا کرے تو کیا اسے گناہ نہ ہوگا، پس جو چیز اس گناہ سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ بھی باعث اجر و ثواب ہے[1]

اور یہ چیز کیوں باعث اجر نہ ہو؟ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن رب العالمین کلام نہ فرمائے گا نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا، اور نہ اُن کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا، اور یہی نہیں بلکہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا ایک شیخ زانی جو بڈھا ہو چکا ہے اور زناکاری کرتا ہے، دوسرا جھوٹا بادشاہ جو شاہ وقت ہو کر جھوٹ بولتا ہے اور تیسرا فقیر متکبر، جو محتاج ہو کر بھی کبر و غرور کرتا ہے۔[2]

صحابہ کرام کا جذبہ عفت | یہ صرف تعلیم ہی تعلیم نہ تھی بلکہ اس پر برابر عمل درآمد رہا اور صحابہ کرام نے زندگی بھر اس تعلیم کو سینہ سے لگائے رکھا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کے سامنے بڑے بڑے سخت سے سخت نازک موقع آئے مگر انہوں نے اپنا دامن ملوث نہ ہونے دیا، ایک صحابی ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلہ میں لغزش ہوئی، لیکن صحبت نبویہ نے اخلاقی احساس میں اتنی نزاکت پیدا کر دی تھی کہ اپنے جرم کا چھپانا ان کے لئے ناممکن ہوگیا، بالآخر بخوشی "رجم" کی سزا برداشت کر کے حضرت ماعزؓ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

ہجرت کے موقع پر جو ناتواں اور بلاکشان اسلام مکہ میں رہ گئے تھے، ان کے لانے کی ذمہ داری مرثد بن ابی المرثد الغنوی ؓ پر تھی، حضرت مرثدؓ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ مکہ تشریف لائے اسلام سے پہلے ان کی ایک عورت (عناق نامی) سے راہ و رسم محبت تھی، یہ عورت فاحشہ تھی اس سفر میں حضرت مرثدؓ اسی عورت کے مکان کے پاس سے گزرے، اس نے سایہ دیکھ کر حضرت مرثدؓ کو پہچان لیا، اور آگے بڑھ کر پرتپاک خیر مقدم کیا، پھر ان سے درخواست کی کہ آج کی شب میرے ساتھ گزاریں۔ حضرت مرثدؓ نے نہایت صفائی سے انکار کر دیا کہ اب پہلا زمانہ باقی نہیں رہا اسلام نے زنا کو حرام قرار دے دیا، لہذا معاف کرو، اس نے کہا شور و غل کروں گی اور تم کو گرفتار

---

[1] ریاض الصالحین باب بیان کثرۃ طرق الخیر ص۶۷ [2] ریاض الصالحین کتاب الملح والمنثورات ص۶۸۶ عن مسلم

Marfat.com

کر اور ننگی بااین ہمہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے، اور بھاگے اور چھپ چھپا کر کسی طرح کافروں کے جنگل سے اپنی جان بچائی [1]

ایک صحابیہؓ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے اخلاقی گندگی میں مبتلا تھیں، اسلام لانے کے بعد ایک شخص نے ان کو جب چھیڑنا چاہا اور اپنی طرف مائل کرنے کی سعی کی تو بولیں، چلو ہٹو وہ زمانہ گیا اب اسلام کی روشنی کا دور ہے [2]۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی لونڈیوں کا واقعہ مشہور ہے کہ اسلام کے بعد جب اس منافق نے ان کو عصمت فروشی کے ذریعہ روپیہ کما کر دینے کا حکم دیا، تو وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور اپنی حسرت انگیز کہانی سنائی اس پر یہ آیت اتری کہ تم اپنی لونڈیوں کو زنا کاری پر مجبور نہ کیا کرو [3]۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے مگر یہ پسند نہیں کہ اس میں کسی غیر عورت کی بو آئے [4]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حسین عورت عہد نبوی میں مسجد میں آیا کرتی تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں، بعض صحابہ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ پہلے سے آکر اگلی صف میں بیٹھ جاتے تاکہ ان پر نگاہ نہ پڑنے پائے اور فتنہ سے محفوظ رہیں [5]

سرور کائنات صلعم اور دعائے عفت

یہ تو صحابہ کرامؓ کا حال تھا، مگر آپ یہ سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ خود ذات برکت سراپا رحمت صلے اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے، اور خاتم الرسل بااین ہمہ آپ کا یہ حال تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عفت اور پاکدامنی کو فراموش نہیں فرماتے تھے، اور برابر اور چیزوں کے ساتھ پاکبازی کی دعا کرتے رہتے، کبھی دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰی (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ باب الاستعاذہ)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنا کی درخواست کرتا ہوں۔

---

[1] اسوۂ صحابہ ج ا ص ۱۱۱ بحوالہ نسائی کتاب النکاح [2] ایضاً ج ا ص ۱۱۲ بحوالہ مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۸ [3] ایضاً۔ ج [4] ایضاً ص ۱۱۳ [5] ابن ماجہ ص ۷۶۔

Marfat.com

کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دعا یہ ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْحُسْنَ وَالرِّضَاءَ بِالْقَدَرِ (مشکوۃ باب الاستعاذہ) ص ۲۲۰ — اے اللہ تجھ سے صحت، عفت، خوبی اور تقدیر پر رضا کی درخواست کرتا ہوں

کبھی دل کی گہرائی سے یہ آواز نکلتی اور عرش اعظم پر پہنچتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۲۱۴) — اے اللہ مجھے راہ راست پر ہونیکی توفیق عطا فرما اور نفس کی برائی سے اپنی پناہ میں رکھ۔

کبھی رسول الثقلین کی زبان وحی پر یہ دعا جاری ہوتی۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من منکرات الاخلاق والاعمال والاھواء (رواہ الترمذی) — اے اللہ برے اخلاق و اعمال اور بری خواہشوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں میں دیکھ رہے ہیں کہ خشیت الٰہی کا آپ پہ کتنا اثر اور عفت و اخلاق کی طلب کا کس قدر خیال ہے کہ دوسری چیزوں کے ساتھ عفت کو بھی برابر یاد رکھنے میں کبھی فراموش نہیں فرماتے۔

ان دعاؤں میں افراد امت کے لئے کوئی سبق اور درس نہیں ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ان دعاؤں سے سبق لینا چاہیئے اور عفت کی اہمیت سمجھنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

دشمن عفت پر عذاب الٰہی | یہ جو کچھ عفت و عصمت اور اخلاق و اعمال کی پاکی کا اہتمام نظر آ رہا ہے یہ بے وجہ نہیں ہے۔ اسلام آیا ہی تھا دنیا سے شر و فتن دور کرنے اور اہل دنیا کو اخلاق و عفت کی تعلیم دینے جو لوگ عفت و عصمت اور اخلاق و اعمال کے چہرہ کو داغدار کرتے ہیں رب العزت نے ان کے لئے دنیا و آخرت میں بڑی دردناک سزائیں مقرر کی ہیں، دنیاوی عذاب کا تذکرہ اپنے موقع پر تفصیل سے آئے گا، یہاں آخرت کے عذاب کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

معراج کے موقع پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گناہگاروں کے عذاب اور سزا کی مثال دکھائی گئی تھی اس موقع پر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"آگ کا دہکتا ہوا تنور ہے، اس میں چیخ و پکار اور گریہ و بکار کی صدا بلند ہو رہی ہے، آپ نے جھانک کر دیکھا کہ آخر واقعہ کیا ہے، رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر

حیرت زدہ رہ گیا کہ آگ کے اس مشتعل تنور میں ننگے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت ہے اور ان کے نیچے کے حصوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، اور شعلوں کی لپٹ کے ساتھ ان میں ایک طوفان بپا ہو جاتا ہے اور سب چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" مجھے بتایا گیا "یہ زنا کار مردوں اور عورتوں کی جماعت ہے جو دنیا میں بدکاری میں مبتلا رہے[1]

عفت وعصمت اور تعددِ ازدواج

اس زنا کے عذاب سے نجات کی صورت اور فضائلِ عفت کے حصول کا ذریعہ وہی ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء-۱)

فطری داعیات وجذبات کی تسکین نکاح کے ذریعہ حاصل کی جائے اور اصل سلسلہ میں اس حد تک اجازت ہے کہ ایک سے لے کر چار عورتوں تک سے بیک وقت شادی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ ان بلند اخلاقیوں کا مالک ہو جن سے اپنی متعدد بیویوں میں عدل ومساوات قائم رکھ سکے، اور یکساں طور پر سب کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

تعدد ازدواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ

یہ حریص انسان کے لئے علاج کا دروازہ کھول رکھا گیا ہے منشا نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں کو عقد میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یا اسلام ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایک سے زیادہ شادی کریں۔ اس آیت کا یہ مقصد قطعاً نہیں۔ اسلام نے نہایت صفائی سے اعلان کیا ہے اور قرآن مقدس میں ہی اعلان کیا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ (النساء-۱)	پس اگر تم کو اس کا احتمال ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کر دیا۔ جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔ اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

مخالفین اسلام جہاں سے اعتراض کرتے ہیں اس کی شہ رگ یہیں سے اسلام نے کاٹ ڈالی ہے کیونکہ جب ایک سے زیادہ شادی کی اجازت اس حالت میں دی ہے کہ عدل

---

[1] ریاض الصالحین باب تحریم الکذب ص۵۵

Marfat.com

ومساوات کے دامن کے چھوٹنے کا خوف نہ ہو اور اس کو متعدد بیویوں کی صحیح معنی میں ضرورت بھی ہو۔ ایک مقام میں قرآن پاک ہدایت کرتا ہے۔

فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَةِ (النساء۔ ۱۶)
پس تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسی کر دو کہ وہ بیچوں بیچ لٹکی ہو۔

عدل ومساوات اوپر کی آیت میں "عدل" سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کے جو واجب حقوق ہیں اور جن کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے اس میں عدل ومساوات کا برتاؤ کیا جائے کیونکہ یہ انسان کے قصد واختیار سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے کھانا کپڑا، مکان، بیوی کے ساتھ رہنا سہنا اور اس طرح کے دوسرے تعلقات۔ باقی محبت طبعی اور تعلق قلب یہ ایسی چیز ہے جو انسانی طاقت سے باہر ہے اس میں شریعت نے سعی کی تاکید کی ہے، اپنی جدّوجہد کے باوجود اگر قلبی رجحان اور طبیعت کے میلان میں کمی وبیشی ہو اس پر گرفت نہیں۔

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء۔ ۱۹)
اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت اور بڑے رحمت والے ہیں

اور عدل اختیاری میں بقول مولانا عبدالماجد دریابادی۔

"یہ بھی لازم نہیں کہ ہر معاملہ مساوات عددی ہی کے ساتھ کیا جائے ایک افریقی بیوی، خوگر دوسری چیزوں کی ہوگی اور امریکی بیوی دوسری چیزوں کی مسن اور ادھیڑ سن بیوی کی ضرورتیں خواہشیں، دلچسپیاں سب ایک کم سن نوجوان بیوی کی ضرورتوں، دلچسپیوں خواہشوں سے مختلف ہونگی، مقصود یہ نہیں کہ ساری بھینسیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکی جانے لگیں مقصود ہر ایک کو بقدر امکان اور بلحاظ اس کے ذوق وحالات کے راحت پہنچانا ہے۔ فقہا نے عدل بین الازواج (بیویوں کے درمیان انصاف) کو فرض قرار دیا ہے لیکن خود "عدل" کی تفسیر "عدم ظلم" سے کی ہے، کہ کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے[۱]

ظاھر الایة انہ فرض ان یعدل ای لایجوز (درمختار)
ظاہر آیت سے عدل ومساوات بیویوں میں فرض ہے یعنی حق تلفی نہ ہونی چاہیئے

[۱] صدق جدید لکھنؤ ۸ ستمبر ۵۸ء۔

Marfat.com

عدل میں اندیشہ کے وقت صرف ایک کا حکم

اوپر کی آیت میں " ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لَا تَعُوْلُوْا " (اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع غالب ہے) اور پھر یہ آیت۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء۔۱۰) اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو بس ایک ہی بیوی پر بس کرو۔

کھلا ہوا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایک ہی بیوی کے دستور کو اصل قاعدہ اسلام میں قرار دیا گیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی برداشت نہیں کیا گیا، کہ انسان کو ضرورت لاحق ہو اور دوسری شادی نہ کرے۔

بلکہ اگر صحیح معنی میں ضرورت ہے اور اس کو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اگر دوسری، شادی نہ کی تو گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے ایسی ضرورت ناگزیر میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادی بھی کی جا سکتی ہے اور اس طرح پاکبازی کی زندگی جس سے ہلنے کا اندیشہ تھا اس پر جم جانے کی کد و کاوش کی جا سکتی ہے، اور کوئی شبہ نہیں اس طرح کی ضرورت آئے دن زندگی میں پیش آتی رہتی ہے، انسانی زندگی میں یہ چیزیں عنقا نہیں، کبھی کسی کی بیوی بانجھ ہوتی ہے۔ اور اولاد کا طبعی اشتیاق مجبور کرتا ہے، کبھی کسی کی بیوی دائمی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس وقت مرد کا طبعی تقاضا اور مریضہ بیوی کو تیمار دار کی ضرورت دونوں چیزیں متقاضی ہوتی ہیں کہ دوسری شادی کی جائے، کبھی مرد کا جنسی میلان زیادہ قوی ہوتا ہے اور بیوی کمزور ہوتی ہے اور کبھی ان کے علاوہ دوسری مجبوریاں پیش آتی ہیں۔

اسلام کا قانون تعدد ازدواج اور مخالفین

اب تو یہ چیز اتنی عیاں ہو چکی ہے کہ بحث و مباحثہ کی ضرورت باقی ہی نہیں رہی۔ تعدد ازدواج کے مخالفین کو بھی حالات کے پیش نظر اس بات کو ماننا ہی پڑا کہ اسلام کا قانون "تعدد ازدواج" درست ہے کسی مذہب اور دھرم کا ماننے والا بشرطیکہ وہ دور اندیش اور تجربہ کار ہو "تعدد ازدواج" کے جواز سے انکار نہیں کر سکتا ورنہ کسی مذہب و دین میں اس کا انکار کیا گیا ہے، بلکہ سب ہی میں اس کی اجازت دی گئی ہے، خصوصاً اسلام نے جن قیود کے ساتھ "تعدد" کی اجازت دی ہے اس کی ضرورت کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

مگر عجیب بات ہے کہ یورپ نے اسلام کے "تعدد ازدواج" کے قانون کو اپنا نشانہ بنا لیا ہے، وہی یورپ جس کے ہاں نسوانی ناموس کی کوئی قیمت باقی نہیں رہی ہے، بلکہ لٹ رہا ہے لٹایا جا رہا ہے، برسر بازار سب کچھ ہو رہا ہے لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور صرف دیکھتے رہتے ہیں۔ یورپ میں مرد عورت کے تعلقات میں بے باکیوں کی کیفیت جو حد سے گذر چکی ہے اسی کو دیکھ کر اور دوسرے حالات سے متاثر ہو کر یورپ ہی کے بعض ارباب فکر نے "تعدد ازدواج" کے جواز کو تسلیم کر لیا ہے بلکہ اس کے جواز کو ضروری قرار دیا ہے۔

اہل یورپ کا اعتراف حق لندن کے ایک اسکول کی ایک استانی مس میری اسمتھ نے اپنی ایک کتاب میں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے، لکھا ہے۔

"یک زوجی کا جو قاعدہ قانون برطانیہ میں چلا ہوا ہے وہ تمامتر غلط ہے مردوں کو دوسری شادی کی اجازت ملنا چاہیئے"۔

میری اسمتھ کی اس کتاب کے متعلق سنڈے ٹربیون (ڈربن ۔ نٹال) مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۵۱ء میں اس کے لندنی وقائع نگار لکھتے ہیں؎

"یقین ہے کہ پچیس سال سے اوپر عمر کی پچیس لاکھ بیوائیں جو اس وقت برطانیہ میں موجود ہیں دلچسپی اور قدر سے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لینگی۔

ان اقتباسات سے اندازہ لگائیے کہ تعددِ ازدواج جس کی اسلام نے ناگزیر ضرورت کے وقت اجازت دی ہے قانونِ فطرت کے کتنا مطابق ہے اور حالات نے لوگوں کو اسلام کے اس قانون کی حقانیت کا کیسا یقین دلا دیا ہے۔

یہی میری اسمتھ اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتی ہے۔

چونکہ اس ملک (برطانیہ) میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے ہر عورت شوہر کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی"۔

اس کے بعد اس نے کہا ہے ایک بیوی کا رواج ناکام ہو چکا ہے اور یہ رواج بھی کوئی سائنٹفک نہیں ہے؎

؎ صدق جدید لکھنؤ ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء ؎ ایضاً بحوالہ ندائے حرم کراچی ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ۔

Marfat.com

انگلستان میں جنسی بے راہ روی کو روکنے کے لئے سترہویں صدی سے کثرتِ ازدواج کا چرچا شروع کیا گیا، چنانچہ ۱۶۵۸ء میں ایک شخص نے زنا کاری اور نومولود حرامی بچوں کی اموات کو روکنے کے لئے کثرت ازدواج کی حمایت میں ایک پمفلٹ شائع کیا اس کے ایک صدی بعد انگلستان کے ایک قابل اعتماد اور صاحب کردار پادری نے فحاشی اور زناکاری کو روکنے کے لئے کثرت ازدواج کے طریقہ کو اختیار کرنے کی، رائے دی[1]

شوپنہار نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"ایک بیوی پر اکتفا کرنے والے کہاں ہیں؟ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں ہم میں سے ہر شخص "کثرت ازدواج" کا قائل ہے۔ چونکہ ہر آدمی کو متعدد عورتوں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے مرد پر کسی قسم کی تحدید عاید نہ ہونی چاہیئے[2]

مشہور ماہر جنسیات کیلیجن اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"گو انگلستان میں کثرت ازدواج کے اصول پر بالعموم عمل ہوتا ہے لیکن سوسائٹی اور قانون نے ابھی اس چیز کو تسلیم نہیں کیا ہے سوسائٹی ان اشخاص کے اعمال پر خاموش رہتی ہے جو ایک بیوی یا شوہر سے شادی کر کے دو یا تین داشتاؤں، یا آشناؤں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ لیکن سوسائٹی چیخ اٹھتی ہے جب کوئی شخص یہ تحریک پیش کرتا ہے کہ مرد کو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کی اجازت دی جانی چاہیئے[3]

ایک بصیرت افروز واقعہ | علامہ عبدالعزیز شاویش مصری نے ایک واقعہ لکھا ہے پڑھنے کے لائق ہے۔ لندن میں ایک ہسپانوی شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا، ہم نے بہت سے اسلامی مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ اور جیسے ہی تعدد ازدواج پر بحث چھڑی تو اس شخص نے کہا کاش اگر میں بھی مسلمان ہوتا تو ایک اور بیوی کر لیتا، میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی اس نے کہا کہ میری بیوی کو جنون ہو گیا ہے اور اس پر کئی برس گزر چکے ہیں، جس کی وجہ سے

---

[1] اسلام اور جنسیات ص ۲۸۶ [2] ایضاً ص ۲۸۵ [3] ایضاً ص ۲۸۷ [4] ایضاً ص ۲۹۲۔

Marfat.com

مجھے مجبوراً آشنائیاں کرنی پڑتی ہیں کیونکہ میں دوسری بیوی نہیں کر سکتا اگر میرے پاس دوسری جائز بیوی ہوتی تو اس سے میری جائز اولاد ہوتی جو میری کثیر دولت کی وارث بنتی، میری آنکھ کی ٹھنڈک اور بہتر رفیق ہوتی۔ اور مجھے اس سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا۔

قانون اسلام سے روگردانی کا نتیجہ مسز ہبرڈ سل کال کنز صدر ینگ ویمن کرسچن ایسوسی ایشن نے واشنگٹن میں بنکنگ کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا ہے۔

"امریکہ میں چودہ سال سے اوپر کی جوان لڑکیوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ ہے جو سب کی سب کنواری ہیں ان کے مقابلہ میں کنواروں کی تعداد نوے لاکھ ہے اس حساب سے تیس لاکھ کنواری لڑکیوں کے لئے شوہروں کا ملنا محال ہے کیونکہ جنگ نے مردوں اور عورتوں کا عددی توازن بہت بڑی حد تک خراب کر دیا ہے"[1]

بتایا جائے کہ ایسی حالت میں کیا کیا جائے گا اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہیں دی جاتی ہے تو پھر عفت و عصمت کو دنیا کی کونسی طاقت بچا سکتی ہے اور بفرض محال بچ بھی تو اس ظلم عظیم کا وبال کس کے سر آئے گا؟ اور ان تیس تیس لاکھ تعداد کی گریہ و زاری اور نالہ و شیون کیا کچھ نہ کریں گے جس نے یہ لکھا بالکل سچ لکھا کہ۔

"لوگ سمجھتے ہیں تعدد ازدواجی اور وحدت ازدواجی میں مقابلہ ہے لیکن یہ غلط ہے، اصل میں مقابلہ ہے محدود تعدد ازدواجی کی اجازت اس لئے دیتا ہے کہ لامحدود حرام کاری کا سد باب ہو، لیکن جو وحدت ازدواجی کے قائل ہیں ان کے پاس لامحدود حرام کاری کے انسداد کا کوئی علاج نہیں، اسی لئے تو وہ تعدد ازدواجی کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں، مگر یہ آواز بلند نہیں کرتے کہ ایک عورت والے مرد کو دوسری جگہ شہوانی جذبات کی سیری کے لئے منہ کالا نہ کرنا چاہیئے"[2]

ہندوں کا اعتراف حق یہ تو مغرب کا اعتراف حق تھا اب ہندوؤں کے متعلق "مدراس ہندو مہا سبھا نے ہندو لا کمیٹی کے نام جو یادداشت ارسال کی ہے اس میں پہلی بار ہندو سوسائٹی کے لئے بعض حالات میں تعدد ازدواج کی ضرورت کا

---

[1] زمزم لاہور ۵ استمبر ۱۹۴۵ء [2] ایضاً، اگست ۴۵ء

اعتراف کیا گیا ہے یعنی ہندوؤں کو بعض ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں جن میں ایک مرد کو کئی کئی عورتوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہیئے[1]

ہمیں بتانا یہ ہے کہ اسلام نے عفت و عصمت اور پاکبازی کے لئے جو شاہراہ قائم کی ہے اس پر چلنے سے ہی عزت و آبرو اور پاکدامنی حاصل ہو سکتی ہے، دوسری کوئی شکل نہیں اور وہ شاہراہ یہی ہے کہ جو عورتیں پسند آئیں ان سے شادی کر لی جائے، ایک سے کی جائے ضرورت ہو تو دو سے تین سے حتی کہ چار تک سے اجازت ہے مگر عدل و مساوات کی ضروری شرطوں کے ساتھ۔

تعدد ازدواج میں عدل و مساوات | کن امور میں عدل و مساوات ضروری ہے اس کی کچھ بحث عورتوں کے حقوق میں آئیگی، کچھ یہاں لکھی جاتی ہے۔ اگر واقعۃً ضرورت نے ایک سے زیادہ بیوی کرنے پر مجبور کر دیا ہے تو کر لی جائے، مگر بدکاری اور روسیاہی کی کبھی جرأت نہ کی جائے، اور دوسری شادی کی جائے تو یہ یقین کر کے کہ ہمیں اپنی تمام بیویوں کے درمیان عدل و مساوات برتنی ہے، اس کے خلاف نہیں کرنا ہے، کیونکہ رب العزت کا حکم ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء) — اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ برت سکو گے تو ایسی حالت میں ایک ہی پر بس کر و۔

• آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط رواہ الترمذی وغیرہ (مشکوٰۃ باب القسم) — جب کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں میں عدل نہ کرے تو قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو ساقط ہو گا۔

مقصد یہ ہے کہ متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں تمام بیویوں میں عدل و مساوات کی پوری رعایت ملحوظ رکھی جائے، اس کے خلاف کرنے کی شکل میں اللہ تعالیٰ شوہر کو سزا دے گا، اور ساری مخلوق کے سامنے محشر میں اس کی اس ناانصافی کی یہ علامت ہو گی کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ساقط ہو گا، اور یہ ایک طریقہ ہو گا اس شوہر کی تذلیل و توہین کا جس

[1] زمزم لاہور ۲۳ فروری ۴۵ء

Marfat.com

نے اپنی بیویوں میں عدل و مساوات کی ضروری شرط پوری نہیں کی ہے۔

عدل و مساوات اختیاری شئے میں عدل

عدل و مساوات ان چیزوں میں ہے جو انسان کے قصد و اختیار میں ہے جس کی تفصیل اوپر گزری، باقی جو چیز انسان کے قصد و اختیار سے باہر ہے اس میں بھی عدل و مساوات کی سعی پیہم کرے، ہاں اس سے آگے اس کی گرفت نہیں ہے مگر رب العزت سے اپنی اس کوتاہی کی معافی مانگتا رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم میں عدل و مساوات سے کام لیتے تھے اور فرماتے تھے۔

اللّٰھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب القسم)

اے اللہ! جس میں مجھ کو قابو حاصل ہے اس میں میری یہ تقسیم ہے اس چیز میں ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے لیکن میں مالک نہیں۔

حضرت عائشہ ہی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضرت عروۃؓ سے کہا اے میری بہن کے نور نظر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں جب باری مقرر کرتے تو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے، بلکہ عدل و مساوات کی کارفرمائی ہوتی تھی ہاں یہ البتہ ہوتا کہ ہم تمام سے آپ ملاقات فرماتے اور سب سے ملتے، مگر رات میں انہی کے گھر میں آرام فرماتے جن کی باری ہوتی دوسری کے یہاں غیر کی باری کے دن قیام نہیں کرتے[1]

حضور کا آخری لمحات حیات میں عدل و مساوات

مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے بعد نماز عصر ملتے تھے[2]

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ میں عدل و مساوات برتنے کا یہ حال تھا کہ مرض الوفات میں بھی اس کو فراموش نہ فرمایا۔ ایام مرض میں بھی دریافت فرماتے رہتے میری باری کہاں ہے؟۔

کان یسأل فی مرضہ الذی مات فیہ "این انا غداً؟" (بلوغ المرام باب القسم)

مرض الوفات میں پوچھتے تھے کل میری باری کہاں ہے؟

---

[1] بلوغ المرام باب القسم عن احمد وابی داؤد۔ [2] ایضاً

ملانوس کرنے کیلئے نئی بیوی کے ساتھ رعایت

دوسری شادی کرے تو دیکھا جائے گا کہ نئی بیوی جو آئی ہے یہ کنواری ہے یا بیاہی، اگر کنواری دباکرہ ہوگی، تو اس کے پاس سات دن قیام کرے گا، پھر مساوات کی باری چلے گی اور اگر دوسری بیوی بیاہی بیاہ کر لایا ہے تو اس کے ہاں تین دن قیام کرے گا، پھر اس کے بعد باری مقرر کی جائے گی۔ یعنی نئی دُلہن جو آئے گی اس کے لئے یہ حق رکھا گیا ہے کہ باکرہ ہو تو اس کو سات دن دیئے جائیں کہ وُہ شوہر سے مانوس ہو، ثیبہ ہو تو تین دن، یہ دن حساب میں وضع نہ ہوں گے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے۔

اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندها سبعا ثم قسم و اذا تزوج الثیب اقام عندها ثلاثا ثم قسم متفق علیه (مشکوٰۃ باب القسم)	مرد جب ثیبہ کے بعد کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن قیام کرے پھر تقسیم کرے اور ثیبہ سے جب شادی کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر باری مقرر کرے

سفر میں لے جانے کیلئے قرعہ

سفر میں جب کسی بیوی کو لے جانا ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرے جس کا نام قرعہ میں نکلے اسی کو ساتھ لے جائے تاکہ ناانصافی نہ ہونے پائے، اور خود بیویوں کو یہ خیال نہ گزرے کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ حدیث میں ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اراد سفرا قرع بین نسائه فایتهن خرج سهمها خرج بها معه متفق علیه (مشکوٰۃ باب القسم)	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے جس کے نام کا قرعہ پڑتا وہ آپ کے ساتھ جاتیں۔

سفر سے واپسی پر پھر حساب وکتاب کس نہج پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں۔

(۱) بعض علماء کی رائے ہے کہ سفر کی مدت کا حساب نہ ہوگا، گھر پہنچنے کے بعد از سر نو سب کے لئے مساوات کے ساتھ باری چلیگی، جو سفر میں گئی ہے، اس کی باری سے مدت سفر کی مقدار وضع نہ کی جائیگی، خواہ قرعہ ڈالا ہو اور نام نکلنے پر ساتھ لے گیا ہو، یا بغیر قرعہ کے ہی ایسا کیا ہو، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہ رح اسی کے قائل ہیں۔

(۲) بعض علما کہتے ہیں کہ مدت سفر کا حساب ہوگا، اور جو عورت ساتھ گئی ہے اس

Marfat.com

سکے حصہ سے اتنے دن وضع کر لئے جائیں گے جتنے دن وہ سفر میں ساتھ رہی ہے، یہی اہل ظاہر کا مذہب ہے قرعہ کے ذریعہ سے ساتھ گئی ہو، یا بغیر قرعہ کے۔

(۳) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر قرعہ کے ذریعہ نام نکلا ہو اور ساتھ گئی ہو تو یہ حساب میں وضع نہ کیا جائے گا اور اگر بغیر قرعہ کے کسی بیوی کو اپنی مرضی سے ساتھ لے گیا ہے تو ایسی صورت میں مدت سفر کو حساب میں شمار کیا جائے گا، یہی قول ہے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا[۱]

اپنے حصہ کا ہبہ اور ملنے کی آزادی

کوئی بیوی چاہے کہ اپنی باری اپنی سوکن کو بخش دے تو ایسا کر سکتی ہے اور شوہر پر لازم ہوگا کہ اس بخشنے والی بیوی کی باری اس کے پاس گزارے جس کو اس نے ہبہ کیا ہے ہاں اگر اپنی باری شوہر ہی کو بخش دے تو پھر شوہر کو اختیار ہے جس کے پاس چاہے اس دن کو گزارے[۲]

ملنے اور بات چیت میں آزادی ہے یعنی باری جس کی بھی ہو، ملاقات سبھی سے شوہر کر سکتا ہے اور سب کو جمع کر کے بات چیت بھی کر سکتا ہے، البتہ وطی اس سے کر لیگا جس کی باری ہے، غیر سے نہیں کر سکتا ہے[۳]

ایک بحث البتہ رہ گئی کہ کیا بیویوں سے وطی کرنے میں بھی مساوات ضروری ہے؟ چونکہ وطی کا دار و مدار محبت اور طبیعت کے میلان پر ہے، اس لئے اس میں مساوات ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، لیکن یہ مطلب نہیں کہ مساوات کی سعی نہ کی جائے گی، بلکہ کوشش اس میں بھی مساوات ہی کی رہنی چاہیئے، اگر سعی کے باوجود طبیعت مائل نہ ہو اور انتشار پیدا نہ ہو تو البتہ معذور سمجھا جائے گا۔ اور اگر طبعی خواہش اور میلانِ نفس کے باوجود ترک کرنا چاہے تو اس کی ہرگز اجازت ہے اکہ یہ قصداً حق تلفی اور ناانصافی ہے[۴]

بیوی کی خوشنودی

نان و نفقہ میں بھی عورتوں کے اندر عدل و مساوات سے کام لے، اور حاصل یہ ہے کہ ہر طرح اپنی تمام بیویوں میں عدل و مساوات کو کام میں لائے۔ اور ان کی ہر طرح دل دہی کرے۔

آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ اسلام جو جھوٹ کو بدترین گناہ کہتا ہے اور ایک منٹ کے

---

[۱] زاد المعاد ج ۴ ص ۲۰ [۲] و [۳] ایضاً۔ [۴] ایضاً ص ۲۰۱۵۔

لئے برداشت نہیں کرتا، مگر بیویوں کی رضامندی کے لئے بوقت ضرورت جھوٹ بولنے کی بھی اجازت دیتا ہے حدیث میں ہے، ام کلثوم راوی ہیں۔

لم اسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرخص	تین چیزوں کے سوا کسی میں آپ نے کذب کی
فی شئ مما یقول الناس الا فی ثلث الحرب	رخصت نہیں دی، صرف ان چیزوں میں رخصت
والاصلاح بین الناس وحدیث الرجل	تھی لڑائی صلح صفائی اور مرد کا بیوی سے بات کرنا
امرأتہ والمرأۃ زوجھا (موطا مصفی ج ۲ ص ۲۲۴)	اور بیوی کا مرد سے۔

عدم مساوات کا نتیجہ مگر یہ کسی لمحہ برداشت نہیں کہ ناجائز طور پر بیوی پر مظالم ڈھا کر ان کی دل شکنی کرے اور ان کے شیشہ دل کو ٹھیس لگائے یہ وہ زریں ہدایات ہیں جن کا لحاظ و پاس زندگی میں نہایت ضروری ہے، جو لوگ چند عورتوں سے بیک وقت شادی کرتے اور ان زریں اصول پر عمل نہیں کرتے ان کی زندگی عذاب الیم میں گھر جاتی ہے بیویوں کی وجہ سے گھر فتنہ و فساد اور جھگڑے کا اکھاڑہ بن جاتا ہے اور زن و شو میں کسی کو ایک لمحہ اطمینان کی سانس نصیب نہیں ہوتی، شوہر کا اثر و رسوخ دم توڑ دیتا ہے، وقار کی روح مردہ ہو جاتی ہے اور اپنے اور غیر میں اس کی پوزیشن پامال ہو کر رہ جاتی ہے، یہی حال اس کی متعدد بیویوں کا ہوتا ہے۔

پھر یہیں پہنچ کر بات ختم نہیں ہو جاتی، دونوں بیویاں اپنے بچوں کو دوسری ماں کے خلاف ابھارتی ہیں، خود باپ کی طرف سے بھی نفرت پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے، اور بالآخر ایک شریف گھرانہ جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔

اس سے بڑھ کر بات یہ ہوتی ہے کہ اگر تمام بیویوں کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا ایک ہی بیوی پر مرد جب اس طرح جھک پڑتا ہے کہ دوسری لٹکتی رہ جاتی ہے تو دوسری بیوی بھی اس کام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیتی ہے جس کا نام لینا بھی ننگ و عار کی بات ہے راجہ مہاراجہ اور نوابوں کی متعدد بیویوں کی کہانی مشہور ہے، عفت و عصمت اس طرح لٹائی جاتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ اور ایسے اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

Marfat.com

سارے قوانین کا حاصل عفت و عصمت

اس ساری بحث کا منشا یہ تھا کہ اسلام ایک منٹ کیلئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ انسان کی عفت و عصمت پامال ہو اور ان کے اخلاق و اعمال کی گندگی دنیا کو متعفن کر ڈالے۔ جنسی میلان آدمی کی فطرت میں رکھا گیا ہے لیکن اس کے لئے قدرتی راہ بھی بنا دی گئی ہے۔ اس جائز راستہ سے داعیات فطرت پورے کئے جائیں۔ اگر کسی کو ایک بیوی سے تسکین نہ ہو اور جس معقول وجہ سے بھی ہو اور وہ یقین رکھتا ہے کہ عدل و مساوات کا دامن میرے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائیگا، تو دو بیویاں کافی نہ ہوں تو شروطِ مذکورہ کے ساتھ تین بیویاں رکھے، اگر تین بیویاں بھی اس کی زندگی میں سکون نہ پیدا کر سکیں تو شروط مذکورہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے چار بیویاں تک رکھ سکتا ہے، مگر یہ کسی حالت میں قابل برداشت نہیں کہ عصمت و عفت کا دامن داغدار کرے۔

بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت نہیں ہاں چار بیویوں سے زیادہ بیک وقت نہیں رکھ سکتا جو لوگ چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کے قائل ہیں وہ تعامل توارث اور صدر اول کے اجماعی فیصلہ کو مسترد کر کے بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر پر لے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ غیلانؓ بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کے نو بیویاں تھیں، یہ بھی مسلمان ہو گئیں، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خذ منهن اربعا (ابن ماجہ باب الرجل ... ان میں سے چار پسند کر لو۔
یسلم وعنده اكثر من اربع نسوة)

حضرت قیس بن حارث کا بیان ہے کہ میں مسلمان ہوا تو اس وقت میرے آٹھ بیویاں تھیں چنانچہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے آپ سے اپنی آٹھ بیویوں کا تذکرہ کیا، آپ نے یہ سن کر فرمایا۔

اختر منهن اربعا (ابن ماجہ باب ایضاً) ان میں چار کو چن لو۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلے اللہ

لہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، "ان غیلان بن سلمة الثقفي اسلم وله عشر نسوة في الجاهلية فاسلمن معه فقال النبي امسك اربعا وفارق سائرهن رواه احمد والترمذي" (مشکوٰۃ باب المحرمات) لہ دیکھئے مشکوٰۃ باب المحرمات ۱۲ منہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے صراحتہً چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے، اور جن لوگوں کے
پاس چار سے زیادہ بیویاں تھیں اسلام لانے کے بعد آپ نے صرف ان میں سے چار کی اجازت
فرمائی، بقیہ کو علیحدہ کرا دیا، خود سرور کائنات کا طرز عمل سوظاہر ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ
مخصوص تھا۔

شادی کرنے والوں کے اختیارات و فرائض

اسلام نے جس طرح عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کی بعض
ضروری شرطوں کے ساتھ اجازت دی، مگر اسے گوارا نہ کیا کہ انسانی شرافت کے چہرہ پر گندگی
کی دھول بھی اڑ کر پڑے، ٹھیک اسی طرح عفت و عصمت اور اخلاق و اعمال کی پاکیزگی کے
لئے انسان کو اس بات کی بھی اجازت دی کی شادی کرنے میں حدود اللہ کے اندر رہ کر
اپنی پسند کی بیوی کرے، اور عورت اپنے پسند کے مطابق شوہر تجویز کرے ارشاد ربانی ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء-۱) تم نکاح کرو عورتوں میں جو تم کو پسند ہو

حق انتخاب ان عورتوں سے شادی کا مشورہ دیا گیا ہے، جو پسند ہو، اور دل کو بھائے، اس
سلسلہ میں جو پابندی ہے وہ بس اتنی کہ حدود اللہ ٹوٹنے نہ پائے یعنی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن سے
شادی جائز نہیں ہے، بلکہ ان سے رشتہ ازدواج کا قیام شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان میں
کچھ قرابت دار ہیں اور کچھ غیر مذاہب کی پابند۔ ان کو چھوڑ کر جو عورتیں حلال ہیں، ان میں انتخاب
کا حق عطا کیا گیا ہے جس طرح مردوں کو عورتوں کے جائز انتخاب میں اختیار ہے اسی طرح عورتوں
کو بھی حق انتخاب اسلام نے بخشا ہے، حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی
مجبور نہیں کیا گیا ہے کہ کسی خاص عورت یا مرد سے رشتہ جوڑے، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ چند پیسے
کی جو چیز خریدی جاتی ہے اُسے ٹھوک بجا کر لیا جاتا ہے اور شادی جیسی اہم چیز جس کا پوری
زندگی سے واسطہ ہے، اور جس کے ذریعہ دو اجنبی مرد و عورت ایک مضبوط رشتہ میں منسلک ہو
جاتے ہیں اس میں غفلت کا مشورہ کون دے سکتا ہے؟

اسلام جو ستم رسیدوں کے لئے عدل و مساوات کا پیام بن کر آیا اور مظلوم و بے سہارا

Marfat.com

لوگوں کی جائز حمایت جس کی سرشت میں داخل ہے وہ کیسے یہ برداشت کر سکتا تھا کہ حق والوں کو ان کا حق نہ ملے، یا ظالموں کے ظلم کی بیخ کنی نہ ہو، چنانچہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے ہر ایک ظلم و جور کی بنیاد ڈھا دینے کا اعلان کیا، اس نے زندگی کے اس شعبہ میں بھی جس میں ددا جنبی ملتے ہیں اصلاح کی، مظلوموں کو ان کا حق دلایا اور ظالم کا ظلم سے ہاتھ پکڑ لیا، تاکہ رشتہ ازدواج سے جو بنیادی مقاصد وابستہ ہیں وہ حسن و خوبی سے وجود میں آئیں۔

رشتۂ ازدواج کے سلسلہ میں قرآن پاک کی ہدایتوں اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی کو، سامنے رکھکر فیصلہ کیا جائے، تو یقینی طور پر یہی فیصلہ ہوگا کہ نہ مرد مسلوب الاختیار ہے اور نہ عورتیں جو بات پابندی کی نکلے گی، وہ صرف اتنی کہ حدود اللہ کے اندر رہنا ضروری ہے۔

ظلم و جور کی بیخ کنی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام نے مرد و عورت جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی ترجیح دی ہے، اور ان کی رائے قبول کرنے کو بہر حال ضروری بتایا ہے اسلام سے پہلے اس باب میں ظلم ہوتا تھا، لڑکیوں پر ان کے ولی ناجائز دباؤ ڈالتے تھے اور ایسے مردوں سے ان کی شادی کر دیتے تھے جن کو لڑکیاں پسند نہ کرتی تھیں یہ یتیم لڑکیوں کے حق میں خصوصیت سے ناانصافی ہوتی تھی۔

جاہلیت کی تاریخ پڑھئے تو معلوم ہو کہ جاہلی معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت کس قدر پست تھی، یہ غریب مال منقولہ سمجھی جاتی تھیں، شادی کے بعد شوہر یہ سمجھتا تھا کہ میں نے مہر کے بدلہ بیوی کو خرید لیا ہے، چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے وارث عورت کو اپنی ملکیت میں شمار کرتے اور اس طرح دوسرے مظالم ہوتے تھے، اسلام جب آیا تو اس نے اس ظلم و ستم کی بیخ کنی کو بھی ضروری سمجھا۔

ولی کو مشورہ کا حق حد بلوغ تک پہنچنے کے بعد عاقل لڑکا اور لڑکی جس طرح دنیا کے دوسرے معاملات میں بڑی حد تک آزاد ہوتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ان کو شادی کرنے میں بھی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے آزادی بخشی ہے والدین اور دوسرے اقربا اس شعبۂ زندگی میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتدل مشورے ضرور دے سکتے ہیں اور ان کو مشورہ دینا بھی چاہئے مگر یہ دباؤ اور جبر نہیں ڈال سکتے شادی کرنے والے جوڑے کو بھی چاہیئے کہ اپنے بزرگوں۔

Marfat.com

مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائیں پختہ ہوتی ہیں اور محبت و شفقت میں ڈوبی ہوئی، بایں ہمہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کو ان مشوروں کے قبول کرنے پر اسلام نے مجبور نہیں کیا ہے۔

عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار

عورتیں جن کو ہندوستان کے ماحول میں ہم مجبور محض سمجھتے ہیں، اسلام نے ان کو اتنا مجبور ہرگز نہیں کیا جتنا سمجھا جاتا ہے، بالغ لڑکوں کی طرح بالغ لڑکیوں کو بھی اس باب میں بڑی حد تک آزادی ہے نکاح کے باب میں بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن۔ (بخاری باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاہا)	شوہر دیدہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کا حکم نہ لے لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اسکی اجازت حاصل نہ کر لیجائے۔

دوسری حدیث اس سے بھی واضح ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

الایم احق بنفسہا من ولیہا والبکر یستاذنہا فی نفسہا واذنہا صماتہا۔ (مسلم باب استیذان الثیب بالنطق والبکر بالسکوت)	شوہر دیدہ عورت خود اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری کے نکاح کے وقت اس سے اجازت لے لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر یستاذنہا ابوہا واذنہا صماتہا (مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت)	وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اسکا باپ اجازت حاصل کرے اور اسکی اجازت اسکا چپ رہنا ہے

ان حدیثوں میں جو لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے اور جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کریں، اور پھر فیصلہ کریں کہ پیغمبر اسلام کا منشا کیا ہے عورتوں کو شادی کے باب میں مختار بنایا گیا ہے، یا اس کو مسلوب الاختیار گردانا گیا ہے؟

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے جن کو ذرا بھی فہم و عقل عطا کی وہ یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوں گے کہ اسلام نے عورتوں کو شادی کرنے کے سلسلہ میں مسلوب الاختیار نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی منظوری کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر عورت کی رضا حاصل کئے ہوئے اس کی شادی کسی مرد سے زبردستی نہیں کی جاسکتی۔

ولی کا فریضہ ولی کا فریضہ ہے کہ بالغ سے رضا حاصل کرے، پھر وہ کسی مرد سے اس کی شادی کی بات چیت طے کرے حدیث یہ ہے کہ باپ جو لڑکی کے حق میں سراپا رحیم و شفیق ہوتا ہے اس کو بھی پیغمبر اسلام حکم دے رہے ہیں کہ لڑکی کی رائے معلوم کرے اور اس کی اجازت حاصل کرلے، پھر اس کی شادی اس کی پسند کے مطابق کرے۔

مگر اسلام نے جہاں لڑکی کی رضا اور اجازت کو ضروری قرار دیا ہے وہاں لڑکی کی حیا اور شرم کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا ہے بلکہ پاس ادب یہ ہے کہ لڑکی کے سکوت کو بھی اجازت کا درجہ دیا ہے، اگر وہ کنواری ہے، ہاں اگر ثیبہ ہے تو اس کی صراحۃً اجازت کی ضرورت ہے استیمار اور استیذان سے اسی طرف اشارہ ہے، بعض علما نے کہا ہے کہ سکوت باکرہ جو اذن کے درجہ میں اس کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔

عورت کی عدم رضا سے نکاح کا رد عہد نبوی میں حدیث میں ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت حزام رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے باپ نے کسی شخص سے ان کی شادی کردی۔ حضرت خنساء کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، دربار نبوی میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی، رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کی درخواست قبول فرمالی، اور ان کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رد فرمادیا[1]

دوسرا واقعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت، رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئی اور بیان کیا کہ میرے باپ نے جس سے میری شادی کردی ہے وہ مجھے پسند نہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دے دیا جی چاہے باقی رکھو جی چاہے رد کردو[2]

---

[1] بخاری باب اذا زوج ابنتہ وہی کارہۃ فنکاحہ مردود۔ [2] ابن ماجہ باب من زوج ابنتہ وہی کارہۃ۔

Marfat.com

باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں　ایک واقعہ بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بیان کیا کہ میرے والد محترم نے میری شادی میرے چچا زاد بھائی سے کر دی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے اس عورت کی اس رشتہ سے ناگواری سن کر آپ نے معاملہ عورت کے ہاتھ دے دیا، کہ تم کو اس نکاح کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے، عورت نے یہ سن کر اطمینان کی سانس لی اور بولی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا اس کی اجازت دے چکی ہوں، لیکن اس وقت سوال کرنے اور حضور سے جواب حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو سبق دوں کہ باپ کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ بالغ لڑکی کی رضا حاصل کیے بغیر شادی کر دے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الآباء من الامر شیٔ (ابن ماجہ باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ)　لیکن میں نے عورتوں کو یہ بتا دینا چاہا کہ باپ دادا کے ہاتھ میں نکاح کے معاملہ میں کچھ نہیں ہے

عبدالرحمن بن یزید اور مجمع بن یزیدؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سے جو خدام کے نام سے مشہور تھے، انھوں نے اپنی لڑکی کی شادی کی، ان کی لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نکاح اور اپنی ناپسندیدگی کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپ نے اس کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو باطل قرار دے دیا اور پھر اس عورت نے ابولبابہ بن عبدالمنذر سے شادی کی۔

ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ بالغہ عورت کی شادی میں اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کو شوہر کے انتخاب میں پورا اختیار ہے، اور اس ساری کد و کاوش اور اختیارات کا مقصد یہ ہے کہ عفت و عصمت، محبت و مودت اور بقائے نسل انسانی جو نکاح کے بنیادی مقاصد ہیں وہ بحسن و خوبی انجام پذیر ہوں

ولی کو حق مشورہ اور اس کا لحاظ　نابالغ لڑکی کا نکاح البتہ اس کی اجازت کے بغیر ولی کر سکتا ہے اس کے باب میں باپ کو بھی اختیار ہے اور دوسرے ولی کو بھی، مگر باپ کا اختیار منضبط ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہ ہو گا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا

۱؎ ابن ماجہ باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ۔

خود اپنا بیان ہے کہ میری شادی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب میری عمر چھ سال کی تھی [1]

بہر حال نکاح کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے اس لئے جو کچھ کیا جائے خوب سوچ سمجھ کر کیا جائے، ولی بھی اپنی حد تک اطمینانی شکل پیدا کر لیں اور جس کی شادی ہو رہی ہے وہ بھی سکون قلب پا لیں۔

یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ آج کل گزشتہ دور کا رد عمل یہ ہو رہا ہے کہ شادی کرنے والے اپنی شادی کے معاملہ میں ولی حتیٰ کے والدین کی رائے بھی ضروری نہیں سمجھتے کوئی شبہ نہیں کہ "شادی اپنی پسند ہی کی ٹھیک ہوتی ہے" مگر ساتھ ہی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے کہ "جوش" کے ساتھ "ہوش" نہایت ضروری ہے اور شادی کا جہاں "جنسی میلان کی تکمیل" سے تعلق ہے۔ اس کے ساتھ شادی کا تعلق گھر خاندان قوم اور ملک سے بھی ہے اور حال کے ساتھ "مستقبل" پر نگاہ رکھنا بھی ہر دور اندیش کا فریضہ ہے اس لئے اگر یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا کہ شادی کے معاملہ میں والدین یا جو ولی ہوں ان کا مشورہ بڑی حد تک ضروری ہے۔

اختلاف کے وقت عورت کی پسند قابل ترجیح

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ اگر عورت کی رائے اور مرد کی رائے میں ٹکراؤ ناگزیر طور پر ہوتا ہے تو ایسے موقع پر کیا فیصلہ ہوگا؟ تو یہاں بغیر شک و شبہ یہ کہا جائے گا کہ عورت کی مرضی مقدم ہوگی اور اسی کی رائے کو شرعی طور پر ترجیح دی جائیگی، کیونکہ شادی عورت کی ہو رہی ہے عفت و عصمت کا تعلق اس سے عورت کا ہے ولی کی نہ شادی ہو رہی ہے، اور نہ اس بندھن کے نباہنے کی ذمہ داری ہی ولی پر ہے، پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ٹکراؤ کے وقت میں ولی کی رائے کو ترجیح دی جائے اور عورت کی رائے و رضا کی پرواہ نہ کی جائے۔ پھر عہد نبوی کے فیصلے اور واقعات موجود ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کی رضا کو ترجیح دی، باپ کا کیا ہوا نکاح بھی رد فرما دیا، مگر عورت کے خلاف مرضی فیصلہ نہیں فرمایا، جیسا کہ میں اوپر نقل کر آیا ہوں، پھر قرآن پاک کی یہ آیت بھی سامنے رکھئے۔

---

[1] ابن ماجہ نکاح الصغار یزوجھن الآباء۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۔

(بقرہ۔۲۳۰)

وہ عورتیں جب اپنی میعاد پوری کر لیں تو تم کو بات میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو وہ قاعدہ کے مطابق اپنی ذات کے لئے کچھ کاروائی کریں۔

اس آیت میں عورت کو اپنا معاملہ نپٹنے کی پوری آزادی ہے۔ عورت انسان ہے عقل م کی مالک ہے، وہ کوئی عضو معطل نہیں کہ بغیر ولی کی اجازت کے کوئی کام کر ہی نہیں سکتی۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ نکاح میں حتی الوسع عورت اور ولی دونوں موافقت ضروری ہے تاکہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا سکے۔ اس باب میں حضرت مولانا رشاہ کشمیری کی رائے بہت درست ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مولانا کشمیریؒ کا اصول اور فیصلہ

مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے معاملات میں جن کا تعلق جماعت سے ہے، شریعت اسلام نے میں طرفین کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، اور ایسے باب میں مجموعہ احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ نا چاہیئے صرف ایک جانب کو سامنے رکھ کر جو بھی فیصلہ ہوگا اس سے شارع علیہ السلام کی ر کا پالینا مشکل ہے، مثلاً زکواۃ کا معاملہ ہے، اس معاملہ کا زکوٰۃ دینے والے، اور زکوٰۃ صول کرنیوالے دونوں سے تعلق ہے، زکواۃ دینے والے کے متعلق حدیث میں صراحت کے ساتھ بات ہے کہ اگر اس کے پاس زکوٰۃ وصول کرنیوالا آئے تو زکوٰۃ دینے والا اس کو خوش کرے، جو نکے دے۔ انصاف کرے گا، اپنے لئے کریگا، اور اگر خدانخواستہ ظلم کو راہ دے گا تو اپنے لیے وبال یدیگا کیونکہ زکوٰۃ کا کمال یہ ہے کہ وصول کرنیوالا خوش خوش جائے۔ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زکوٰۃ وصول کرنے والے (عامل) کی شکایت کی آپ فرمایا اس کو خوش کرو، زکوٰۃ میں جیسا مال مانگے دو۔ پوچھنے والے نے دریافت کیا، یا حضرت لم کرنے تو بھی آپ نے فرمایا ہاں پھر بھی دوسری طرف عامل کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار! مال والوں کا بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے ہیز کرو، مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ دونوں کو سامنے رکھیئے اور سوچیئے تو معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ دینے والوں کو نبی کریم صلے اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم جو ہدایت دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں بولنے تک کا حق نہیں ہے، عامل جو مانگے دے، ظلم کرے تو بھی نہ بولے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے متعلق جو ہدایت نبوی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو زیادتی کا کوئی حق ہی نہیں ہے انصاف سے مال والا جو دیدے، لیلے، ورنہ وعید کا مستحق ہوگا۔

خود میاں بیوی کا باہمی معاملہ قابل غور ہے، ایک بیوی کو حکم ہے کہ شوہر کو خوش رکھے بیوی کے لئے ذرا سی بدخلقی پر دوزخ کی وعید شدید ہے، مگر دوسری طرف شوہر کو فرمایا جارہا ہے کہ تم میں کامل فی الایمان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنی بیوی کیلئے بہترین ہو۔

ٹھیک اسی طرح عورت اور اس کے ولی کا معاملہ ہے، عورت کو کہا جارہا ہے کہ تمہارے نکاح میں ولی کا حق ہے اور اس قدر حق ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے نکاح باطل، اور ولی کو کہا جاتا ہے کہ عورت اپنے حق کی تم سے زیادہ حقدار ہے۔ گویا ولی کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں مگر اس باب کے پورے ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں پر ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کی رضا کے بغیر نکاح نہ کرے عورت کو ولی کی بات کا دسعت بھر پاس رکھنا چاہیئے اور ولی کو عورت کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے، نہ ولی اس حد تک زیادتی کرے کہ عورت اپنے جائز حق سے محروم ہو جائے، اور نہ عورت اتنی بے راہ روی اختیار کرے کہ ولی اور خاندان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائے۔

یوں بالغہ عورت پر ولی کو جبر کا بالکل اختیار نہیں، ہاں مستحب ہے کہ مشورہ دے نابالغ کے باب میں جبر کا البتہ اختیار ہے، اور ولی اور عورت کی رائے میں جب اختلاف ہوگا تو بالغہ عورت کی رائے کو ترجیح ہوگی جس کی قرآن و حدیث سے تائید ہوتی ہے[1]

مولانا کشمیریؒ کی یہ رائے صرف اسی ایک مسئلہ میں نہیں، بلکہ ہر اجتماعی مسئلہ میں قابل عمل اور لائق ترجیح ہے، انہوں نے امر نبوی کی گہرائیوں کو پالیا ہے اور اس طرح کی حدیثوں کا جو انداز بیان ہے اس کو خوب سمجھا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی تائید | حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس مسئلہ کی جو توجیہ بیان کی

[1] فیض الباری جلد رابع باب من قال لانکاح الا بولی۔

ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، گو اندازِ بیان بدلا ہوا ہے، اور کوئی شبہ نہیں اس مسئلہ میں جو طرز ادا مولانا کشمیریؒ نے اختیار کیا وہ سب سے عمدہ اور پاکیزہ ہے، حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

"نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں، کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے ان کا غور و فکر نسبتاً زیادہ اہم نہیں، پھر مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے، ارباب حل و عقد مرد ہی ہیں پھر معاملہ ایسا ہے عورت کرے تو بے حیائی سے تعبیر ہو، دوسرے آشنائی اور نکاح میں تمیز کے لئے بیچ میں اولیا کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی شہرت ہو سکے اس لئے عورت کو ولی کی رائے لینی چاہیئے مگر ولی کو بھی یہ اختیار ہرگز نہیں کہ صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کر دے، اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے اور اپنا معاملہ جو خود عورت سمجھتی ہے مرد نہیں سمجھ سکتا ہے، نفع و نقصان عورت کو پہنچنے والا ہے۔ اس لئے حکم اس سے لینا ضروری ہے[1]

امام نوویؒ کی رائے | امام نووی جو شافعی المذہب ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ لڑکی کی رائے ولی کی رائے پر ترجیح ہوگی، ان کے الفاظ یہ ہیں، تحریر فرماتے ہیں۔

وحقها اوکد من حقه فانه لو اراد تزویجها کفوًا و امتنعت لم تجبر ولو ارادت ان تتزوج کفوًا فامتنع الولی اُجبر، فان اصر زوجها القاضی، فدل علی تاکد حقها و رجحانها۔

(شرح مسلم نووی۔ ج۱ ص ۴۵۵)

عورت کا حق ولی کے حق سے زیادہ موکد ہے اگر ولی کسی کفو سے اس کی شادی کرنا چاہے اور لڑکی آمادہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر خود عورت کسی کفو سے شادی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کا ولی راضی نہ ہو تو اس ولی کو مجبور کیا جائیگا اور اگر ولی اصرار کرے گا تو قاضی اس عورت کی شادی کر دیگا یہ دلیل ہے کہ عورت کا حق موکد اور راجح ہے۔

ہر حال میں بالغہ لڑکی کی رائے قابل ترجیح ہے | تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت شادی کے معاملہ میں، مجبور محض نہیں بلکہ اچھا طریقہ وہی ہے کہ عورت کی رائے،

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب صفۃ النکاح جلد دوم

Marfat.com

معلوم کر کے ولی اس کی شادی کا انتظام کرے۔ اگر کسی لڑکے سے عورت شادی کرنے سے انکار کر دے تو اس کی زبردستی اس سے شادی کرنے کی جرأت نہ کی جائے، قرآن پاک نے جس سکون وطمانیت کو مقصد اولیٰ قرار دیا ہے بغیر عورت کی رضا کے غیر ممکن ہے طلاق، خلع وغیرہ مسائل اسی لئے وضع کئے گئے ہیں۔

چنانچہ مبسوط میں ہے کہ نکاح کے موقع پر عورت سے اجازت لے لی جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کو کوئی اندرونی مرض ہو جس کی وجہ سے عورت سے صحبت نہیں ہو سکتی ہے یا ممکن ہے عورت کا دل اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے سے متعلق ہو، جس سے شادی ہو رہی ہے تو اگر عورت سے حکم حاصل کئے بغیر اس کی شادی کر دی جائیگی تو اس حالت میں اس شوہر سے اس کا نباہ نہ ہوگا، اور عورت فتنہ میں پڑ جائیگی کیونکہ اس کا دل تو غیر سے معلق ہے، اور عشق کی بیماری سے بڑھ کر دوسری کون بیماری ہو سکتی ہے[1]

مردوں کو اختیارات عورت کے مسئلہ کے حل ہو جانے کے بعد مرد کی رضا کا سوال پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا ہے کہ بالغ عاقل مرد جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی رضا اور اجازت مقدم ہے، مرد کو چونکہ کبھی بھی مجبور محض نہیں سمجھا گیا ہے اس لئے اس مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ یہاں تو یہ کہنا چاہیئے کہ لڑکا جب اپنی شادی کرنے لگے تو اپنے بزرگ کی رائے پر ضرور غور کرے۔ یہ کہہ کر نظر انداز نہ کر دے کہ "اس ذاتی معاملہ میں والدین اور گھر کے بڑے بوڑھے دخل دینے والے ہوتے ہیں کون؟ کیونکہ شادی میں تجربہ کار اور علم الانسان کے ماہرین کی رائیں اہمیت رکھتی ہیں اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دور اندیشی جو بڑے بوڑھوں میں ہوتی ہے، ان نوجوانوں میں ہرگز نہیں ہوتی، جن کے ہوش پر جوش کا غلبہ ہوتا ہے

عورت کے انتخاب میں ہدایت نبوی اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ، اس میں شریعت مطہرہ کا مشورہ یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ مقدم ہونا چاہیئے مالدار سے شادی کی جائے اونچے حسب ونسب والی سے شادی کی جائے، حسین اور خوبصورت سے شادی کی جائے یا کسی معمولی عورت سے۔ بہر حال پہلے عورت کی دینداری اور سیرت کا جائزہ لے لیا جائے، ارشاد نبوی ہے

[1] مبسوط للسرخی ج ۴ - صفحہ ۱۹۷-

تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک

(بخاری باب الاکفاء فی الدین)

عورت سے چار چیز کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے اس کی مالداری کی وجہ سے حسب و نسب کی وجہ سے خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے پس دیندار کو لے کر کامیاب ہو۔

محض دولت پرستی | مقصد یہ ہے کہ انسان جب شادی کرنے لگتا ہے تو عورت کا انتخاب ...ی چیزوں کے پیش نظر کرتا ہے، کبھی بیوی کا انتخاب اس کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہے کہ ...رت صاحب جائداد ہے، با ثروت ہے، اور شاندار کوٹھی کی مالک، اگر اس سے شادی ہو ...ی تو زندگی مزے سے گزریگی، بہت سی فکروں سے نجات مل جائیگی اور اپنے افلاس کے ...وجود مطمئن زندگی کا ذریعہ پیدا ہو جائیگا دیندار ہو یا نہ ہو مگر انسان عجلت پسندی کی وجہ سے ...ے پہلو پر غور نہیں کرتا ہے کہ مالدار بیوی کو شریک حیات بنائے گا تو زندگی کا لطف ...ا رہیگا، لذت و مسرت مفقود ہو جائیگی، اللہ تعالیٰ نے زن و شوئی کی اجتماعی زندگی کی ...صدارت مرد کے حوالہ کی ہے، اس میں رخنہ پڑ جائیگا، عورت کے نان و نفقہ کا قیام باقی نہ رہ ...ے گا، اور گھر کے سامان اور فرنیچر کو دیکھ کر جو مسرت ہوا کرتی ہے بال بچوں کے لباس سے طبیعت ...ی جو کیف و انبساط پیدا ہوتا ہے یہ کرکرا ہو جائیگا، کیونکہ یہ سب غیر کا اثر نعمت ہے اپنی کمائی ...یں، بیوی کی نگاہ میں جو عزت و وقعت چاہیئے باقی نہ رہے گی، کیونکہ مالدار بیوی کی نظر میں مفلس ...ہر کی وقعت منیجر اور منتظم سے زیادہ نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی اسوقت جب عورت بلند اخلاق ...و اور اگر خدانخواستہ عورت بے ادب ہوئی تو ہر قدم پر ٹھوکر لگائیگی اور احسان جتائے گی۔ ...ینی اس مالدار بیوی سے جو اولاد ہوگی یہ اولاد بھی باپ کی وہ عزت و تکریم نہیں کر سکتی ...ی چاہیئے، بیوی کی کسی غلطی پر شوہر تنبیہ کرنا چاہے گا تو ایسی بیوی مقابلہ کے لئے آمادہ ...ائے گی اور نہ معلوم کیا کیا کہہ دے گی، پھر خود سوچا جائے ایسے حالات میں زندگی کی لذت ...سرت کیا باقی رہے گی؟ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریمؐ نے فرمایا۔

لا تزوجوھن لاموالھن فعسی اموالھن ...ن تطغیھن (ابن ماجہ باب افضل النساء)

عورتوں سے ان کی مالداری کی وجہ سے شادی نہ کرو عموماً ان کا مال انکو سرکشی پر آمادہ کر دیتا ہے۔

Marfat.com

نسل و نسب کے بت پر جان دینا | کبھی کوئی عورت کا انتخاب محض اس کے حسب و نسب کی وجہ سے کر ہے ذاتی شرافت اور صلاحیت کو نہیں دیکھتا، حالانکہ سوچنا چاہیے کہ شرافت کافی نہیں ہوتی، جب تک ذاتی صلاحیت بھی نہ ہو، اور پھر اگر صرف نسلی امتیاز ہو اور دینداری نہ ہو تو یہ نسلی امتیاز عورت میں کبر و غرور یہ پیدا کر دیتی ہے اور وہ اپنے مقام سے آگے بڑھ جانے کی سعی کرتی ہے، بتدریج یہ چیز بھی مرد کی قوامیت کو مجروح کر ڈالتی ہے، مقصد یہ نہیں ہے کہ اس کا لحاظ کیا ہی نہ جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نری نسلی امتیاز کوئی مفید چیز نہیں جب تک صلاحیت اور دینداری نہ ہو اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام میں اول دینداری پھر کوئی چیز ہے دین کے مقابلہ میں حسب نسب کوئی چیز نہیں، نبی کریم ؐ نے فرمایا۔

ولامۃ خرماء سوداء ذات دین افضل — کالی کلوٹی بیوقوف لونڈی بھی جو دیندار ہو، افضل ہے۔ (ابن ماجہ باب افضل النساء)

دوسری حدیثوں سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اولیاء متقی لوگ ہیں، جہاں کہیں بھی ہوں اور جو کوئی ہوں۔

حسن پرستی | اور کبھی کوئی بیوی کے انتخاب میں محض خوبصورتی کو معیار بنا لیتے ہیں، کہ ناک نقشہ اور نوک و پلک دلکش ہو رنگ و روپ میں جاذبیت ہو، عشوۂ و ادا کی مجسمہ ہو اور اس کے اعضاء متناسب ہوں اور صرف یہی نہیں بلکہ جدید روشنی سے آراستہ ہو، شوخ اور بیباک اور زمانہ کے اثر سے پوری متاثر ہو۔

مگر ان خیالات کے وقت سوچتے نہیں کہ یہ کوئی خاص خوبی نہیں، اگر اس میں صلاحیت اور سلیقہ نہیں محض خوبصورتی کوئی معیار نہیں، اگر خوبصورتی کے ساتھ قبول سیرت نہ ہو، کیونکہ یہ حسن و جمال سراپا فتنہ بن جائیگا اور یہ حسن بیوی میں تبختر اور ناز ضرورت سے زیادہ پیدا کر دے گا اور وہ فضول خرچ اور متکبر ثابت ہوگی، دوسرے لوگ الگ فتنہ میں ڈالنے کی سعی کرینگے۔ اور اسی تنہا خوبصورتی کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

لاتزوجوا النساء لحسنھن فعسی حسنھن یردیھن (ابن ماجہ باب افضل النساء) — عورتوں سے محض ان کے حسن کی وجہ سے شادی کی خواہش نہ کرو کیونکہ حسن عموماً ہلاکت میں ڈال دیتا ہے

معیار دینداری اور ذاتی صلاحیت ہو	اس لئے رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شادی کے موقع پر عورت کے انتخاب میں "دینداری" کو معیار بناؤ مال و دولت حسن وجمال

نسب ونسب ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کو اس باب میں معیار قرار دیا جائے، بیوی کے انتخاب میں ں کا فریضہ ہے کہ وہ اس کی ذاتی صلاحیت اور لائقیت پر نگاہ رکھے، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا "حسن وجمال اور دولت وثروت" کی بنیاد پر شادی نہ کیا کرو کہ ان سے کے اندیشے ہیں، تم دینداری کو البتہ وجہ ترجیح بناؤ کہ کالی کلوٹی دیندار عورت بہرحال بہتر ہے اد نبوی ہے۔

ولکن تزوجوھن علی الدین (ابن ماجہ باب افضل النساء) اور لیکن عورتوں سے شادی ان کی دینداری کی بنیاد پر کرو۔

بات بھی معقول ہے کہ باصلاحیت اور دیندار بیوی شوہر کے حقوق کا ہر وقت احساس ی ہے، شوہر کی خوشنودی اپنا فریضہ سمجھتی ہے اور گھر کے کام ہر حال میں عمدہ انداز سے چلاتی ایسی عورت میں بیجا کبر وغرور نہیں پیدا ہوتا، بچوں کی تربیت وتعلیم کا پورا دھیان رہتا ہے وں، قرابتداروں اور دوسرے لوگوں سے جھگڑا نہیں کرتی۔ خود دوسرے لوگوں کو بھی دیندار ک عورت پر اعتماد ہوتا ہے، محلہ پڑوس کے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔ اور اس طرح شوہر باوقار بن جاتا ہے اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو چار چیزیں حاصل یں، اس کو دین ودنیا دونوں کی بہتری حاصل ہوگئی ایک شکر گزار دل، دوسرے ذاکر زبان، ے مصائب پر صبر کرنے والا بدن اور چوتھے ایسی بیوی جو گناہ سے اجتناب کرنے والی ہر کے مال کی محافظ ہو[1]

---

[1] صاحب فتح القدیر نے طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔

من تزوج امرأۃ لعزھا لم یزدہ اللہ الا ذلا ومن تزوجھا لمالھا لم یزدہ اللہ الا فقرا ومن تزوجھا حسبھا لم یزدہ اللہ الا دناءۃ ومن تزوج امرأۃ لم یرد بھا الا ان یغض بصرہ ویحصن فرجہ یصل رحمہ بارک اللہ لہ فیھا وبارک لھا فیہ (شامی ج ۲ ص ۲۸۴)

[2] مفتاح الخطابہ ص ۱۸۱۔

Marfat.com

ایک مرتبہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شادی ایسی عورت سے کی جائے جو اپنے اندر کمال درجہ کا ایمان رکھتی ہو اور آخرت کے لئے معین اور مددگار ثابت ہو۔[۱]

اخلاق واعمال سے صرف نظر اور اس کا نتیجہ۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اگر لوگوں کا نقطہ نگاہ اخلاق واعمال کے بجائے صرف جاہ ومرتبہ اور حسن وجمال ہو جائے تو پھر دنیا کا کیا ہوگا؟ شر وفتن کے چشمے ابل پڑینگے، امن وامان خطرہ میں گھر جائے گا اور عزت وآبرو ناپید ہو جائے گی بہت سی لڑکیاں ایسی گھروں میں بیٹھی نظر آئیں گی جن کو شوہر میسر نہ ہوگا، اور جب بے شوہر عورتیں بیکار ہونگی تو اس وقت شیطان کو اپنی شیطنت کا پورا موقع ملے گا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا اخطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الارض وفساد عریض (ترمذی باب ما جاء من ترضون دینه الخ)

تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص پیام نکاح لے کر پہنچے جسکا دین واخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کر دو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیل پڑیگا

بیوی کا انتخاب اور فقہاء کرام

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اصول پیش ہوں تو مناسب ہے۔

یندب ان تکون اقل منه حسبا ونسبا وعزا ومالا وسنا واعلی منه خلقا وادبا وورعا وجمالا ۔ (در مختار کتاب النکاح)

اچھا یہ ہے کہ عورت حسب ونسب، عزت ومال اور عمر میں مرد سے کم ہو اور اخلاق وادب اور حسن وورع میں عورت مرد سے زیادہ ہو۔

ساتھ ہی ان امور کا بھی شادی کرتے وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ۔

ولا یتزوج طویلة مهزولة ولا قصیرة دمیمة ولا سیئة الخلق ولا ذات الولد ولا المسنة ولا زانیة (شامی ج ۲ ص ۲۸۴)

وہ عورت جس سے شادی کر رہا ہے وہ لمبی دبلی کوتاہ قد، بدصورت، بداخلاق، صاحب اولاد سن رسیدہ اور بدکار نہ ہو۔

ماحصل یہ ہے کہ جس عورت سے شادی ہو رہی ہے، وہ ہر اعتبار سے مناسب ہو، دنیوی لحاظ سے بھی اور دینی پہلو سے بھی، تاکہ باہم موافقت اور انس ومحبت قائم رہے۔

[۱] ابن ماجہ باب افضل النساء۔

Marfat.com

ت کی روشنی میں عورتوں میں جن خوبیوں کا ہونا سمجھ میں آتا ہے، ان کا اجمالی بیان یہ ہے۔

(۱) عورت دیندار اور نیک طینت ہو۔ ارشاد نبوی ہے: فاظفر بذات الدین۔

(۲) خوشی و غم میں شریک ہونے والی اور فرمانبردار ہو "تسرہ اذا نظر، وتطیعہ اذا امر"

(۳) پاکدامن، امانت دار، گھر کی منتظم، مہذب اور شاکر و صابر ہو" ولا تخالفہ فی نفسہا ومالہ"

(۴) بال بچوں کی خدمت گزار، ان سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے والی اور تندرست ہو۔

خیر نساء رکبن الابل، صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ"

(۵) شوہر سے انس و محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی "تزوجوا الودود الولود"

(۶) صالحہ اور باعزت خاندان کی رکن اور خود بھی تعلیم یافتہ ہو" فلیتزوج الحرائر"

(۷) نیک صفتوں کی مالک و رعیوب سے پاک و صاف ہو۔

(۸) دنیا میں رہ کر آخرت سے بے فکر نہ رہتی ہو۔

شوہر کا انتخاب عورت اپنے شوہر کا انتخاب کرنے میں بھی کم و بیش انہی امور کو ملحوظ رکھے
کہ اس کی زندگی خوشگوار اور مطمئن گزرے، فقہاء کرام فرماتے ہیں۔

والمرأۃ تختار الزوج الدین الحسن والخلق الموسر ولا تتزوج فاسقا۔ (رد المحتار۔ ج ۲ ص ۲۸۴)

عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار با اخلاق اور وسیع الظرف ہو عورت اس مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بیگانہ ہو۔

اسی طرح اگر باپ اپنی لڑکی کی شادی کرے تو وہ بھی ان ضروری باتوں کو پیش نظر رکھے
یسا رواج ہو گیا ہے کہ جاہل اور لالچی باپ جب اپنی لخت جگر کے لئے شوہر کا انتخاب کرتا ہے
اس کی نگاہ دولت پر ہوتی ہے۔ عمر، صلاحیت اور ذاتی شرافت پر نہیں ہوتی۔ اس رواج سے بھی
شر ہونا اور گریز کرنا انسانی فریضہ ہے، فقہا کرام لکھتے ہیں۔

ولا یزوج ابنتہ الشابۃ شیخا کبیرا ولا رجلا دمیما (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۸۴)

باپ اپنی جوان لڑکی کو کسی بڈھے اور بد صورت مرد سے نہ بیاہے۔

ہم عمری کا لحاظ لڑکی کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا لحاظ بھی ولی کا اخلاقی اور مذہبی
فریضہ ہے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

Marfat.com

میں "ہم عمری" کا لحاظ رکھا تھا، نسائی نے ایک باب ہی باندھا ہے۔ تزوج المرأۃ مثلھا فی السن یعنی عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا۔ اور اس باب کے تحت میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

خطب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فاطمۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا صغیرۃ فخطبھا علی فزوجھا منہ (نسائی ج ۲ ص ۶۹)

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے شادی کیلئے پیغام بھیجا، رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فاطمہؓ کم سن ہیں پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیلئے پیام دیا تو آپ نے ان سے حضرت فاطمہ کی شادی کر دی۔

محدثین نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہم عمری کا لحاظ بڑی حد تک ضروری ہے اور یہ بڑے فوائد پر مشتمل ہے۔ گو یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے ان کی کم سنی میں شادی کی، مگر یہاں جو مقصد پیش نظر تھا وہ سب سے اہم تھا، دنیا کو اس کا علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ دین کا کتنا بڑا حصہ پھیلا اور اسلام کی کتنی عظیم الشان خدمت اس سلسلہ سے انجام پذیر ہوئی۔

سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ اگر اوپر عورت کے انتخاب کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا اس سے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے کہ مرد خوبصورت عورت سے شادی نہ کرے بدصورت سے کرے، یہ منشا نہیں ہے، مقصد صرف اتنا تھا کہ سیرت کے ساتھ ساتھ صورت پر نظر کی جائے سیرت کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر جان دینا نہ چاہیئے، ورنہ خوبصورتی کوئی بری چیز نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

حدیث میں ایک صحابی کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے خدمت نبوی میں آکر کہا کہ ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا، دیکھ لیا کرو، اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دیکھ بھال کر شادی کیا کرو، بعد میں ایسی نوبت نہ آئے، کہ تم کو اس سے شکایت پیدا ہو جائے اور اس بہانہ سے آپس کی زندگی میں کشیدگی اور شکر رنجی آجائے۔

Marfat.com

نوجوان عورت | حضرت جابرؓ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابھی حال میں میری شادی ہوئی ہے، آپ نے دریافت فرمایا۔ باکرہ (کنواری) ہے یا بیاہی؟ حضرت جابرؓ نے کہا ثیبہ ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فهلا بكرا تلاعبها وتلاعبك — کنواری سے کیوں نہیں کی کہ تم اس سے دل بستگی کرتے اور وہ تم سے دل بستگی کرتی۔ (بخاری باب الثیبات)

مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ اتنے الفاظ زیادہ ہیں۔

تضاحكك وتضاحكها (مسلم ج ۱ ص ۴۷۵) — وہ تم سے ہنستی بولتی اور تم اس سے ہنستے بولتے۔

میں مانتا ہوں کہ باکرہ اس لئے فرمایا کہ اس سے موافقت اور اتحاد عمل کی زیادہ امید ہوتی ہے کم سے کم پر راضی و شاکر رہتی ہے، محبت زیادہ کرتی ہے، لیکن اگر اس سے خوبصورتی و رعنائی بھی سمجھی جائے تو کیا برا ہے، جبکہ حدیث کا لب و لہجہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ آپس کی تفریح و دل بستگی میں رعنائی اور قبول صورت و سیرت کو دخل ہے۔ اسی سلسلہ کی دوسری حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عليكم بالابكار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضى باليسير (مشکوٰۃ کتاب النکاح) — تم کو کنواری عورتوں سے شادی کرنا لازم ہے کہ وہ شیریں دہن ہوتی ہے بچے بہت جنتی ہیں اور تھوڑے پر خوش و خرم رہتی ہیں۔

اس حدیث میں باکرہ کی تخصیص صراحت کے ساتھ ہے اس میں بھی ایک پہلو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں عورت کی دلربائی اور رعنائی دیکھی جائے تو کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ کسی درجہ میں شاید مطلوب ہے۔

نوجوان عورت کی خصوصیات | حضرت علقمہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں ان کی ملاقات حضرت عثمانؓ سے ہوگئی، وہ کھڑے ہو کر ان سے گفتگو کرنے لگے حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہؓ سے کہا۔

الا نزوجك جارية شابة لعلها تذكرك بعض ما مضى من زمانك — آپ کیوں نہیں اپنی شادی کسی نوجوان لڑکی سے کرتے کہ وہ آپ کے گزرے ہوئے دنوں کو

Marfat.com

(مسلم کتاب النکاح ج ۱ ص ۴۷۸)

یاد دلائے

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں۔

فیہ استحباب نکاح الشابۃ لانہا المحصلۃ لمقاصد النکاح فانہا الذ استمتاعا و اطیب نکہۃ وارغب فی الاستمتاع الذی ہو مقصود النکاح و احسن عشرۃ وافکہ محادثۃ واجمل منظرا والین ملمسا واقرب ان یعودہا زوجہا الاخلاق التی یرتضیہا۔

(نووی شرح مسلم۔ ج ۱ ص ۴۷۹)

اس حدیث میں ہے کہ نوجوان سے شادی مستحب ہے کہ مقاصد نکاح کے حصول کے لئے موزوں ہے لطف اندوزی میں مزیدار ہے، خوشبو میں سب سے عمدہ ہے اور لطف اندوزی میں طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے، رہن سہن میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے گفتگو میں خوش طبع ہوتی ہے دیکھنے میں خوبصورت اور چھونے میں نرم و نازک ہوتی ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ شوہر اپنے رنگ کا اسے عادی بنا دے۔

دین اور حسن کا اجتماع | حافظ ابن القیم فرماتے ہیں "کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ترغیب دیتے کہ دیندار اور خوبصورت عورت سے شادی کیا کریں، الفاظ یہ ہیں۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحرص امتہ علی النکاح الابکار الحسان ذوات الدین

(زاد المعاد۔ ج ۳ ص ۱۴۶)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو باکرہ خوبصورت اور دیندار عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دیتے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے، اس سے آتنی بات آسانی سے ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی خوبصورت عورت سے شادی کرے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ اچھی بات ہے، مگر حسن و جمال کو مقصدِ اصلی قرار دینا نہ چاہیئے اور نہ صرف خوبصورتی ہی پر نظر رکھنی چاہیئے بلکہ ساتھ ساتھ اخلاق و اعمال اور سیرت و کردار پر بھی نظر ہونی چاہیئے۔

خوبصورتی کا معیار | پھر واضح رہنا چاہیئے کہ خوبصورتی کا مطلب صرف چہرے اور رنگ و روپ کی خوبصورتی نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی سیرت بھی خوب ہو، اخلاق و اعمال بھی پاکیزہ ہوں اور دین میں پختگی بھی، پھر خوبصورتی کا معیار رنگ و روپ میں بھی اپنے طبعی ذوق پر ہے کسی آدمی کو وہ عورت بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو بہتوں کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے، تو اب اس معاملہ میں دوسروں

Marfat.com

ی پسند کا اعتبار نہ ہوگا۔

سچی بات پوچھیئے تو بہت سے واقعات کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ خوبصورتی محبت سے پیدا ہوتی ہے اور موافقت ولپسندیدہ سیرت سے، واقعات شاہد ہیں کہ محبت وعشق نے رنگ وروپ کی جاذبیت کو غلط ثابت کر دیا ہے، پھر اس وقت اور بھی جب اعمال واخلاق اچھے نہ ہوں۔ اس لئے رنگ وروپ پہ جان دینا عقلمندی نہیں ہے ہاں دینداری اور پسندیدہ اعمال واخلاق کے ساتھ خوبصورتی مل جائے تو نعمت سمجھنا چاہیئے۔

ماحصل یہ ہے کہ عفت وعصمت کی حفاظت کی خاطر اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے بلکہ کہنا چاہیئے رغبت دلائی ہے کہ نوجوان، شیریں دہن اور پیکرِ حسن سے شادی کرے مگر وہ عفت اور دُرِ عصمت کی بے وقعتی کا دھیان ہرگز دل میں نہ آنے دے۔

بیوہ عورت سے شادی یہ مطلب نکالنے کی سعی نہ کی جائے کہ کنواری ہی سے شادی ضروری ہے بیوہ سے شادی کرنا مناسب نہیں ہے، بلاشبہ احادیث میں کنواری عورتوں سے شادی کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کی معقول وجہ بھی ہے، جیسا کہ بعض حدیثوں میں سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ کنواری سے میل ملاپ اور ہم ذوقی جلد پیدا ہو جاتی ہے، پہلے پہل شوہر کے یہاں آتی ہے اس لئے شوہر جس چیز کا عادی بناتا ہے آسانی سے ہو جاتی ہے کم سے کم چیزوں پہ خوش رہتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر مرداں سے دلی طور پہ اتنا گھل مل جاتا ہے کہ اس کی محبت دل میں گھر کر لیتی ہے۔ اور اسی طرح مرد نظر اور خیالات کی بدکاری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

مرد اگر خود دوسری شادی کر رہا ہو، یا زیادہ عمر کا ہو تو کم سن لڑکی سے اس کی شادی بے جوڑ ہوگی، اور فقہا کرام کی رائے آپ پڑھ آئے ہیں کہ انہوں نے نوجوان لڑکی کی شادی بوڑھے مرد کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے، اس لئے ایسے معمر ومسن مرد کو بیوہ ہی سے شادی کرنی چاہیئے کہ میاں بیوی میں نباہ ہو سکے

بیوہ سے شادی عہد نبوی اور عہد صحابہ میں پھر اس کے علاوہ خود ذات بابرکت رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ ہے کہ آپ نے ایک کے سوا بقیہ تمام بیوہ عورتوں ہی سے شادی کی، اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ ہو گئی تھیں شادی کرائی۔ جلیل القدر خلفاء اور صحابہ

Marfat.com

کرام کی تاریخیں پڑھ جائیے تو معلوم ہو گا کہ ان حضرات نے بیوہ عورتوں سے کس کثرت سے شادیاں کیں صحابیات کی زندگی پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ انہوں نے شوہروں کی وفات کے بعد دوسری تیسری شادیاں کیں۔

ان واقعات کو عرض کرکے بتانا یہ ہے کہ اگر بیوہ سے شادی کرنا کوئی ناپسندیدہ بات ہوتی تو خود عہد نبوی و عہد صحابہ میں ان بیواؤں سے کیسے شادی کی جاتی، پس معلوم ہوا کہ بیواؤں سے شادی کوئی جرعہ تلخ نہیں، بلکہ ایک کار ثواب ہے، اور شرعی نقطۂ نظر سے ایک پسندیدہ عمل ہے

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا

اسلام نے عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو شادی سے پہلے دیکھا بھی جا سکتا ہے، حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے ایک موقع سے فرمایا۔

اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوه الی نکاحها فلیفعل
رواه ابوداؤد (مشکوٰة کتاب النکاح)

تم سے کوئی جب عورت کو پیام نکاح دے اور وہ اس چیز کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو جو اس عورت کے نکاح کی طرف داعی ہو تو اس کو ایسا کرنا چاہیئے۔

معلوم ہوا نکاح کے پہلے مہذب اور شرعی طریقہ پر عورت کو دیکھ سکتا ہے، تو دیکھ لے تاکہ تذبذب جاتا رہے اور شادی کرنے میں عورت کی طرف سے جو شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں آئندہ کے لئے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ عورت کے متعلق کوئی بات ایسی کہنے کا موقع نہ رہے گا جس سے عورت کی سبکی ہو، اور اس طرح مقاصدِ نکاح بحسن و خوبی بروئے کار آسکیں گے۔ گویہ ضروری نہیں ہے کہ خود ہی دیکھے، کوئی دوسرا دیکھ لے اور اس کے بیان پر اعتماد ہو تو یہی کیا جائے۔ مزید اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت کے متعلق جو معلومات حاصل کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ دین جمال، خاندان، خوشحالی اور اس طرح کی دوسری باتیں، تاکہ اطمینان حاصل کیا جا سکے۔

دیکھنے کے لئے مشورۂ نبوی | حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تونے دیکھ لیا ہے؟ حضرت مغیرہ کہتے ہیں، میں

Marfat.com

نے کہا نہیں یارسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا :-

فانظر الیہا فانہ احری ان یودم بینکما — اس عورت کو دیکھ لو اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات

(ترمذی باب ماجاء فی النظر الی المخطوبہ) — کی استواری کے مناسب ہے۔

یہ فرمان نبوی کھلا ثبوت ہے کہ جس عورت سے شادی ہونے والی ہے اس کو دیکھ لینا اور کچھ نہیں تو مستحب ضرور ہے۔ ترمذی نے بھی لکھا ہے بعض اہل علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ عورت کو شادی سے پہلے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا وہ حصّہ نہ دیکھا جائے جس کا دیکھنا حرام ہے، اور یہی مذہب امام احمدؒ اور اسحاق کا ہے۔ پھر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

ومعنی ان یودم بینکما قال احری ان — ان یودم بینکما کے معنی ہیں کہ تم میں پائیدار

تدوم المودۃ بینکما (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۷) — محبت رہ سکے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جس نے کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا، پوچھا؟ نظرت الیہا؟ کیا تو نے اس کو دیکھ لیا ہے اس نے نفی میں جواب دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ اس نے دیکھا نہیں ہے۔ اور شادی کرنا چاہتا ہے، تو آپ نے فرمایا۔

اذھب فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا — جاؤ اس عورت کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں

(مسلم باب ندب من اراد امرأۃ الی ان ینظر قبل خطبہاج ۱ ص ۴۵۶) — میں کچھ (عیب) ہے۔

امام نوویؒ کی تشریح | امام نوویؒ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس عورت کو دیکھنا جس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا جائے مستحب ہے، یہی ہمارا (شافعی کا) مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے، امام مالک کا مذہب ہے تمام کوفیین کا۔ امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کا بھی۔ قاضی نے ایک قوم کی کراہت کا جو قول نقل کیا ہے وہ غلط ہے اور اس صریح حدیث کے خلاف اور اجماع امت کے خلاف ہے آگے لکھتے ہیں پھر ہمارا، امام مالکؒ کا امام احمدؒ کا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس دیکھنے میں عورت کی رضا شرط نہیں ہے بلکہ بغیر اطلاع عورت کی غفلت پاکر بھی اس کو دیکھا جا،

Marfat.com

سکتا ہے، عورت سے طلب اذن کی بھی شرط نہیں ہے عورت سے بغیر اجازت حاصل کئے اسے دیکھا جا سکتا ہے، اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اس طرح کے معاملہ میں عورت کو اجازت دینے میں حیا بھی دامنگیر ہوا کرتی اور معاملہ دھوکہ کا ہے یقینی نہیں کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ عورت کو دیکھا جاتا ہے اور وہ پسند نہیں آتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا شادی نہیں کرتا ہے۔ تو اگر اجازت کے حصول کے بعد دیکھا جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کو اس سے اذیت اور دلی تکلیف ہوگی، اور اگر بغیر اطلاع دیکھ لی گئی، اور اس سے شادی نہ کی گئی تو یہ فعل اس اس کے لئے موجب اذیت نہ ہوگا کیونکہ اس کو علم ہی نہیں ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اصحاب (شوافع) کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ شادی کا پیام بھیجنے سے پہلے ہی دیکھ لیا جائے، تاکہ اگر پسند نہ آئے تو بغیر کسی کو تکلیف دیے ہوئے معاملہ ختم ہو جائے بخلاف اس صورت کے کہ پیام نکاح کے بعد دیکھی جائے اور پسند نہ آنے پر چھوڑ دی جائے، ہمارے اصحاب (شوافع) کا قول ہے کہ اگر خود دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی ایسی عورت کو اسے دیکھنے کے لئے بھیجا جائے جس پر اعتماد اور وثوق ہو تاکہ وہ آکر صحیح صحیح خبر دے۔ اور یہ سب نکاح کی بات چیت کرنے سے پہلے ہونا چاہئے

محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا القی اللہ فی قلب امرء خطبة امرأة فلا باس ان ینظر الیھا (ابن ماجہ باب النظر الی المرأة الخ)

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ڈال دے تو اس کے لیے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھنے میں اخلاص و اعتدال | ان تمام حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اچھا ہے، خواہ خود اپنی آنکھوں سے ہو یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ ہو اس سے بڑی حد تک اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور شادی کرنے میں شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس پیدا نہیں ہوتے پھر اس سلسلہ کے ابتدائی فتنے سر اٹھانے نہیں پاتے، البتہ لازمی شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو، دیکھنے سے منشا فتنہ پیدا کرنا نہ ہو۔ فقہاء کرام بھی دیکھنے کو جائز کہتے ہیں۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

قالوا یجوز النظر الی المخطوبة کیلا ینجر

فقہاء نے کہا ہے کہ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے اس

الامر الی الفساد وقالو یخلص النیۃ عند ابتداء النظر ثم یفوض الامر الی اللہ
(العرف شذی باب النظر الی المخطوبۃ صفحہ ۳۹)

کو دیکھنا جائز ہے تاکہ معاملہ فساد بر پا نہ کرے اور یہ بھی کہا ہے کہ دیکھتے وقت نیت میں خلوص ہو، پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

شادی کے پہلے دیکھنا مستحب ہے

اب یہ سوال کہ شادی کے پہلے عورت کو دیکھنا کیسا ہے اس باب میں عموماً فقہاء کرام مستحب کے قائل ہیں جسے وہ مندب کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں صرف مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ انہوں نے سنت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے مگر مقصد ایک ہی ہے، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

سن للخاطب ان ینظر الی وجہ المخطوبۃ وکفیہا قبل النکاح اجماعاً۔
(تفسیر مظہری سورۃ النساء ص ۶)

شادی کرنے والے کیلئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے (عورت) مخطوبہ کو دیکھ لے مخطوبہ کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔

فقہ کی کتابوں میں عام طور سے مندب ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

یندب اعلانہ ... والنظر قبلہ (درمختار ج ۲ ص ۱)

نکاح کا اعلان اور نکاح سے پہلے دیکھنا مستحب ہے

ویندب ینظر الزوج الی زوجۃ قبل العقد و ان خاف الشھوۃ (الکواکب المشرقۃ ص ۳)

عقد کے پہلے شوہر کا بیوی کو دیکھنا مستحب ہے گو شہوت کا خوف ہو۔

حدیثیں جو نقل کی جا چکی ہیں وہی بنیاد ہیں، صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل تھا وہ بھی شادی کے پہلے عورت کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ کا خود بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو شادی کا پیام دیا اور میں نے چھپ کر اسے دیکھنے کی سعی کی اور اس میں کامیاب ہو گیا اور دیکھنے کے بعد اس میں کچھ ایسی باتیں دیکھیں کہ میں نے اس سے شادی کر لی [۱]

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میری نسبت ایک عورت سے ٹھہری میں نے چھپ کر اس کو دیکھنے کی سعی کی بالآخر ایک دن میں نے اس کو اپنے باغ میں دیکھ لیا، ان کی اس حرکت پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دیکھنے

[۱] جمع الفوائد۔ ج ۱ ص ۲۱۷۔ عن ابی داؤد۔

Marfat.com

میں کوئی منافات نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ کی لڑکی ام کلثومؓ سے شادی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے ان کو دیکھ لیا تھا۔[1]

دیکھنے کا شرعی طریقہ: مگر یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت تو ضرور ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں وہ رواج بھی ہمارے یہاں جائز ہے جو غیر قوموں میں ہے کہ شادی کے پہلے ہونیوالے میاں بیوی ایک مدت تک بیبا کی کے ساتھ ملی جلی زندگی گزارتے ہیں، اور عشق و محبت کی وادی طے کر کے نکاح کی منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہ طریقے اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہیں۔ ابھی حضرت جابرؓ کے دیکھنے کا واقعہ نقل کیا گیا، اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام میں دیکھنے کی کیا نوعیت تھی۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام میں شریف عورت کا تمام جسم ستر ہے، سوائے چہرہ اور ہتھیلی یا زیادہ سے زیادہ قدمین بھی۔ ان تین (چہرہ ہتھیلی، قدمین) کے سوا دوسرا حصہ جسم کا عورت کے لئے کھولنا غیر مرد کے سامنے جائز نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل کے ساتھ آئندہ معلوم ہوگا، تو بس ہمارے یہاں اسی حد تک دیکھنا چاہیئے، دیکھنے میں تجسس جائز نہیں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عورت کو علم ہو کہ مجھے دیکھا جا رہا ہے۔ مرد کو مخطوبہ کے متعلق یقین کے ساتھ کسی طرح ضروری معلومات ہو جانا چاہیئے امام نووی فرماتے ہیں کہ صرف چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا چاہیئے چنانچہ لکھتے ہیں۔

ثم انما یباح لہ النظر الی وجھھا وکفیھا	مرد کے لئے جائز ہے کہ مخطوبہ (جس سے شادی کرنا ہے)
فقط لانھما لیسا بعورۃ ولانہ یستدل	کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھ لے کہ یہ دونوں ستر نہیں ہیں اور
بالوجہ علی الجمال وبالکفین علی خصوبۃ	اس لئے کہ چہرہ سے خوبصورتی معلوم ہو جائیگی اور
البدن اوعدمھا (شرح مسلم۔ ج ۱ ص ۴۵۶)	ہتھیلی سے بدن کی تروتازگی کا اندازہ مل جائیگا۔

یہ بالکل درست ہے کہ چہرہ دیکھ کر آدمی عورت کی تراش خراش کا بڑی حد تک اندازہ لگا سکتا ہے، خوبصورتی و بدصورتی چہرہ سے عیاں ہو جاتی ہے بلکہ آدمی ذرا ذہین ہو تو صرف چہرہ سے اس کی

---

[1] ابن ماجہ باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان تیزوجہا [2] نداء للجنس اللطیف۔ ص ۱۱۱۔

Marfat.com

زندگی کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ قدرت نے چہرہ کو ظاہری بدن قلب بنایا ہے اور اگر اسے آلۂ باطن نما کہا جائے تو غلط نہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا ثناء اللہؒ پانی پتی کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح سے پہلے مخطوبہ کا چہرہ اور اس کی ہتھیلی دیکھ لی جائے گی، حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ باقی قدمین اس کا فقہائے نے بعض شرعی بنیاد پر اضافہ کیا ہے۔

گو اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مخطوبہ کا کون سا اور کتنا حصّہ دیکھا جائے۔ چہرہ اور ہتھیلی پر تو اجماع ہے۔ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، اور امام اوزاعیؒ کہتے ہیں مواضع لحم کو دیکھا جائے گا، اور داؤد ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ غلیظ حصّوں کے سوا تمام بدن کا دیکھنا جائز ہے۔[1]

آپ آگے پڑھیں گے کہ شریعت اسلام میں پہلی نگاہ جو پڑ جائے اس کی اجازت ہے، باقی دوبارہ نہ ڈالی جائے اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ کوئی مرد اجنبی عورت سے تنہائی میں ملے اور بات چیت کرے، بوقت ضرورت لوگوں کے سامنے البتہ مل سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح کی بہت ساری ہدایات آپ وہاں پڑھیں گے ان کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی گو اجازت ہے، مگر ضروری حد تک، اور اعتدال کے ساتھ، اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں عورت کو اس کے گھر میں اس کے رات دن کے لباس میں دیکھ لے گا اور بس، پھر شرط یہ ہے کہ نگاہ پاکیزہ ہو، اور دل میں کوئی روگ نہ ہو۔

قالوا یخلص النیۃ عند ابتداء النظر ثم یفوض الامر الی اللہ (العرف الشذی ص ۳۹۰)

شروع میں دیکھتے وقت نیت مخلص ہو، پھر معاملہ اللہ کے سپرد ہو۔

ان قوانین سے اسلام کا منشا یہ ہے کہ شادی میں ان تمام ضروری امور کا لحاظ رکھا جائے جس کی وجہ سے آئندہ ملی جلی زندگی میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہونے پائے، اور مقاصدِ نکاح اس رشتہ سے پوری طرح ادا ہوں۔

عشق و محبت علامہ رشید رضا مصری کے تجربہ کی روشنی میں

علامہ رشید رضا مصری کی یہ بات بالکل درست ہے "کہ میں تیس چالیس سال سے عورت کے متعلق مسائل اور زن و

[1] نداء الجنس اللطیف ص ۱۱۱ و تفسیر مظہری سورۃ نساء ص ۶

Marfat.com

شوئی تعلقات پر کام کر رہا ہوں، اس سلسلہ میں بہت سی قدیم و جدید کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھنے پڑے اور اس مسئلہ پر اپنی تفسیر المنار میں بہت کچھ لکھ بھی چکا ہوں، مگر باایں ہمہ اہل مغرب و مشرق کے اس قول کے غلط ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ "زن و شوئی تعلقات کی خوشگواری کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ شادی سے پہلے ہونے والے میاں بیوی میں تعارف ہو اور ہر ایک کو دوسرے سے عشق ہو"

تجربات نے اس بات کی غلطی آشکارا کر دی ہے اور یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ نوجوانوں کا باہمی عشق و محبت شادی کے بعد عموماً ختم ہو جاتا ہے، اور عرب کا یہ قول صادق آتا ہے "الزواج یفسد الحب شادی پہلی محبت کی بنیاد ہلا دیتی ہے۔ زن و شوئی تعلقات کی خوشگواری کے لئے صحیح قاعدہ وہی ہے جو حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست دی تھی، اور اپنے شوہر کے متعلق کھل کر کہا تھا کہ "اس سے طبعی محبت نہیں کرتی ہوں یعنی میرے دل میں اس کی طبعی محبت جاگزیں نہیں ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس عورت سے فرمایا۔ اگر عورتوں میں سے کسی عورت کو اپنے شوہر سے طبعی محبت نہ ہو تو اس عورت کو چاہیئے کہ یہ بات اپنے شوہر سے نہ بیان کرے، کیونکہ بہت کم ایسے گھر ہیں جن کی بنیاد طبعی محبت پر ہوتی ہے، لوگ باہمی زندگی حسب اور اسلام پر بسر کیا کریں یعنی میاں بیوی میں ہر ایک اس بات کا التزام کرے، کہ ایک دوسرے کے شرف و مجد کا لحاظ کرے اور اسلام نے زن و شوئی تعلقات کے سلسلہ میں جو ضروری ذمہ داریاں، آداب اور فرائض عائد کئے ہیں ان کو نباہنے اور بجالانے کی سعی کرے، بس اسی طریقہ سے زندگی کی خوشگواری نصیب ہو سکتی ہے ؎

یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ دل میں جتنی محبت پاتا ہے، اظہار اس سے زیادہ کا کرے، تاکہ اس طرح بتدریج محبت دلوں میں جاگزین ہو جائے اور باہمی زندگی اطمینان و سکون اور مسرت و انبساط سے نباہ دے۔

ؔ ندا، للجنس اللطیف صفحہ ۱۱۴

Marfat.com

بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات

اسلام نے عفت و عصمت کے ان تمام لوازمات کو اپنی تعلیمات میں سمو دیا ہے، جن سے
...ت و اخلاق کی بنیادیں استوار ہوں، اور پاکبازی و پاکدامنی کا ماحول فراہم ہو جائے ساتھ ہی کہیں
...ے کوئی ایسا رخنہ پیدا ہونے کا موقع نہیں دیا ہے جس سے شیطانی وسوسے راستہ پاسکیں اور
...ر انسان کو عفت و عصمت کی مٹی پلید کرنے پر آمادہ کر سکیں۔

یوں تو اسلام نے اجازت دے رکھی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی لڑکا اور لڑکی کا
...اح کیا جا سکتا ہے۔ اور جوانی کا ہنگامی دور آنے سے پہلے ہی ایسا رشتہ قائم کیا جا سکتا ہے جو
...د و عورت کے خیالات کو بہکنے سے روک دے، اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ابتدائے بلوغ
...ی جب سوچیں گے تو دونوں جائز ہی محبت اور رشتہ داری پر سوچیں گے۔

بلوغ کے بعد شادی کی تاکید: مگر بلوغ کے بعد تو اسلام نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جلد سے جلد
...دی ہو جانی چاہیئے کہ یہ دور شباب ہے، امنگ کا زمانہ ہے اور جنسی خواہشات کے ابھرنے
...وقع ہے، آدمی میں اس عمر میں گو مستقبل پر غور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے مگر وہ جذبات کے
...و دبی دبائی ہوتی ہے، عموماً کمتر ہی لوگ عمر کے اس حصہ میں نفع و نقصان سوچنے کی زحمت برداشت
...تے ہیں۔ اس لئے اگر عمر کے اس نازک ترین حصہ میں قانونی نگرانی نہ کی جائے تو راہ راست سے
...ٹر جانے کا قوی اندیشہ ہے اس لئے خصوصیت سے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج (بخاری)

اے نوجوانو! تم میں جو اسباب جماع پر قادر ہو اس کو شادی کر لینا چاہیئے۔

شباب کا زمانہ بلوغ کے بعد شروع ہوتا ہے اور بتیس برس کی عمر تک رہتا ہے، اور بعض کے
...یک تیس تک۔

قال الزمخشری ان الشباب من لدن البلوغ الی اثنین وثلاثین ... وقال النووی الاصح المختار ان الشباب من

زمخشری نے کہا ہے کہ شباب بلوغ سے بتیس سال کی عمر تک ہے اور نووی نے کہا صحیح یہ ہے کہ شباب بلوغ کے وقت سے لے کر تیس برس کی عمر تک ہے

Marfat.com

بلغ ولم یجاوز الثلاثین ثم کھل الی ان یجاوز الاربعین ثم ھو شیخ ھکذا فی فتح الباری (مفتاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ۔ ص ۱۳۴)

تیس، سے چالیس تک کہل (ادھیڑ پن)، ہے چالیس کے بعد شیخ (بڈھا پا)۔

بال سفید ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یہ مزاجوں کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ بلوغ کے فوراً بعد اسلام نے شادی کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور نت یہی ہے کہ عمر کے اس ہنگامہ خیز زمانہ میں انسان غلط راستہ پر پڑ کر عفت و عصمت کے دامن کو داغ دار کرنے نہ پائے۔

لڑکے اور لڑکی کی شادی کا بار والدین پر

اس عمر میں عموماً انسان والدین کی زیر نگرانی ہوتا ہے، شادی کا سامان خو فراہم کرنا چاہے تو اکثر انسان نہیں فراہم کر سکتا، حیا و شرم الگ دامنگ ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضرورت محسوس کرنے پر بھی والدین سے کہنے کی جرأت نہیں ہ اور ایسے زمانہ میں عفت و عصمت کبھی کبھی خطرہ میں گھر جاتی ہے، اس لیے پیغمبر اسلام نے اس کی شادی کی ذمہ داری والدین پر ڈالی ہے، ہدایت نبوی ہے۔

من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ ۔ ص ۲۷۱)

جس شخص کے بچہ ہو اس کو چاہیئے بچہ کا اچھا نام رکھے تعلیم و تربیت دے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے، بلوغ کے بعد اگر باپ نے شادی نہیں کی اور اس سے گناہ ہو گیا، تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات یہ کہ لڑکے لڑکی کو تعلیم و تربیت دے جو اس آئندہ زندگی میں رہبر کا کام دے اور اس کے دل میں خشیت الٰہی کی پرورش کرے، تاکہ یہ گناہ کے کاموں سے مجتنب اور متنفر رہے، دوسری بات یہ کہ جونہی بالغ ہو باپ اس کی شادی کر دے تاخ اور تساہلی سے کام نہ لے، کیونکہ اگر والدین کی عدم توجہی سے تاخیر ہوئی اور اس اثنا میں اس سے گ گناہ سرزد ہو گیا تو والدین بھی گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

دوسری حدیث میں لڑکی کے متعلق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

قال فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثما فاثم ذالک علیہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۲۷۱)	توریت میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے اور اس لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی بالغ ہو جائے تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ جلد سے جلد ان کی شادی کر دیں، خود لڑکا اور لڑکی پر بھی ذمہ داری ہے کہ شادی کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے، وقت آئے تو فوراً تیار ہو جائے اور والدین کا بھی فریضہ ہے کہ لڑکے لڑکی کی شادی وقت پر کر دیں، مگر ان کی رائے معلوم کرکے، تاکہ رشتہ مضبوط ہو سکے۔

شادی کی اہمیت والدین پر تاکید جتانے اور مسئلہ کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وقت پر شادی نہ ہوئی اور والدین نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا، اور اس کی وجہ سے لغزش ہوگئی اور لڑکے یا لڑکی میں سے کسی سے زنا یا دواعی زنا کا ارتکاب ہو گیا، تو گناہ کا ایک حصہ والدین کا بھی ہوگا اور مرتکب معصیت تو گناہ میں ڈوب ہی جائیگا۔

رشتہ ازدواج میں استواری رشتہ ازدواج کے انعقاد میں اسلام نے اس کا بھی خیال رکھا ہے کہ یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط بنیاد پر قائم ہو تاکہ آئندہ چل کر اس میں ضعف و اضمحلال نہ پیدا ہونے پائے، اسی وجہ سے شریعت نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جو دو اجنبی رشتہ مناکحت سے آپس میں منسلک ہو رہے ہیں وہ دونوں اپنے عقائد و اعمال طرز معاشرت اور مسلک و مذہب میں ایک جیسے ہوں اسی بنیاد پر مشرک مرد و عورت سے مسلمان مرد و عورت کی شادی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، قرآن کی آیت "ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن" جو نکاح مشرک کی حرمت کو بتاتی ہے، اس کے ضمن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ لکھتے ہیں۔

"مشرکین اور مشرکات جن کا ذکر ہوا، ان کے اقوال، ان کے افعال، ان کی محبت، ان کے ساتھ اختلاط کرنا، شرک کی نفرت اور اس کی برائی کو دل سے کم کرتا ہے اور شرک کی طرف رغبت کا باعث ہوتا ہے جس کا انجام دوزخ ہے اسلئے ایسوں کیساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے[1]۔"

---

[1] موضح فرقان بر حاشیہ قرآن پاک ص۴۲

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں مصلحت بیان کی گئی ہے کہ مسلمانوں کی صحبت جب کفار و مشرکین کے ساتھ رہے گی، اور کافروں اور مسلمانوں میں مواسات کا تعلق ہوگا تو بالخصوص یہ سب تعلقات ازدواج کے طور پر ہونگے، تو دین کے لئے ایک مفسدہ کا پیدا ہونا لازم ہے اور پھر کفر کا شعوری اور غیر شعوری طور پر قلب میں اثر انداز ہونا[1]

یہ تو دینی مفاسد ہیں، دنیاوی طور پر نقصان یہ ہے کہ اختلاف دین کی صورت میں محبت اور پیار کی زندگی پروان نہیں چڑھ سکتی خوشگواری کا پیدا ہونا مشکل ہے، بلکہ تلخیوں کی خلیج وسیع ہوتی جائے گی جس کے نتائج میں بہت ممکن ہے عفت وعصمت خطرہ میں گھر جائے یا سرے مقاصد نکاح ہی انجام پذیر نہ ہوسکیں۔

مسئلہ کفاءت اس مودت ومحبت اور خوشگواری کی وجہ سے خود مسلمانوں میں بھی بعض چیزوں میں کفاءت کا اعتبار کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ نیکوکار عورت کی شادی بدکار مرد سے یا نیکوکار مرد کی شادی بدکار عورت سے نہ کی جائے گی، قرآن پاک نے بتایا:

اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (نور - ۱۰)	زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زناکار مرد اور زناکار عورت نیک مرد اور نیک عورت کے کفو نہیں کیونکہ عملی طور پر ان دونوں میں بڑا فرق ہوگا، میل ملاپ ہونے کی امید بہت کم ہے، چنانچہ ایک جگہ اور قرآن میں کہا گیا ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ۔ (السجدہ - ۲)	کیا ایمان لانے والا اپستی کے اس درجہ میں ہوگا جس درجہ میں نافرمان ہو، ہرگز وہ دونوں برابر نہیں ہو

مال میں کفو کا تقریباً اعتبار نہیں ہے صرف امام شافعیؒ مالی کفو کے قائل ہیں، مگر تجربات

[1] حجۃ اللہ البالغہ - ج ۲، ص ۱۳۳

ی روشنی میں یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو محبت اور پریم میں حائل ہو، یوں تو کبھی کبھی ثروت و دولت
ی باعث فساد ہو جایا کرتی ہے۔

نسبی کفو زیادہ قابل اعتماد نہیں

نسب میں بھی بعض ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے۔ غالباً عقلی مصالح ان کے پیش نظر تھے۔ تجربہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاندانوں کے معاشرتی اختلافات ی وجہ سے مختلف پیچیدگیاں عملی زندگی میں پیدا ہوتی ہیں، لیکن جہاں تک مسئلہ کی دینی حیثیت ہے بقول ابن حجرؒ کفو نسبی کے معتبر ہونے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے، بلکہ برعکس اس ں کے ایسے آثار و روایات کا ذخیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت عہد صحابہ میں نسبی کفو کو کسی قسم کی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔

بخاریؒ نے باب الاکفاء فی الدین کے عنوان کے نیچے دو ایسے واقعات نقل کئے ہیں جن ے معلوم ہوتا ہے کہ نسبی کفو کا اعتبار نہ تھا۔ پہلا واقعہ حضرت ابو حذیفہؓ کا ہے جو بدری صحابی ہیں، کہ انہوں نے حضرت سالمؓ کی شادی جو ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے اپنی بھتیجی ہند بنت ولیدؓ کے ساتھ کی اور یہ ہندؓ مہاجرات میں سے ہیں۔

دوسرا واقعہ ضباعہ بنت زبیرؓ کا نقل کیا ہے کہ ان کی شادی حضرت مقدادؓ سے ہوئی تھی، حالانکہ ضباعہ اپنے نسب کے اعتبار سے بہت اونچی تھیں [1]

حافظ ابن القیمؒ نے اس پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نسب میں کفو معتبر نہیں ہے۔ اور کفو فی النسب میں شدت اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ نے شعوب و قبائل کو دنیا میں باہمی تعارف کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی خاص حصہ نہیں ہے، کیونکہ ارشاد نبوی ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (الحجرات۔ ۲)	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلاشبہ تم میں سے وہ بڑا شریف ہے جو تم میں خدا سے زیادہ ڈرتا ہو۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات ۱)	بلاشبہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

[1] بخاری باب الاکفاء فی الدین۔

Marfat.com

نسبی کفو کے متعلق حضور کا ارشاد اور آپ کے عہد کا عمل

یہ اور اسی طرح کی دوسری آیتیں مسلمانوں کی باہمی مساوات کو بتاتی ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اور بھی اس مسئلہ کو اجاگر کیا ہے۔ ترمذی کی یہ حدیث اوپر نقل کر آیا ہوں، کہ اگر تمہارے پاس پیام نکاح ان لوگوں کی طرف سے آئے جن کا اخلاق اور دین تمہارے پسند کے لائق ہے تو اس سے شادی کر لو۔ کیونکہ دین اور اخلاق کے ماسوا کوئی دوسری چیز کو بنیاد بناؤ گے تو روئے زمین میں فتنہ و فساد کے چشمے ابل پڑیں گے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان آل بنی فلان لیسوا لی باولیاء ان اولیائی المتقون حیث کانوا واین کانوا (زاد المعاد ج ۴ ص ۲۲)	بنی فلاں کی اولاد میرے اولیا نہیں ہیں۔ میرے اولیاء متقی لوگ ہیں جہاں ہوں اور جس طرح کے ہوں۔

پھر یہ بات بھی کوئی چھپی ڈھکی نہیں ہے، کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش قرشیہ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کی۔ فاطمہ بنت قیسؓ فہریہ کی شادی زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ سے کی۔ حضرت بلال بن رباح حبشیؓ کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔

اسی طرح کے واقعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے کہ کفائت فی النسب کی کتنی اہمیت باقی رہ جاتی ہے۔ اس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ کفائت کے مسئلہ میں سختی اختیار نہ کیجائے۔

نکاح کا اعلان اسلامی قوانین عفت میں تمام فتنہ و فساد کے سرچشموں کو بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سوسائٹی اور سماج کے اندر جس چیز سے بداخلاقی نشو ونما پا سکتی ہے حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اس کو بند کرنے کی سعی بلیغ کرنی چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کا اعلان بڑی حد تک ضروری سمجھا ہے، کیونکہ اگر نکاح کا اعلان نہ ہوا، تو اس راستہ سے فتنوں کے سر اٹھانے کا اندیشہ کیا جاتا ہے، پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ کھلے طور پر نکاح اور ناجائز تعلقات کے درمیان مابہ الامتیاز کوئی حد ضرور ہونی چاہیئے، تاکہ التباس پاس پھٹکنے نہ پائے اور آدمی ذہنی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔

لہ زاد المعاد، ج ۴۔ ص ۲۲۔

Marfat.com

اوپر اشارہ کر آیا ہوں کہ نکاح کی صحت کی شرط یہ بھی ہے کہ کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں، جو نکاح کی مجلس میں موجود ہوں، اور ایجاب و قبول اس طرح ہو کہ گواہ سن سکیں اور اولیٰ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدمی شریک ہوں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد — اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مسجد میں کرو

واضربوا علیہ بالدفوف (ترمذی باب ماجاء فی اعلان النکاح) — اور اس پر دف بجاؤ (کہ خوب اعلان ہو جائے)

مسجد میں نکاح کا ایک بڑا فائدہ اعلان کا حصول بھی ہے، جہاں آزادی کے ساتھ ہر خاص و عام آسکیں کسی کو پہنچنے میں کوا عتراض باقی نہ رہے۔ اور دف بجانے کا مقصود اعلان کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اسلام میں فضول لہو ولعب کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح (ترمذی باب ماجاء فی اعلان النکاح) — حلال اور حرام میں حد فاصل نکاح کی شہرت اور دف ہے (کہ لوگوں کو خبر ہو)

اعلان کی ضرورت واقعہ یہ ہے اگر نکاح کی شہرت ضروری قرار نہ دی جائے تو پھر لوگ چوری چھپی آشنائی اور ناجائز تعلق کو بھی نکاح کی صف میں لا کر ملا دیں، اور اس طرح ایک چور دروازہ قائم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ جہاں شادی کا تذکرہ ہے کہ عفت مقصود ہونا چاہیئے صرف ہوس رانی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک میں ایک جملہ لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نکاح اعلان کے ساتھ ہونا چاہیئے، ارشادِ ربانی ہے۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ (المائدہ - ۱) — وہ مرد پارسا ہو، نہ صرف مستی نکالنے والا ہو اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والا۔

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ؕ (النساء - ۴) — عورتیں پاکباز ہوں، نہ مستی نکالنے والی ہوں اور نہ چھپی چوری آشنائی کرنے والیں۔

ان آیتوں میں معجزانہ پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے اور اعلان کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے۔

Marfat.com

نکاح کی شہرت بذریعہ دعوت ولیمہ نکاح کے اعلان کی ایک صورت اختیار کی گئی ہے جس کی دلچسپی اور پاکیزگی کا ہر ایک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ عورت کے پاس شب باشی کے بعد دعوت ولیمہ مستحب ہے۔ حدیثوں میں دعوتِ ولیمہ کی خاص تاکید پائی جاتی ہے خود ذات بابرکت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ دعوت دی ہے اور لوگوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا ہے۔ حضرت زینب بنت حجش رض سے جب آپ نے عقد کیا تو بکری ذبح کی گئی اور اس کے گوشت سے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی دعوت ولیمہ کی۔ حضرت صفیہ رض سے شادی کی تو حیس پکوایا، اور لوگوں کو کھلایا۔ حیس ایک خاص طرح کا عربی کھانا ہوتا ہے جو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ازداج مطہرات میں اگر کچھ فراہم نہ ہو سکا تو دو مُد جو سے دعوت کی۔[1]

صحابۂ کرام کو بھی دعوتِ ولیمہ کی تاکید فرمائی، حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کا خود بیان ہے

قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولم ولو بشاۃ (بخاری باب الولیمۃ حق)

مجھ سے نبی کریم صلعم نے فرمایا دعوت ولیمہ کرو گو ایک ہی بکری سے ہو۔

بعض لوگوں نے اسی وجہ سے اس دعوت کو واجب کہا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ سنت یا مستحب، جس کو جتنا میسر ہو۔ کچھ لوگوں کو بھی کھلانے کی سعی کرے، یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قرض لے کر اور سود ادا کر کے روپیہ ملے تو بھی ضرور لے اور دعوتِ ولیمہ کرے۔

دعوت ولیمہ کا قبول کرنا اور پھر غور فرمائیے دعوتِ ولیمہ کا ایک طرف حکم ہے اور دوسری طرف جن لوگوں کو دعوت ملے ان کو حکم نبوی ہے کہ ضرور دعوتِ ولیمہ میں شریک ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اذا دعی احدکم الی ولیمۃ عرس فلیجب (ابن ماجہ باب اجابۃ الداعی)

شادی میں جب کسی کو دعوت ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہیئے۔

مفلس کو بھی دعوت دی جائے پھر تاکید نبوی ہے کہ دعوت ایسی نہ ہونی چاہیئے کہ مالدار دل بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے بلکہ بھوکوں اور غریبوں کو بھی بلایا جائے، ارشادِ نبوی ہے

شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی الاغنیاء

بدترین کھانا، ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالدار

[1] مشکواۃ و ابن ماجہ باب الولیمہ۔

Marfat.com

دیترک الفقراء (متفق علیہ (مشکوٰۃ باب الولیمۃ) بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔

اسی حدیث میں ہے۔

من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ — جس نے دعوت ولیمہ میں دعوت کے باوجود شرکت نہ

متفق علیہ (مشکوٰۃ باب الولیمۃ) — کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ان حدیثوں کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دعوت کی کتنی اہمیت ہے اس میں اظہار خوشی کے ساتھ ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ نکاح کی خوب شہرت ہوتی ہے اور کسی کو شک وشبہ کا موقع نہیں ملتا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلان وشہرت کا بڑی حد تک مقصد یہی ہے کہ عفت وعصمت کی پوری طرح حفاظت عمل میں آئے، اور کوئی اس راستہ سے ناجائز طور پر عفت وعصمت کی پلید کرنے نہ پائے، اور نہ نکاح کا نام لے کر کوئی دوسری کاروائی کر سکے اور ساتھ ہی جائز نکاح کے سلسلہ میں کسی کے دل میں شکوک وشبہات نہ رہ جائیں۔

جائز لطف اندوزی کی آزادی

شادی ہو جانے کے بعد اسلام نے اس کا پورا موقع دیا ہے کہ شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے دستور کے مطابق پوری طرح متمتع ہوں، اس سلسلہ میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ بھی باقی رکھی نہیں گئی ہے اور نہ دوسروں کی رکاوٹ برداشت کی گئی ہے، باہمی لطف اندوزی میں دن رات کی کوئی قید نہیں، جاڑا، گرمی کا سوال نہیں، بہار وخزاں کی کوئی شرط نہیں، برسات اور غیر برسات کی کوئی بات نہیں، اور نہ کسی غیر شرعی مداخلت کی گنجائش ہے۔

صرف سال کے کچھ حصوں میں ممانعت پورے سال میں ایک مہینہ رمضان کا آتا ہے جس میں روزہ دونوں پر فرض ہے اور حالت روزہ میں مقاربت کی اجازت نہیں ہے، پھر بھی باہم گفتگو اور دلچسپی کی باتوں کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ بہر حال ممانعت کا تعلق صرف روزے کی حد تک ہے، افطار کے بعد، اور ان وقتوں کے علاوہ جیسا کہ معلوم ہے رمضان میں آزادی عطا کی گئی اور قرآن ہی میں صراحتہً فرما دیا گیا ہے۔

Marfat.com

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ - ۲۳)

روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

اس آیت میں رمضان کی رات کا نام لیا گیا ہے، ایک دوسری آیت میں تذکرہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد سے میاں بیوی ہر طرح لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جس طرح کھانے پینے کی عام اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (بقرہ ۲۳)

سو تم ان سے ملو ملاؤ اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا متمیز ہو جائے سیاہ خط سے۔

رمضان کے علاوہ دوسرے کسی بھی روزہ میں عورت کو حکم ہے کہ بغیر شوہر کی اجازت حاصل کئے روزہ ہی نہ رکھے کہ کس وقت اس کو ضرورت آ پڑتی ہے۔

حیض و نفاس دو موقعے اور ہیں جن میں عورت قدرتی گندگی میں مبتلا رہتی ہے، ایک حیض کا وقت ہے جو خون غیر حاملہ کو تقریباً ہر مہینہ آیا کرتا ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور کم سے کم تین دن، دوسرا نفاس کا زمانہ ہے کہ عورت کو جب ولادت ہوتی ہے اس کے بعد مسل کئی ہفتے اس کو خون آتا رہتا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس یوم ہے اور کم کے لئے کوئی خاص مدت متعین نہیں ہے۔ ایام حیض کے ان دنوں میں بھی مقاربت سے پرہیز کا حکم دیا گیا کیونکہ عرض کیا جا چکا کہ یہ گندگی کا زمانہ ہوتا ہے، طبعاً ایسے وقت میں عورت کے پاس جانے نفرت ہوتی ہے، دوسرے مہلک امراض کے پیدا ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے، قرآن پاک اس کا تذکرہ کیا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ (بقرہ ۲۸۰)

لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے وہ گندگی کی چیز ہے پس تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان سے قربت نہ کیا کرو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، پھر جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان

Marfat.com

کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو اللہ نے اجازت دی ہے

اس حیض ونفاس کے بعد پھر کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہاں چند دنوں میں عورتیں آرام کر کے تازہ دم ہو جاتی ہیں اور حیض کے بعد ان میں حمل کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

عورتوں سے تمتع کا بلیغ بیان | قرآن پاک نے زن وشو کے باہمی تعلقات کے لئے جو عنوان اختیار کیا ہے وہ بڑا ہی بلیغ ہے اور دونوں کے باہمی داعیات فطرت کی تکمیل کے لئے جو طرز تعبیر مقرر کیا ہے وہ بہت ہی مہذب اور پاکیزہ ہے ابھی اوپر کی آیت میں یہ حصہ گذر چکا۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ-۲۲) وہ عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو

اس آیت میں ہر ایک کو دوسرے کے لئے پوشاک قرار دیا گیا ہے، عورت مرد کی عفت عصمت کی حفاظت کرتی ہے اور مرد عورت کے ناموس کو بربادی سے بچاتا ہے۔ اسی طرح، عورت مرد کے لئے زینت ہے اور مرد عورت کے لئے۔ لباس کو جب چاہتا ہے آدمی زیب تن کر لیتا ہے یہی حال زن وشو کا ہے کہ ہر ایک دوسرے سے جس وقت چاہیں مل سکتے ہیں اس میں محبت ویگانگت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے جو ازدواجی تعلق کی جان ہے "لباس" کے لفظ میں یہ ساری باتیں مندرج ہیں ایک دوسری آیت میں عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے ارشاد ہے۔

نِسَاۤؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ (بقرہ - ۲۸) تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت ہیں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔

لواطت کی حرمت | عورت مرد کے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہے، اس کھیتی سے مرد کو متمتع ہونے کا حق ہے اسی لئے عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بھی باپ ہی کی کہی جاتی ہے۔ اس آیت میں اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ مقاربت میں کسی خاص شکل یا ہیئت کی پابندی ضروری نہیں ہے، البتہ "حرث" یعنی کھیتی کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ پیداوار کی حد تک یہ حکم محدود ہے۔ اسی وجہ سے لواطت حرام ہے کیونکہ یہ تو انسانی تخم کی بربادی ہے نہ کہ اس کی کاشت مذکورہ بالا آیت سے بعضوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے "حرث" ہی کا لفظ کافی ہے اسوا اس کے صحیح حدیثوں میں گذر چکا کہ غیر فطری استعمال خواہ بیوی ہی کے ساتھ ہو قطعی حرام ہے قرآن

Marfat.com

نے ایک دوسری جگہ اس کی صراحت کی ہے کہ عورت کے آگے میں ہی آنا چاہیئے۔

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ (بقرہ - ۲۸)	تم ان کے پاس آؤ جاؤ، جس جگہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حکم صرف مقام کاشت میں ہے اس حصہ میں نہیں جو حیوان میں بھی پایا نہیں جاتا اور جس کی وجہ سے آدمی انسانیت کو پامال کرتا ہوا بہائم سے بھی نیچے گر جائے بھلا اس کو اسلام کیسے جائز رکھ سکتا ہے، حدیث میں کھلے طور پر اس سے روکا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اتیٰ حائضا او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۵۶)	جو شخص حائضہ کے پاس آئے یا کسی عورت سے لواطت کرے یا کسی کاہن کے پاس آئے اس نے دین محمد صلعم کا انکار کر دیا۔
لا ینظر اللہ تعالیٰ الیٰ رجل اتیٰ رجلا او امرأۃ فی الدبر (ترمذی - ج ۱ ص ۱۴۸)	جو شخص کسی مرد سے اغلام کرے یا کسی عورت سے لواطت کرے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے گا۔
من اتی النساء فی اعجازھن فقد کفر رواہ الطبرانی فی الاوسط و رواتہ ثقات (مفتاح الخطابہ ص ۳۲۷)	جن لوگوں نے عورتوں سے لواطت کی وہ کافر ہو گئے۔

اس مسئلہ کے بعض پہلو کا ذکر آگے اپنے محل پر کیا جائے گا

محبت اور پیار میاں بیوی کے تعلقات کو قرآن نے محبت اور پیار کی زندگی سے تعبیر کیا ہے اور سکون و طمانیت کی زندگی بتایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی اہم نشانیوں میں زن و شو کے تعلق کو ایک اہم نشانی قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (روم - ۳)	اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری قسم سے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔

Marfat.com

ایک دوسری آیت اور ہے جس میں اس ملی جلی پرسکون زندگی کا نقشہ کھینچا ہے، رب العزت کا فرمان ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ	وہی ذات ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور
مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا (الاعراف - ۲۴)	اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے چین حاصل کرے

یہ اور اس طرح کی دوسری آیتیں جو زن و شوئی تعلقات کو عمدہ پیرایہ میں بتاتی ہیں اور انسان کی رہنمائی کرتی ہیں کہ انسان پاک طریقوں سے اپنی جنسی خواہشوں کی تسکین حاصل کرے اور روحانی بے چینی کا مداوا تلاش کرے، اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو جوڑا پیدا کیا کہ تنہائی کی بے چینی میں دوسرا غمگسار بنے، اور اس طرح دونوں مطمئن زندگی گزار سکیں۔

بیوی بچوں کی محبت اور اس پر تنبیہ بیوی بچے انسان کو طبعاً اتنے محبوب ہوتے ہیں کہ انسان کبھی ان میں الجھ کر خدائی فرمان بھول جاتا ہے، لذت و مسرت اور کیف و انبساط کی خوشگوار زندگی میں محو ہو جاتا ہے، اور یہ دولت و راحت جس مالک نے عطا کی اس کی یاد سے غفلت طاری ہو جاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تنبیہ فرمائی اور آگاہ کیا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ	اے ایمان والو! تمہاری بعض جوروئیں اور اولاد تمہارے
اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ	دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو، اور اگر معاف
تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ	کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ
رَّحِیْمٌ۔	بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے ان تعلقات کے پیچھے کتنی برائیوں کا ارتکاب کرتا اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتیں۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے جو اہل و عیال اتنے خسارہ اور نقصان کا سبب بنیں وہ حقیقۃً دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں، جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو۔ اور ایسا رویہ اختیار کرنے

Marfat.com

سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی ہوتی ہیں۔ بہت اللہ کی بندیاں ہیں، جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی ہیں اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادتمند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے[1]

شوہر کے فرائض و اختیارات

اس جائز لطف اندوزی کے برقرار رہنے اور رشتہ ازدواج کی استواری کے لئے اسلام نے کچھ حقوق اور احکام بیان کئے ہیں اور ان کے اوپر عمل پیرا ہونے کی تاکید کی ہے، یہ آیت مسلم بات ہے کہ دو اجنبی جو نکاح کے رشتہ سے مل رہے ہیں، الگ الگ دل و دماغ اور فکر و عمل رکھتے ہیں بسا اوقات دونوں کی طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے، اس لئے دونوں میں کلی موافقت پہلی ملاقات ہی میں ہو جانا ایک بعید از قیاس بات ہے۔ پھر عورت و مرد کے دماغی توازن میں یکسانیت بھی غیر ممکن ہے۔ دونوں کی فطرت میں بھی قدرت نے کچھ خاص، عادات و اخلاق مرکوز رکھے ہیں، ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد کو عورت کے تعلقات کے سلسلہ میں کچھ ضروری ہدایتیں دی ہیں اور کچھ اختیارات سپرد کئے ہیں اور اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ فرائض و اختیارات ہیں، یہاں پہلے، شوہر کے فرائض و اختیارات کا اجمالی بیان ہوگا۔

صبر و تحمل زندگی میں یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں کہ میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ اس سلسلہ میں شیطان کو بہکانے کا موقع ہاتھ آ جاتا ہے، اور اس سے عفت و عصمت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، پھر اس وقت اور بھی جبکہ عورتیں نازک طبع، تند خو اور تلون مزاج ہوتی ہیں اس لئے اسلام میں ان حقائق و واقعات سے چشم پوشی اختیار نہیں کی گئی ہے، عورتوں کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر مردوں کو اس سلسلہ میں مفید ہدایتیں دی گئی ہیں تاکہ زن و شو کی باہمی زندگی ناخوشگواری نہ آنے پائے اور اگر عورتوں کے کسی قول و فعل سے ان کو اذیت پہنچے تو ایسے موقع پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ — اور ان عورتوں کے ساتھ حسن و خوبی سے گذر بسر کرو

---

[1] تفسیر موضح القرآن برحاشیہ قرآن پاک مترجم از شیخ الہند ص ۷۲۲

Marfat.com

فعسیٰ ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (النساء ۔ ۳)

اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اسکے اندر کوئی بڑی منفعت رکھدے

اس آیت میں ایک جامع ہدایت ربانی ہے کہ مردوں کو اگر ان کی بیویاں ناپسند ہوں اور طبیعت کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوں، تو ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل سے کام لینا چاہیئے ۔ اور ناگواری کو برداشت کرنا چاہیئے ، کیونکہ یہ کوئی عجوبہ بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی افتاد طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی منفعت مضمر ہو، جو اس کے لئے دین و دنیا دونوں میں موجب خیر و برکت ہو اور سب سے اہم حکیمانہ نکتہ وہ ہے جس کی طرف اس ارشاد نبوی میں اشارہ کیا گیا ہے

لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا اٰخر ۔

(مسلم باب الوصیۃ بالنساء)

کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار خاطر ہے اسلئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی ۔

اور یہی واقعہ ہے ، برے پہلوؤں کے ساتھ بھلائی کے پہلو بھی عموماً عورت میں پائے جاتے ہیں پس چاہیئے کہ برائیوں کی تلافی بھلائی کے پہلوؤں سے آدمی کرتا رہے ۔

سرور کائنات کی وصیت | سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طبعی و فطری کمزوری کی نشان دہی فرماتے ہوئے مردوں کو ہدایت فرمائی ۔

استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع وانہ اعوج شئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء

(بخاری باب الوصاۃ بالنساء)

تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہے لہذا تم اگر اسکو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالوگے اور اگر چھوڑ دوگے تو ہمیشہ کیلئے کجی رہ جائیگی اسلئے عورتوں کے متعلق نصیحت قبول کرو۔

اس حدیث میں بتایا گیا، کہ ٹیڑھاپن عورتوں کی سرشت میں داخل ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتی ہاں اس کی ضروری حد تک اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ بھی رفق و ملاطفت سے، اس لئے اس کی

Marfat.com

تو کوشش ایسی نہ کی جائے کہ وہ بالکل سیدھی ہو جائے اور ہر چیز اور ہر کام میں مرد کی موافقت کرے کیونکہ دونوں کی طبیعت دو طرح کی پیدا کی گئی ہے، اگر کسی نے غلط فہمی سے ایسی سعی کی تو اطمینان کے بجائے بلا ہی سامنے آئیگی ہاں اس سے غافل بھی نہ ہونا چاہیئے، کہ عورت اپنی من مانی کاروائی پر اتر آئے کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ بہت گہرے ہیں گھر کا سارا نظام دونوں کی، مصالحت اور اتحادِ عمل میں مضمر ہے، عورت زندگی کی ساتھی ہے، اس سے ایک منٹ کے لئے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اگر باہر کا سارا نظام مرد درست رکھتا ہے تو گھر کا سارا اندرونی نظام عورت کے ہاتھ میں ہے۔ گھر میں کھانے پینے کا نظم بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت اور اس طرح کی دوسری تمام چیزیں عورت سے تعلق رکھتی ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میاں بیوی میں یگانگت اور موافقت نہ ہو اور زندگی کی گاڑی تیز رفتاری سے رواں دواں ہو، جس نے کہا سچ کہا کہ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، بغیر ان دونوں کی دوستی اور اتحادِ عمل کے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

اوپر والی حدیث کے سلسلہ میں صاحب فتح الباری نے حضرت ابن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں تھیں اور چونکہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اس لئے آپ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

رفق و ملاطفت | حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس باب کے بعد یہ باب باندھا ہے باب قولہ انفسکم و اھلیکم نارا۔ جس کا منشا یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی حالت پر چھوڑنا نہ چاہیئے۔ بلکہ نرمی سے بتدریج اصلاح کی سعی پیہم کرنی چاہیئے کہ مرد پر اس قدر اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نیز حدیث مذکور میں اس طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارات اور ملاطفت کا برتاؤ ناگزیر ہے جو دلوں میں محبت و الفت کے رسوخ کا باعث ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تدبیر بھی ہے کہ عورتوں کی بہت سی باتوں سے عفو و درگزر کی جائے، اور ان کی بدخلقی پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔

بات سمجھنے کی ہے کہ عورت میں جب خلقتہً کجی ہے تو اس کا بالکلیہ استیصال کیسے ممکن ہے ہاں محبت اور نرمی سے اس کی اصلاح بقدر ضرورت ہو سکتی ہے جس میں کوئی اشکال نہیں، نرمی اور محبت سے سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو اپنا پورا اعتماد دے کر بتایا جائے کہ تم اپنے مقام کو پہچانو۔ تمہاری ذرا سی لغزش سے اتنے فتنے اٹھ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارے خاندانی وقار کو بھی ٹھیس

Marfat.com

لگے گی اور تمہارے پیارے شوہر کے لئے بھی یہ ضرر رساں ثابت ہوگی، اگر بیوی دیندار اور غیرت مند ہے تو یہی پہلو اختیار کیا جائے الغرض عورت کے مزاج کا لحاظ بہر حال ضروری ہے

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو تحمل کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

المرأۃ کالضلع ان اقمتها کسرتها و ان استمتعت بها و فیها عوج۔

(بخاری باب المداراۃ بالنساء)

عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اسکی کجی کیساتھ فائدہ اٹھا سکو گے

اس سے واضح روایت مسلم شریف کی ہے، ارشاد نبوی ہے۔

ان المرأۃ خلقت من ضلع لن تستقیم علی طریقۃ فان استمتعت بها وبها عوج وذهبت تقیمها کسرتها وکسرها طلاقها۔

(مسلم باب الوصیۃ بالنساء)

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے بالکل سیدھی ہرگز نہ ہوگی۔ اس سے فائدہ کے حصول کی خواہش ہو تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ حاصل کر سکتے ہو اور اگر بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

عورت کی تلون مزاجی | تجربات کی دنیا میں ان حدیثوں کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئے گی، ہم اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں کہ عموماً عورتیں ضدی اپنی بات پر اڑ جانے والی اور درشت خو ہوتی ہیں پھر ان کو کسی ایک حالت پر قرار نہیں، خوش رہیں تو سراپا امتنان وتشکر اور اگر خفا ہو جائیں تو ناشکری کی انتہائی سرحد سے بھی پار ہو جائیں۔ سورج گرہن والی حدیث میں عورتوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول موجود ہے۔

یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احداهن الدهر ثم رأت منك شیئا قالت ما رأیت منك خیرا قط۔

(بخاری باب کفران العشیر)

عورتیں شوہروں کی ناشکر گزار ہوتی ہیں، اور ان کے احسان کی منکر تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کے خلاف طبیعت ہو گئی تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی۔

مرد ایک ایک بات پر اگر دار و گیر شروع کر دے، تو نباہ مشکل ہو جائے۔ مرد میں نسبتاً ضبط و

Marfat.com

تحمل کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اگر کوئی باہمی زندگی میں نازک موقعہ آجائے تو صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے۔ عورت اس معاملہ میں کمزور ہے۔

جدید تحقیقات اور عورت | فرید وجدی آفندی نے "المراة المسلمة" نامی کتاب میں عورت کے مزاج کے متعلق کافی بحث کی ہے، مولانا آزاد مدظلہ نے اس کتاب کا ترجمہ اور تلخیص کی ہے جس کا نام "مسلمان عورت" ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ فرید وجدی نے انیسویں صدی کی انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے۔

درحقیقت عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے، اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرح عورت کا بھی حاسہ ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت متاثر ہو جاتا ہے۔ بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے اور اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہو کر اچھلنے کودنے لگتا ہے قریب قریب یہی حال عورتوں کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے، بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہیں، کیونکہ یہ مؤثرات اس کے تصور پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ عقل کا ان سے لگاؤ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان میں استقلال نہیں ہوتا اور اسی لئے سخت اور خوفناک موقعوں پر عورت ثابت قدم نہیں رہ سکتی[1]

عورت کے عضلات | عورت اپنی قوت میں بھی مرد کے مقابل نہیں ہے، صبر و تحمل کا مادّہ اس میں فطرۃً کم ہے، کیونکہ ضبط اور برداشت کی قوت کا دار و مدار عضلات کی طاقت پر ہے اور عورت کے عضلات نسبتہً کمزور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دفارین انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے۔

"تجربہ کی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں، اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اوّل الذکر (عورت) کے عضلات اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصّے کئے جائیں، تو دو حصّے قوت مرد کے حصہ میں آئے گی، اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی، عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے۔ مرد کے عضلات جسمی عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں۔[2]

---

[1] مسلمان عورت ص ۲۳ [2] ایضاً ص ۲۴۔

Marfat.com

عورت میں خوبیاں | نگران کمزوریوں کے ساتھ عورت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں جو مرد کو بہت
..اتی ہیں اور جن سے مرد کو قلبی سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے، اس لئے عورت کی ایک پہلو کی کمزوری
..سامنے رکھ کر اس کو مطعون نہیں کرنا چاہیئے۔

تجربات کی دنیا میں آ کے، ماننا پڑے گا کہ عورتیں عموماً جفاکش[1] قناعت پسند، شوہر پر جان
..رکنے والی، بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہتر منتظم، اور وفا و اخلاص کی پیکر ہوتی ہیں
..جا سکتا ہے کہ کمزوری سے زیادہ پہلو خیر اور بھلائی کے عورت میں پائے جاتے ہیں۔

عورت کی محنت و جفاکشی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے، جب گردش زمانہ کی وجہ سے مصائب
..دم ہوتا ہے اور اس کا شوہر کسی وجہ سے مصیبت و تکلیف میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جدید تحقیق نے
..اس کو ثابت کر دیا ہے۔ علامہ لومبروز لکھتے ہیں۔

"حمل اور وضع کی شدید تکلیف پر نظر کرو اور دیکھو کہ عورت دنیا میں کیسے کیسے آلام اور مصائب کی متحمل ہو سکتی ہے، اگر مرد کی طرح اس کا احساس قوی ہوتا تو ان تمام سختیوں کی کیونکر متحمل ہو سکتی۔ درحقیقت نوع انسانی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے اس کو قوی احساس سے محروم رکھا ہے، ورنہ بنی نوع انسان کے نازک اور تکلیف دہ فرائض کی انجام دہی ایک غیر ممکن بات ہو جاتی۔[2]

بلاشبہ یہ صنف نازک ہیں، ان کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں، عشوہ و ادا ان کی فطرت
..بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی بھی ہے، اور ذرا سی خلاف طبیعت بات پر چراغ پا ہونا
..جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو عورت کی مجبوری حیثیت کا پاس کرتے ہوئے کوئی برتاؤ کرنا چاہیے۔
..پاک میں طلاق دینے کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہاں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ عورتوں پر
..تعدی نہ ہونے پائے۔

..م و تعدی کی ممانعت | پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

لا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن ... اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو

---

[1] ..سے عورت کی پیدائش میں شاید اس کی جفاکشی کی طرف بھی اشارہ ہو، نیز حسن و جمال میں مرد سے برتری شاید اسی لیے حاصل ہوئی
..حما مسنون، صلصال کالفخار سے پیدا ہوا ہے اور عورت ایک سفید چمکدار چیز سے بنی ہے۔ [2] مسلمان عورت ص، ۴۰

Marfat.com

يَفْعَلْ ذَالِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا۔ (بقرہ - ۲۹)

اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے جو شخص ایسا کریگا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو ولعب مت سمجھو۔

یوں تو یہ آیت طلاق کے سلسلہ ہی میں ظلم و تعدی کی روک تھام کے لئے اتری مگر غور کیا جا[ئے] تو اس معجزانہ بیان میں بڑی جامعیت ہے اور عورت کے حالات پر رب العزت نے ترس کھایا [ہے] اور مردوں کو زیادتی سے روکا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی تلون مزاجی کو سامنے رکھ [کر] ارشاد فرمایا۔

لا یجلد احدکم امرأتہ جلد العبد ثم یجامعھا فی الیوم الاخر

(بخاری باب ما یکرہ من ضرب النساء)

تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنس[ی] میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچے۔

عورت میں ہیجان عورت اس لئے نہیں پیدا کی گئی ہے کہ اسے پیٹا جائے، ہاں اس کی خام عقلی [اور] ضدی طبیعت کے پیش نظر اسلام نے ضرورتاً خاص حالات میں معمولی تنبیہ کی اجازت دی ہے اور ا[س] کا موقعہ بھی بہت بعد کو رکھا ہے، یہ بھی غالباً اس لئے کہ نظام حیات میں برہمی نہ آنے پائے اور ع[ورت] کی عفت و عصمت محفوظ رہ سکے، تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مزاج میں ہیجان کا [مادہ] زیادہ ہوتا ہے، عورت طبعاً زود رنج واقع ہوئی ہے اور مرد میں عقل و فہم زیادہ ہے، اس لئے [وہ] ضبط و تحمل پر قابو رکھتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں دو فارینی فرماتے ہیں۔

"یہ اختلاف ان دونوں کے ظاہری ممیزات سے بالکل مطابق ہے، مرد میں ذکا و فہم ا[ور] ادراک کا مادہ زیادہ ہے اور عورت میں انفعال اور ہیجان کا جذبہ بڑھا ہوا ہے[1]"

ایک ماہر انگریز تبروسیہ کا قول ہے۔

"عورت کے عصبی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ تم اس کے مزاج میں مرد کی نسبت ہیجان زیادہ پاتے ہو[2]"

زد و کوب کی ممانعت عورت کی مار پیٹ سے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر اد[شاد]

[1] مسلمان عورت ص ۵۰ [2] ایضاً

Marfat.com

...رد کا ہے ارشاد نبوی ہے۔

لا تضربنّ ظعینتک ضربک امتک — اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ پیٹو

(مشکوٰۃ ص ۲۸۲ - عن ابی داؤد)

ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیویوں کے حقوق ہم پر کیا ہیں، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسبت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تہجر الا فی البیت رواہ ابوداؤد

(مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)

تم جب کھاؤ اس کو کھلاؤ اور تم جب پہنو اس کو پہناؤ نہ اُس کے چہرے پر مارو اور نہ برا بھلا کہو، اور نہ جدائی اختیار کرو اس کا موقع بھی آئے تو یہ گھر ہی میں ہو۔

یہ ساری تاکید نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس لئے فرما رہے ہیں کہ بعض موقعوں پر مردوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ بعض خاص حالات میں عورتوں کو تنبیہ کی جا سکتی ہے ایسا نہ ہو کہ مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کریں اور عورتوں کو ستانے اور اذیت دینے لگیں یا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں اور غریب عورت کی زندگی بے کیف بنا ڈالیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو برتاؤ اور حسنِ سلوک کر کے دکھایا، عبرت کے اسباق سے وہ معمور ہے، نازک ترین مواقع میں بھی جسمانی اذیت پہنچانے کا خیال بھی شاید نہیں کیا گیا۔

سرزنش کی اجازت اور اس کا مطلب

حالانکہ قرآن پاک میں "جسمانی اذیت" تک کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے یعنی ارشاد ہوا ہے۔

وَاللّٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا

(النساء - ۶)

ایسی عورتیں جن کی بددماغی کا تم کو احتمال ہو ان کو زبانی نصیحت کرو، اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو

لیکن پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بتا رہا ہے کہ عملی طور پر اس اجازت سے مجبوریوں

Marfat.com

کے خاص حالات ہی میں فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے بہر حال قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا، اس کا مطلب یہ کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کو زبان سے سمجھائے اور منا لینے کی کوشش کرے۔ دوسرا درجہ یعنی زبانی فہمائش بے اثر ہو کر رہ جائے تب حکم دیا گیا ہے کہ اپنی خوابگاہ میں عورت کیساتھ سونا چھوڑ دے، اور علیحدگی کی یہ شکل بھی جب ناکام ہو جائے تب فاضر بوھن کی اجازت سے چاہے تو مرد فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن اس ضرب یا مار کی نوعیت کیا ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد بندی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

واضربوھن ضربا غیر مبرح (المعتصر من المختصر ج ۱ ص ۱۹۲) ان عورتوں کو مارو اس طرح کہ جلد نہ کھلے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ معمولی سرزنش (چاہیئے گوشمالی کہہ لیجئے) سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے متعلق ارشادات نبوی حجۃ الوداع کا مشہور تاریخی خطبہ جہاں دوسرے اہم حقائق کا حامل ہے ان ہی میں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا

الا استوصوا بالنساء خیراً فانما ھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذالک، الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً، الا ان لکم علی نساءکم حقا ولنسائکم علیکم حقاً فحقکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن و طعامھن۔	سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کا تاکیدی حکم قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے یہاں بطور قیدی ہیں اس کے سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو، اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو اور معمولی تنبیہ کرو۔ اطاعت کرلیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں سنو تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر بیٹھنے نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں اور تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو۔

(ترمذی باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

Marfat.com

سچ تو یہ ہے کہ ضرب جس کی اجازت قرآن میں دی گئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا معلوم ہوتا ہے کہ "فاحشہ مبینہ" ہی کی حد تک اس اجازت کو محدود رکھا جائے، ماسوا اس کے خطبہ وداعیہ کے مذکورہ بالا قطعہ کا ایک ایک فقرہ "زن وشو" کے باہمی تعلقات کے متعلق بصیرتوں کی دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

غور کیجئے اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق جو ہدایتیں دی ہیں، پہلی بات تو یہی ہے کہ خانگی زندگی کے نظام میں مرکزیت پیدا کرنے کے لئے مردوں کو عورتوں پر برتری عطا کی گئی، آخر دونوں کی حیثیت اگر برابر ہوگی تو اقتدار کی مساوات کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ عائلی زندگی کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ جائے۔ دو بادشاہ ایک اقلیم میں نہیں رہ سکتے اس کے بعد وہی بات یعنی "فاحشہ مبینہ" کی صورت میں فہمائش، ترک خوابگاہ کے بعد ضرب غیر مبرح (یعنی گوشمالی اور سرزنش) کی اجازت دی گئی ہے، اور پھر دونوں کے حقوق کا بیان ہے۔

اس میں مرد کو ہدایت ہے کہ پوشاک وخوراک میں حسن سلوک سے پیش آؤ، قوام بن جانے سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ جو جی میں آجائے کر بیٹھو، بلکہ عورتوں کی نظری ضرورتوں اور دلچسپیوں کا خیال رکھو، کھانے پینے اور لباس میں ان کے شوق کو پورا کرو کیونکہ اس باب میں عورتیں تمہاری محتاج ہیں۔

اصول ہے کہ جس شعبۂ زندگی میں آدمی دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اس میں اگر اس کے ذوق کی آسودگی نہیں ہوتی تو اس کو دلی آزردگی ہوتی ہے، اور اس کے نازک قلب کو ٹھیس لگتی ہے۔

جاہلیت میں عرب کا یہ جاہلی دستور تھا کہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کے میل جول اور بات چیت میں کسی قسم کا کوئی مضائقہ لوگ محسوس نہیں کرتے تھے، جیسا کہ آج کل بھی یورپ کی جدید جاہلیت میں دیکھا جا رہا ہے۔

اس حدیث میں "ان لا یوطئن فرشکم" سے اسی طرف اشارہ ہے کہ عورتیں اب پہلی جاہلیت کی رسموں کو ختم کریں "وطی فرش" کی مراد نفس زنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو من کل الوجوہ حرام ہے، پھر مکروہ سمجھنے کا کیا منشا ہوگا، اس سلسلہ کا دوسرا حق عورتوں پر یہ ڈالا گیا کہ گھر میں محرم یا غیر محرم جو

Marfat.com

بھی داخل ہو، اس کے آنے کے متعلق شوہر کی رائے معلوم کر لی جائے، کسی کو شوہر کی رضا معلوم کئے بغیر یونہی گھر میں نہ آنے دے۔

عورتوں سے حسن اخلاق کا برتاؤ نگاہِ نبوی میں

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ مومن کی شان یہ ہے کہ حسن اخلاق کا پیکر اور مروت و حسنِ کردار کا مجسمہ ہو اور اس شعبہ میں بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنے بال بچوں اور بیوی کے لئے اخلاق و مروت میں سب سے اچھا ثابت ہو۔ ارشادِ نبوی ہے۔

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنساءکم۔

(ترمذی باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا)

ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہترین ثابت ہو۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ کامل اور بہترین مومن کی شناخت یہ ہے کہ حسنِ سلوک میں سب سے اچھا اپنی بیوی کے ساتھ ہو، یہ طرز بیان بتاتا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں کے حق میں برابر محبت و شفقت ہونا چاہیئے، اور بیوی کی ہر جائز دلدہی کرنی چاہیئے۔ الغرض بیوی کے ساتھ جو اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے میں کامیاب ہو۔ بتایا گیا ہے کہ یہی مرد کی نظرت کی نیکی کی دلیل ہے، ورنہ کچھ دیر کے لئے مصنوعی طور پر تو بد سے بدتر آدمی بھی جتا دیتا ہے کہ وہ بڑا نیک ہے، لیکن بیوی کی دائمی رفاقت اصل فطرت اور افتادِ طبع کو ظاہر کر دیتی ہے اور یہی مرد کی فطرت کی حقیقی کسوٹی ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی پیاری بندیوں کو مارنے پیٹنے سے اجتناب کرو"۔ عرب جہاں عورتوں کو جانوروں سے زیادہ اہمیت نہ تھی، مردوں کے جو جی میں آتا ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ مار بیٹھنا، پیٹ دینا، یہ تو معمولی بات تھی، لیکن حکم کے نفاذ کے ساتھ ہی سارے ظالمانہ رستے ختم ہو گئے، عورتوں کی جان میں جان آئی۔

صدیوں کی مظلومیت سے خلاصی کا ردِعمل جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا وہ بھی سامنے آیا جس کا پتہ اس روایت سے چلتا ہے۔ یعنی ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "عورتیں اپنے شوہروں کے مقابلہ میں جری ہو گئیں"۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مذکورۂ بالا فرمان کی سختی نرمی سے بدل گئی۔ مگر مردوں نے اس "نرمی" سے معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے ناجائز نفع اٹھانا شروع کیا، جس کی شکایتیں دربار نبوت تک پہنچنے لگیں، انہی شکایتوں کو سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اعلان فرمایا کہ۔

لقد اطاف بآل بیت محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولٰئک بخیارکم رواہ ابوداؤد (ریاض الصالحین باب الوصیۃ بالنساء)	بہت سی عورتوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو گھیر لیا، جو اپنے شوہروں کی شاکی ہیں ان کے شوہر اچھے لوگ نہیں ہیں۔

"نہ اچھے ہونے کی" خبر اور وہ بھی پیغمبر کی زبان سے اپنے متعلق کون برداشت کر سکتا تھا جیسا کہ چاہیے تھا معاملہ حد اعتدال پر آگیا، اور یہی مقصود بھی تھا۔

حضور اپنی ازواج مطہرات میں زندگی کے آخری حصہ میں یعنی وفات سے آٹھ نو سال پہلے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس امہات المومنین کا اجتماع ...رے مصالح کے ساتھ ساتھ "زن و شو" کے باہمی تعلقات کا عملی درس، یہ بھی اس کی ایک ...ڑی غرض تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ،

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی واذا مات صاحبکم فدعوہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)	تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی بچہ کے لئے بہتر ہے اور خود میں اپنے بال بچوں کیلئے بہتر آدمی ہوں اور جب تمہاری رفیقہ حیات مرجائے تو اس کیلئے دعا کرو

اس میں بھی اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے کہ وقتی طور پر اپنے آپ کو نیک بنا کر پیش کرنا یہ ...ی بات نہیں ہے، نیکی اور بھلائی تو وہی ہے جو بال بچوں کے تعلقات میں نمایاں ہو۔

بہر حال عمل کر کے یہی دکھایا جاتا اور زبان مبارک سے بھی فرمایا جاتا تھا کہ۔

ان اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ (مشکوٰۃ ص ۲۸۲ عن الترمذی)	سب سے زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور اپنے بال بچوں کے لئے نرم خو ہو۔

سرور کائنات کی محبت بیویوں سے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی وہی تھی، جو ...یا کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو حضور کی پہلی بیوی ہیں، ان کے متعلق روایتوں میں ...دد واقعات ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی وفات کے بعد برابر یاد کرتے اور اسی ...تک نہیں، حضرت خدیجہ رضی کی وفات کے بعد ان کی جو سہیلیاں زندہ تھیں آپ ان کے ساتھ بھی

Marfat.com

حسن سلوک فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا بیان ہے کہ ۔

"حضرت خدیجہ رضؓ کو چھوڑ کر آپ کی اور کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں ہوتا تھا گو میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا، مگر آپ اس کثرت سے ان کا ذکر فرماتے (کہ میرے لئے اجنبی نہ تھیں) انس و محبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ کو حضرت خدیجہ رضؓ یاد آجاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرما دیتے [۱]"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر آپ سے میں کہا کرتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہ رضؓ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ یہ کثرت یاد کو دیکھ کر کہتی، جب کبھی میں یہ باتیں کہتی تو آپ فرماتے بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے اولاد دی تھی، اور وہ ایسی نیک اور باوفا تھی [۲]

صحابہ کرام کی بیویوں سے محبت اس عملی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس رنگ میں رنگ گئے تھے ۔ اور ان بزرگوں کو بھی اپنی بیویوں سے بڑی مخلصانہ محبت تھی، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، ایک دفعہ جہاد کے سلسلہ میں سفر میں تھے، جہاد سے واپسی ہو رہی تو راستہ میں کسی نے بتایا کہ آپ کی بیوی بیمار ہیں، یہ سننا تھا کہ آپ بے چین ہو گئے اور بڑی تیزی سے وہاں سے روانہ ہوئے اور جلد پہنچنے کی خاطر آپ نے اس موقعہ پر مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ ادا کی ۔

انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے آپ کے محترم اباجان نے آپ کو حکم دیا کہ بیوی کو علیحدہ کر دو (یعنی طلاق دیدو) یہ سن کر حیص بیص میں پڑ گئے ایک طرف بیوی کی محبت، دوسری طرف والد محترم کا حکم، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کوئی فیصلہ نہ کر پائے بلکہ عملی طور پر طلاق دینے سے تقریباً انکار کر دیا، حضرت عمر فاروق رضؓ جو آپ کے والد محترم تھے انہوں نے یہ مقدمہ دربار نبوی میں پیش کر دیا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب والد کی اطاعت کا فیصلہ کیا تب کہیں جا کر حضرت عبداللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی [۳]

جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسن رضؓ نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی کا جو کچھ مہر تھا بیوی کے یہاں بھجوا دیا، ان کی بیوی کو جب طلاق کی خبر پہنچی تو ان پر رقت طاری ہو گئی

[۱] و [۲] مشکوٰۃ ص ۵۷۳ عن البخاری و مسلم [۳] اسوۂ صحابہ ج ۲ ص ۳۵۳

Marfat.com

اور وہ رونے لگیں، قاصد نے آ کر بیوی کا یہ سب حال حضرت حسنؓ سے کہا، تو آپ بھی بے اختیار رو پڑے اور فرمانے لگے اگر بائن طلاق نہ دے چکا ہوتا، تو رجعت کر لیتا [1]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند ارجمند کے متعلق بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ان کو اپنی بیوی سے بیحد محبت تھی، اور اس محبت کے غلو کا یہ عالم تھا کہ ان کو بیوی سے جدا ہو کر جہاد میں جانا بھی شاق گذرتا تھا اسی وجہ سے کبھی کبھی جہاد کی شرکت سے محروم بھی رہتے اس کی اطلاع جب ان کے پدر بزرگوار صدیق اکبر کو ہوئی تو بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیوی کو طلاق دے دو پہلے تو صاحبزادے نے ٹالنے کی کوشش کی، مگر والد محترم کا جب اصرار ہوا تو اطاعت پر مجبور ہو گئے اور بیوی کو علیحدہ کر دیا۔ علیحدہ کرنے کو تو کر دیا، مگر دل سے محبت نہ گئی جدائی پر درد ناک اشعار کہنے لگے۔ حضرت صدیق اکبر کو بیٹے کی اس حالت کا علم ہوا تو بلا کر ان سے کہنا پڑا اب رجعت کر لو [2]

حضرت بریرہؓ اور مغیثؓ کی محبت و عشق کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں بہت مشہور ہے اور دلچسپ بھی۔ حضرت بریرہؓ پہلے لونڈی تھیں اور ان کی شادی حضرت مغیثؓ سے ہوئی تھی یہ جب آزاد کر دی گئیں تو شرعی طور پر ان کو پہلے شوہر کے ساتھ رہنے نہ رہنے کا اختیار حاصل ہو گیا حضرت بریرہؓ نے آزادی کے بعد طے کر لیا کہ مغیثؓ کے ساتھ نہ رہیں گی۔ حضرت مغیثؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بیوی کی جدائی پر مدینہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تھے [3]

اسلام کے قوانین عفت و عصمت کا یہ فیض تھا کہ جو عورتیں کل تک دنیا کی نگاہ میں حقیر و ذلیل تھیں وہ آسمان عزت و عظمت کی آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں۔ اور کیسے یہ عزت و رفعت حاصل نہ کرتیں جبکہ پیغمبر اسلام نے ان کو ان کے حقوق دلوائے۔

بیوی کے حقوق کی اہمیت | عبادت و ریاضت کتنی قابل ستائش چیز ہے، مگر اسلام نے یہاں بھی برداشت نہیں کیا کہ عورتوں کے حقوق پر دست درازی کر کے ان کو محروم رکھا جائے اور ان سے علیحدہ رہ کر کوئی دن رات عبادت میں مشغول رہے۔ شروع شروع میں ایک سے زائد صحابیوں کے اس طرز عمل پر کہ راتوں کو عبادت گزاری میں بسر کرتے تھے اور زن و شو کے باہمی تعلقات کی ان کی نگاہوں میں وقعت نہ تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ان کو سمجھایا کہ۔

---

[1] [2] [3] ان واقعات کے لئے دیکھئے اسوۂ صحابہ جلد اول ص ۲۵۲۔

Marfat.com

ان لزوجک علیک حقاً (بخاری باب لزوجک علیک حق) تم پر تمہاری بیوی کا بھی ضروری حق ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ اور حضرت ابوالدرداء رضؓ کا واقعہ بڑی تفصیل سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔

بیوی کے لئے نظافت کا اہتمام اپنی بیوی کیلئے اپنے آپ کو بہتر اور اچھا ثابت کرنے کی عملی صورتیں جہاں یہ ہیں کہ بیوی کی خاطر مدارت، دل جوئی وغیرہ میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے، اسی کے ساتھ ان باتوں کا بھی مردوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے جس کی طرف نبوی ارشادات میں اشارے کئے گئے ہیں۔

مثلاً شوہر کو چاہیئے کہ بیوی کے سامنے آئے تو صاف ستھرے کپڑوں میں آئے۔ تاکہ اس کو دیکھ کر بیوی کو مسرت ہو اور یہ محسوس کر کے وہ خوشی سے پھول جائے کہ ہمارا شوہر لباس میں وضع قطع میں صاف ستھرا، پاکیزہ مذاق ہے، گندہ گھناؤنا، بدسلیقہ، اور پھوہڑ نہیں ہے، آخر جب مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی صاف ستھری رہے، میلی کچیلی نہ رہے تو اسی طرح عورتوں کی بھی تو طبعی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہمارے شوہر خوش وضع ہوں یوں بھی مسلمانوں کو کب اس کی اجازت دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو ممسوخ و منحوس شکل میں رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی، صفائی، پاکیزگی، خوش وضعی کی اپنی آپ مثال تھی، کون نہیں جانتا کہ سفر و حضر ہر حال میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی اور اسی قسم کی چیزیں جن سے اپنی اصلاح اور درستگی میں مدد ملتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التزاماً اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے[1]

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی یوں ہی بری ہیئت میں رہے حضرت عطاء بن یسار رضؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے پریشان تھے، آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ بالوں کو درست کر لے۔ چنانچہ اس نے اشارۂ نبوی پا کر سر اور داڑھی کے بال درست کر لیئے۔ اور اس شخص کے پلٹنے وقت آپ نے جب اس کو اچھی ہیئت میں دیکھا تو فرمایا کیا یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر نہیں ہے؟ جو شیطان سی معلوم ہوتی تھی[2]

---

[1] اس سلسلہ کے لئے مشکوٰۃ باب الترجل کا مطالعہ کیا جائے [2] مشکوٰۃ باب الترجل۔

یہ حدیث بھی مشہور ہے۔

ان اللہ طیّب یحب الطیب، نظیف، یحب النظافۃ (مشکوٰۃ باب الترجل)

اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے۔

بیوی کے لئے سامان طہارت و نفاست، ان حدیثوں کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ شوہر کو بیوی کے لئے خصوصًا صاف ستھرا رہنا چاہیئے، اور بیوی کو شوہر کے لئے تو یہ ایسی بات ہوگی جس پر عمل کرنا چاہیئے، فقہائے کرام نے تفصیل کی ہے کہ مردوں کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ بیوی کو ایسے سامان فراہم کر کے دے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے۔

فیجب علیہ ما تنظف بہ وتزیل الوسخ کالمشط والدھن والسدر والخطمی و الاشنان والصابون علیٰ عادۃ اھل البلد... وما الطیب فیجب علیہ ما یقطع السھوکۃ لاغیر وعلیہ ما تقطع الصنان۔

(رد المحتار۔ ج ۲۔ ص ۴۰۷)

شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کے لئے ایسی چیزوں کا سامان کر دے جس سے وہ اپنے کو صاف ستھری رکھ سکے اور میل کچیل سے پاک رہے، جیسے کنگھی تیل بیری کی پتی خطمی، اشنان اور صابون، جیسا کہ وہاں رواج ہو اور جس سے بدبو کو دور کر سکے اتنی خوشبو کا فراہم کرنا بھی ضروری ہے، اسی طرح بغل کی بو کو دفع کرنے کا سامان۔

وعلیہ الماء ما تغسل بہ ثیابھا وبدنھا من الوسخ۔ (عالمگیری مصری۔ ج ا صد ۵۶۹)

اتنا پانی بھی فراہم کر دینا شوہر پر ضروری ہے جس سے کپڑے اور اپنا بدن دھو سکے۔

حدیث میں جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ شوہر اگر سفر میں گیا ہوا ہے، تو اس کو واپسی کے وقت چاہیئے کہ بیوی کو کسی ذریعہ سے اپنی آمد کی اطلاع کر دے، دفعتًا پہنچنے کی کوشش نہ کرے وہاں اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عورت چونکہ شوہر کے نہ ہونے کی صورت میں صفائی کا وہ اہتمام نہیں رکھتی جو اس کو شوہر کے لئے رکھنا چاہیئے، اس لئے پہلے اگر عورت کو اطلاع مل جائے گی، تو وہ اپنے آپ کو سنوار لیگی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

کی تمشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ (بخاری باب طلب الولد)

تاکہ عورت پراگندگی درست کرے اور استرہ استعمال کر کے صاف ستھری بن جائے۔

Marfat.com

عورت کی مصیبت میں اظہار وفاداری

شوہر کا یہ بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ بیوی کے ساتھ وفاداری اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے، اگر حوادثِ زمانہ کی وجہ سے عورت پر کوئی ناگہانی مصیبت آجائے تو محبت اور لطف، وکرم میں کمی نہ کرے، بلکہ پہلے سے بڑھ کر اخلاق و مروت سے پیش آئے، بیمار پڑ جائے علاج کرائے، کوئی دوسری مصیبت آئے اس کے دفعیہ کی سعی کرے اگر کسی بیماری کی وجہ سے اس کی صورت و شکل میں فرق آجائے تو عورت کو بدصورت دیکھ کر بے مروتی اور بداخلاقی کا برتاؤ نہ کرے، بلکہ اس کی دل دہی اور دل جوئی کرے۔ مرد اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کا دل ٹوٹ جائیگا، اس کی مسرت حزن و ملال میں تبدیل ہو جائے گی، اور عورت مرد کی بے وفائی پر گھٹ گھٹ کر جان دے دیگی۔

ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے، کل ایک حسین و دلفریب عورت کو شادی کر کے لائے اس پر اپنی جان نثار کی اور بلائیں لیں، اور اس کی خوشنودی کے لئے بازار چھان ڈالا اور قیمتی زیور اور کپڑے لاکر دئے، سب کی ناراضگی برداشت کی، مگر رفیقۂ حیات کی اداسی برداشت نہ ہو سکی۔ اتفاق کی بات وہی بیمار ہوئی اور آج اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چیچک نے اس کی صورت بگاڑ دی یا آنکھوں کی بینائی چھین لی۔ آئینہ دیکھتی ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں کہ یہ کیا سے کیا بن گئی، اور اگر اندھی ہو گئی ہے تب تو ساری دنیا ہی اندھیری ہے، بیچاری عورت ان مصیبتوں کی تاب نہ لاکر دن رات روتی ہے۔ اس پر ظلم یہ ہوا کہ شوہر کی آنکھیں پھر گئیں، بات بات پر غضب، جھڑکی جا رہی ہے۔ اس کو گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی جا رہی ہے اور بے قصور ٹھوکر لگائی جا رہی ہے یہ بساطِ محبت کیوں الٹ گئی اور بہار خزاں میں کیوں تبدیل ہو گئی؟ کہ حسن و جمال جاتا رہا اور وہ بھی قدرتی مرض سے۔

للہ سوچا جائے انسانیت کا یہی تقاضا ہے، محبت کا یہی انجام ہے اور اخلاق کی عدالت کا یہی فیصلہ ہے پھر یہ بھی پیش نظر رکھنے کی سعی کی جائے کہ غریب و بیکس عورت کی دلسوزیوں کا وبال کس کے سر ہوگا ان کے گرم گرم آنسو جو آنکھوں سے جاری ہیں کیا رنگ لائیں گے۔ یقین کیا جائے اسلام ایسی بے مروتی اور کج خلقی کی اجازت نہیں دیتا وہ ایسی سنگ دلی کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اعلان کرتا ہے۔

Marfat.com

من لا یرحم لا یرحم (ریاض الصالحین) اس پر رحم نہیں کیا جاتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔

بیوی کے جذبات کا پاس | یہ تو ایک ضمنی بات تھی بتانا یہ تھا کہ شوہر کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ بیوی کی ہر طرح دلجوئی کرے، اس کے تمام داعیات و جذبات کا پاس کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک رات بحیثیت خلیفہ گشت کر رہے تھے ایک گھر سے دردناک اشعار پڑھے جانے کی آواز آئی، آپ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے ایک عورت یہ شعر اپنے خاص انداز میں پڑھ رہی تھی۔

فواللہ لولا اللہ تخشی عواقبہ لزحزح من ھذا السریر جوانبہ

خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کے عقاب کا خوف نہ ہوتا تو بلاشبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہوتے

حضرت عمرؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں باہر ہے، حضرت عمر پر اس سچے جذبۂ محبت کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ وہ اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں) پوچھا عورت مرد کے کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے۔ حضرت حفصہ نے فرمایا، چار مہینے۔ یہ معلوم کر کے حضرت عمرؓ نے بحیثیت خلیفہ سپہ سالاروں کے نام یہ حکم بھیج دیا۔

لا یتخلف المتزوج عن اھلہ اکثر منھا جو شادی شدہ ہو وہ اپنی بیوی سے چار مہینے سے زیادہ غائب نہ رہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۳)

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہوا کہ آدمی پر ان باتوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے داعیات و جذبات کو بھول نہ جائے، اور اگر زیادہ مدت کے لئے پردیس میں رہے تو بال بچوں کو ساتھ رکھے۔

اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ایلاء کا ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص بلا قید مدت، یا چار ماہ یا زیادہ مدت کے لئے بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے اور اس پر عمل کرے تو اس صورت میں عورت کو طلاق ہو جائے گی اور اس کو دوسری شادی کی اجازت ہے۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ جو لوگ اپنی بیویوں سے قسم کھا بیٹھے ہیں، ان کے لئے

Marfat.com

اَرْبَعَۃِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَاءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (بقرہ ع ۲۸)	چار مہینے کی مہلت ہے، سو اگر یہ لوگ رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے رحمت فرمائیں گے اور اگر چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

بیوی پر اعتماد مرد کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بیوی پر اعتماد کرنے اور گھر کے اندرونی معاملات اس کے حوالہ کردے، تاکہ وہ اپنی حیثیت کو جان سکے، اور اس کی عزت وعظمت اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو گھر کا نگراں قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے

والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجها (بخاری باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجها)	عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ہے۔

دوسری بہت سی حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنے شوہر کے مال کی محافظ ہیں، عورتوں پر اعتماد سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اس کا وقار بلند ہوگا، اور یہ اپنے کو گھر کے ایک شعبہ کی ذمہ دار سمجھیگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرد کو بڑی حد تک سکون رہے گا اور اس کو اطمینان کی زندگی میسر ہوگی۔

بیوی کی رازداری بیوی کا مرد پر ایک حق یہ بھی ہے کہ مرد عورت کے پردہ کی بات کو دوسروں سے نہ کہے، بلکہ اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رہنے دے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے پردہ کی باتوں کو افشا کرے۔

ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرها (مسلم باب تحریم افشاء سر المرأۃ)	لوگوں میں اللہ کے نزدیک بدترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس کی بیوی اس سے ملے پھر مرد اس راز کی بات کو پھیلائے۔

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی پرائیوٹ باتیں طشت از بام نہ ہونی چاہئیں۔ امام نووی رح نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت ومرد کے باہمی استمتاع کا تفصیلی تذکرہ کرنا حرام ہے مثلاً یہ کہے کہ جماع کے باب میں یہ بات باہم پیش آئی، اور پھر زن وشو کے راز کی کہانی بیان کرے، حد یہ ہے کہ بلا فائدہ جماع کا اجمالی تذکرہ بھی کراہیت سے خالی نہیں امام موصوف لکھتے ہیں۔

Marfat.com

فی هذا الحدیث تحریم افشاء الرجل ما یجری بینہا وبین امرأۃ من امور الاستمتاع ووصف تفاصیل ذالک و ما یجری من المرأۃ فیہ من قول او فعل او نحوہ (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے راز کی باتوں کا ظاہر کرنا جیسے لطف اندوزی اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا حرام ہے، اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا اور کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔

بیوی کا نفقہ شریعت نے جہاں مردوں پر بیویوں کی بہت کچھ ذمہ داری عائد کی ہے ان میں، ے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ "بیوی" کو نفقہ (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے، اور بیوی کو ان ضروریات ے بے نیاز کر دے جو اس کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ بال بچوں کی تربیت آزادی کے ساتھ سکے، رب العزت کا ارشاد ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (الطلاق - ١)

جس کو گنجائش ہو اس کو چاہئے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی تنگی ہو وہ جتنا اسکو خدا نے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے خدا نے جس کو جتنا دیا ہے اس سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا

کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ جبر نہیں ڈالا گیا ہے، بلکہ ہر شخص پر اس کی صلاحیت کے زہی سے ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ - ٣٠)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق ہے، کسی شخص کو اسکی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

بتلاتا ہے کہ بیوی کے "نفقہ" کا بار شوہر پر اس لئے ڈالا گیا ہے تاکہ وہ بچہ پیدا کرے، اس کی یت اور نشو و نما میں بیوی بے فکر ہو کر کوشاں رہے، جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ خود بچہ کی نفسیات خوشگوار اثر پڑے گا، اور وہ افکار کے ہجوم سے طبعی طور پر محفوظ رہے گا۔

پہلے ابواب میں جو حدیثیں گزر چکی ہیں، ان میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ بیوی کا حق یہ ...ا ہے۔

Marfat.com

ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن (ترمذی باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجہا۔)

کہ تم ان (بیویوں کے ساتھ کپڑا اور کھانا دینے میں خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو۔

مقدار نفقہ حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہند بنت عتبہ کا واقعہ مشہور ہے کہ نبوی سرکار میں حاضر ہوئیں اور شکوہ سنج ہوئیں کہ میرے شوہر کنجوس آدمی ہیں، بخوشی اتنا بھی دینے کو تیار نہیں جو میرے بچوں کو کافی ہو، یہ روداد سنا کر دریافت کیا۔

فھل علی حرج ان اطعم من الذی لہ عیالنا (بخاری مصری ج ۳ ص ۱۹۲

اگر میں ان کے مال سے بال بچوں کو کھلاؤں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

آپ نے فرمایا:۔

خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف (بخاری)

اتنا لے لیا کر جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے لئے کافی ہو۔

آنحضرت صلعم کا نظم نفقہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا کہ ازواج مطہرات کے نفقہ کا نظم فرمایا کرتے، بلکہ ایک باغ ہی اس کام کے لئے خاص کر رکھا تھا، جسے فروخت کر کے سال بھر کا نفقہ ایک ہی دفعہ جمع کرا دیتے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبیع نخل بنی النضیر ویحبس لاھلہ قوت سنتھم (بخاری باب حبس نفقۃ الرجل قوت سنۃ علی اہلہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نخل بنی نضیر کو فروخت فرما دیا کرتے اور اس کی قیمت اپنے اہل و عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے جمع فرما دیتے۔

فقہائے نفقہ کی ادائیگی کو واجب کہا ہے، اور بیوی مالدار ہو، غریب ہو جیسی بھی ہو اگر وہ شوہر کے زیر فرمان ہے نفقہ دلوایا ہے۔

نفقہ کا ماحصل کھانا، کپڑا اور مکان ہے۔

ھی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ وشرعًا ھی الطعام والکسوۃ والسکنی (درمختار باب النفقہ)

لغت میں نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور شریعت میں نفقہ کھانا کپڑا اور مکان کا نام ہے

اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت

بیوی کے حقوق میں سے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی کو اس کے باپ سے ملاقات کی اجازت دے، اور قریبی رشتہ دار سے بھی، یعنی ان لوگوں سے جو محرم ہیں، خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر جا کر ملاقات کرتے۔ شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اپنی اپنی صاحبزادیوں سے ملنے کی غرض سے کاشانۂ نبوی میں حاضری دیا کرتے۔ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ فقہائے لکھا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملنے کے لئے جائے تو شوہر کو روکنا نہ چاہیے مگر یہ اس وقت جبکہ بیوی کے والدین کسی معقول عذر کی وجہ سے خود آنے سے مجبور ہوں ورنہ وہ خود آ کر لڑکی سے مل جائیں گے۔[1]

زن وشو میں اختلاف کے وقت حکم

بیوی سے کسی بات میں اختلاف ہو جائے اور کشیدگی بڑھ جائے تو شوہر کے لئے اس وقت بھی عجلت پسندی اچھی نہیں سمجھی گئی ہے۔ ضرب کے بعد بھی معاملہ درست نہ ہو تو ایسی شکل میں دونوں جانب سے پنچ مقرر کرایا جائے قرآنی ارشاد ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔

(النساء۔ ۶)

اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔

مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھا جائے کہ جو بھی پنچ مقرر کیے جائیں وہ مخلص ہوں، کیونکہ ان کا اخلاص ہی ان گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے ورنہ پھر فائدہ کے بجائے شدید نقصان کا احتمال ہے قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔

(النساء۔ ۶)

ان دونوں آدمیوں کو اگر اصلاح منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔

---

[1] دیکھیے درمختار یا ردالمختار باب النفقہ

Marfat.com

حضرت مولانا تھانویؒ اس سلسلہ کی آیتوں کے تفسیری ترجمہ میں فرماتے ہیں۔
اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرائن سے ان کی بد دماغی کا احتمال قوی ہو تو ان کو اوّل زبانی نصیحت کرو، نہ مانیں تو ان کو لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، یعنی ان کے پاس مت لیٹو اور اس سے بھی نہ مانیں تو ان کو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو اور اگر قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسے تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں۔ ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں، اتفاق فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑے خبر والے ہیں جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القا فرما دیں گے[1]

بہر حال پنچ دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ دونوں میاں بیوی کے اختلاف کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی انتھک جدوجہد کریں، اور دونوں کو ایک مرکز پر لا کر باہم جوڑ دیں ساتھ ہی میاں بیوی کا بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ پنچ سے تعاون کریں اور جو صورت صلح اور میل ملاپ کی پیدا کر رہے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ کریں۔

بیوی کے فرائض و اختیارات

بیوی کے "حقوق" کے سلسلہ میں اسلام نے مردوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان کا اجمالی نقشہ پیش کیا جا چکا۔ اب مردوں کے "حقوق" کے سلسلہ میں عورتوں کو جو ذریں

[1] بیان القرآن جلد ۲ صـ ۱۱۵۔

Marfat.com

ری گئی ہیں اسے بھی اجمال کے ساتھ بیان کر دینا مناسب ہے تاکہ دونوں کے فرائض و اختیارات
و سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکے کہ اسلام نے عصمت و عفت کے تحفظ کی کتنی زبردست جدو
جہد کی ہے، اور دونوں کے باہمی رشتۂ محبت کو کس قدر پائیدار اور جاندار قرار دیا ہے۔

قانون کا کمال | کوئی ایسا قانون کہ جو صرف ایک فریق پر ذمہ داری عائد کرے اور دوسرے
و ہر ایک ذمہ داری سے بری قرار دے وہ کتنا ہی خوشنما اور جاذب نظر کیوں نہ ہو، مگر اسے ادھورا
ر ناقص ہی کہا جائے گا۔ آئین اور ضابطے وہی مکمل ہو سکتے ہیں جو ہر ایک پر دوسرے کی
ہ داری کو ضروری قرار دیں گو اس کی شکل مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

کوئی شبہ نہیں کہ عورت اپنی خلقت میں کمزور اپنے فطری جذبات میں اعتدال سے دور
ر اپنی جسمانی ساخت میں بڑی حد تک ضعیف ہے، اور اسی وجہ سے یہ قابل لطف و کرم،
ر انس و محبت اور باعث درگزر ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے اس کے لائق ذمہ
ریوں سے بھی سبکدوش رکھا جاتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورت و مرد کی اجتماعی زندگی نہایت
وش گوار حد تک پہنچ جاتی۔

نظام منزلی کی صدارت | اسلام نے عورت کی ان تمام کمزوریوں کی رعایت ملحوظ رکھی جو اسے
د کے مقابل میں قدرت کے خزانہ سے عطا ہوئی ہیں، اور اسی وجہ سے باہمی زندگی کی صدارت
ارت مرد کے سر ڈالی گئی، یعنی زن و شو کی اجتماعی زندگی کا امیر اور صدر مرد کو منتخب کیا تاکہ نظام
زلی میں کوئی سخت وقت آئے تو مرد اپنی خداداد قوت و شوکت سے اسے حل کرے، اللہ تعالیٰ
ے مرد کی صدارت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النساء۔ ۶)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

جس کا ماحصل یہ ہے کہ مردوں کو علم و عمل میں چونکہ فضیلت اور بڑائی عطا کی گئی ہے ساتھ
مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور عورت کو مہر، خوراک و پوشاک وغیرہ کے راستے سے
بالا دیتے ہیں۔ اس لئے مرد کو زن و شو کی باہمی زندگی کا امیر اور صدر بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

مرد کی صدارت کی وجہ | کوئی ذی عقل انسان اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرد اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے بہت سے امور میں عورت سے فائق ہے، غریب عورت پر زندگی میں کچھ زمانہ ایسا گزرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہو جاتی ہے اور دوسرے کی امداد و اعانت کی محتاج رہتی ہے، میری مراد حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت اور حیض و نفاس کے زمانہ سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مرد کی صدارت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ضروری ہے کہ مرد کو اس کی بیوی کا قوام بنایا جائے، اور فطرت کا تقاضا ہے کہ عورت پر مرد کو غلبہ حاصل ہو اس لئے کہ مرد عقل میں کامل، سیاست میں ماہر، حمایت میں مضبوط اور ننگ و عار کو دور کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے، اور اس حیثیت سے بھی مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے کہ مرد عورت کا کپڑا، روٹی اور گھر مہیا کرتا ہے[1]"

جدید تحقیق میں مرد کی حیثیت | جدید تحقیق نے بھی اس کی تائید کر دی ہے کہ مرد کا دماغ عورت سے بڑا ہوتا ہے، اس میں فہم و ذکا کا مادہ نسبتاً زیادہ اور اس کی عقل میں پختگی ہوتی ہے، اسی طرح مرد جسم اور عضلات کا مضبوط ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اقوال نقل کئے جا چکے ہیں یہاں بھی کچھ لوگوں کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور نیشنلسٹ فلاسفر علامہ پرودن اپنی کتاب "ابتکار النظام" میں لکھتا ہے۔

"عورت کا وجدان بمقابلہ مرد کے اسی قدر ضعیف ہے جس قدر اس کی عقلی قوت مرد کی عقلی قوت کے مقابلہ میں ضعیف نظر آتی ہے، اس کی اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے بالکل مختلف ہے اور ایک دوسری قسم کی طبیعت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حسن و قبح کے متعلق وہ رائے قائم کرتی ہے، وہ مردوں کی رائے کے مطابق نہیں ہوتی، پس مرد اور عورت میں یہ فرق کوئی عارضی امر نہیں ہے، بلکہ عورت کی طبعی خاصیت پر مبنی ہے[2]"

اس قول کو نقل کر کے علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں۔

"حواس خمسہ جس پر انسان کی عقلی اور دماغی نشو و نما کا دار و مدار ہے، اس میں بھی سخت

---

[1] حجۃ البالغہ، حقوق الزوجیہ ج ۲ ص ۱۳۶۔ [2] مسلمان عورت ص ۳۹۔

Marfat.com

اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ نیکوس اور علامہ بیلی نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ، مرد کے حواس سے ضعیف تر ہیں۔[1]

پھر کچھ آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

"علم سائیکلوجیا نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۃً اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط عورت کے بھیجے سے سو ڈرام زیادہ ہے۔"[2]

عورت کا دماغ | جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے چھوٹا ہے جس کا اثر عقل و شعور پر پڑتا ہے۔ تولنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ احمق کا دماغ عقلمند کے دماغ سے کافی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں۔

"یہی وہ قوائے عقلیہ کا سرچشمہ ہے جس میں مرد کا پلہ عورت سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، مرد کے دماغ کے وزن کا اوسط عام طور پر ۴۹½ (۴۹) ساڑھے انچاس اوقیہ ہے اور عورت کے دماغ کا وزن صرف (۴۴) چوالیس۔ دو سو اٹھتر ۲۷۸ مردوں کے دماغ وزن کئے گئے تو سب سے بڑے دماغ کا وزن (۶۵) پینسٹھ اوقیہ اور سب سے چھوٹے دماغ کا وزن (۳۴) چونتیس اوقیہ ثابت ہوا، لیکن جب دو سو اکانوے (۲۹۱) دماغ عورتوں کے وزن کئے گئے تو سب سے وزنی دماغ چوّن ۵۴ اوقیہ کا، اور سب سے کم وزنی دماغ اکیس ۲۱ اوقیہ کا نکلا۔ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ عورتوں کے عقلی قویٰ مرد کے قویٰ سے بدرجہا ضعیف ہیں۔"[3]

پھر واضح رہنا چاہیئے کہ یہ اختلاف ہر جگہ واقع ہوتا ہے، اس میں متمدن اور غیر متمدن کا کوئی سوال نہیں، جس کی آڑ لے کر بعض نا سمجھ بحث شروع کر دیتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا کا مصنف پروفیسر ووفارینی لکھتا ہے۔

"جس طرح مرد اور عورت کے جسمانی اور دماغی قویٰ کا باہمی اختلاف تم کو پیرس جیسے متمدن شہر کے شائستہ باشندوں میں نظر آتا ہے اسی طرح امریکہ کے وحشی ترین اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔"[4]

---

[1] مسلمان عورت ص ۳۹۔ [2] ایضاً ص ۴۱ [3] ص ۴۵۔ [4] ایضاً

Marfat.com

ماحصل یہ ہے کہ جدید تحقیقات نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ مردوں میں عورتوں کی بہ نسبت زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے اور مرد صلاحیت میں ہر اعتبار سے عورت سے بڑھے ہوئے ہیں۔

مرد کی صدارت کے باوجود دونوں کے حقوق برابر ہیں

زن وشو کی باہمی زندگی میں مرد کی صدارت سے جو لوگ یہ مطلب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کا غلام بنا دیا ہے سراسر بے جا اور ہٹ دھرمی ہے۔ عقل سے بیگانہ ہو کر ہی ایسی بات کہی جا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زن وشو کی رائے میں اختلاف ناممکن ہے؟ تو اگر کوئی بات ایسی آپڑی، جس میں دونوں کی رائے میں اختلاف واقع ہو گیا تو پھر اس وقت کیا کیا جائے گا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس وقت مرد کی رائے کو ترجیح ہوگی اور عورت کا فریضہ ہے ایسے موقع پر مرد کی رائے کو ترجیح ہوگی اور عورت کا فریضہ ہے ایسے موقع پر مرد کی رائے کو مان لے، کہ یہ اپنی مخصوص صلاحیتوں کی وجہ سے باہمی اور منزلی زندگی کا صدر اعظم ہے۔

ورنہ اسلام خود چاہتا ہے کہ جو کام انجام پائے، وہ باہم مشورے اور اتفاق رائے ہی سے انجام پذیر ہو۔ علاوہ ازیں مرد و عورت میں مکمل مساوات ہے اور ہر ایک کے دوسرے پر حقوق و فرائض ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"
(بقرہ ۔ ۲۸)

جس طرح کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی کے مثل خود عورتوں کے بھی حقوق قاعدہ کے مطابق ہیں اور مردوں کا انکے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔

اس آیت پاک میں باوجود ایجاز و اختصار ایک بڑا ضابطہ مندرج ہے اور ایک قاعدہ کلیہ کا اعلان ہے وہ یہ کہ عورت ہر چیز میں مرد کے مساوی ہے اور تمام انسانی حقوق میں مرد کے برابر ہے صرف ایک امر میں البتہ عورت مرد کے برابر نہیں، جس کو لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور جس کی تشریح اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ کے تحت کی گئی، اس ایک بات کے علاوہ عورت سارے معاملات، اخلاق اور عبادات میں مرد کے مساوی ہے کوئی ایسی بات نہیں، جس سے مرد کو بڑا اور عورت کو حقیر سمجھا جائے۔ اور اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے

Marfat.com

عورتوں کو یہ عزت عطا کی۔

ایک فلاسفر کا قول ایک فلاسفر نے کتنی درست بات کہی ہے کہ اگر رب العزت کا مقصد یہ ہوتا کہ زن و شو کی اجتماعی زندگی کی صدارت عورت کے حصہ میں آئے تو عورت کو مرد کے سر والے حصہ سے پیدا کرتا، اور اگر عورت کو خادمہ کے درجہ میں رکھنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورت کو مرد کے پاؤں والے حصہ سے وجود عطا کرتا، مگر چونکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی مقصد نہ تھا۔

بلکہ ان دونوں سے بلند ایک جداگانہ مقصد تھا اور وہ یہ کہ عورت و مرد مساوات کی زندگی گزاریں، دوستانہ برتاؤ قائم رکھیں، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت اور محبت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ اس لئے رب العزت نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا۔

صدارت کے باوجود عورت سے مشورہ کا حکم یہی وجہ ہے کہ صدارت کے لئے مرد کا نام لینے کے باوجود قدرت کا منشا یہ ہے کہ سارے امور باہمی مشورے سے طے کئے جائیں، اور اس طرح کے جو کام انجام پائیں وہ باہمی رضامندی اور خوشنودی سے۔ قرآن پاک نے جہاں یہ قانون بیان کیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اور بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا کپڑا ہے۔ اس مقام پر یہ بیان کرتے ہوئے کہ اگر تم دودھ چھڑانا چاہو تو باہمی مشورے اور رضامندی سے ایسا کرو۔ قرآن نے بیان کیا ہے۔

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ (بقرہ۔ ۲۳۰)

پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ جو کام انجام پائے حتی الوسع باہمی مشورے سے انجام پائے پھر مومنوں کی یہ شان ہی بیان فرمائی۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ۔ ۴۰)

اور وہ آپس کے مشورے سے کام کرتے ہیں۔

اس ساری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام نے مرد و عورت میں جائز رشتہ کے قیام کے لئے ایک نظام قائم کر دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دونوں میں محبت رہے گی اور پھر اس طرح عفت و عصمت پر کوئی دھبہ نہ پڑ سکے گا۔

موجودہ دور میں تعطل اس پرفتن زمانہ میں آئے دن یہ بات سننے میں آتی ہے کہ مالدار گھرانوں

Marfat.com

میں میاں بیوی میں ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور دونوں علیحدہ ہو کر زندگی گزارتے ہیں، برسوں دونوں میں جدائی رہتی ہے، بیوی اپنی ضد پر رہتی ہے اور شوہر اپنی شان میں یہ جدائی کا زمانہ دونوں کے لئے نازک ہوتا ہے، کیونکہ نفسانی خواہشات سے کوئی خالی نہیں، اسلام نے اس طرح کی زندگی کو لعنت قرار دیا ہے اور کہیں اس کی گنجائش نہیں رکھی ہے جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

عورت صالحہ اور اس کا فریضہ | میاں بیوی کے سامنے اگر اسلام کے قوانین ہوتے تو ایسی نوبت ہرگز نہ آتی، اور ایسے موقع پر مرد کی قوامیت کا فیصلہ فتنہ کے اس سوراخ کو بند کر دیتا، الرجال قوامون، کے بعد ہی ارشادِ خداوندی ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (النساء۔ ۶)

پس نیک بخت عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے نگہبانی کرتی ہیں۔

اس ٹکڑے میں نیک عورت کی شناخت کا بیان ہے، اور اس طرح عورت کو مرد کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے تاکہ دونوں میں اختلافِ رائے کبھی ہو تو علیحدگی کی نوبت نہ آنے پائے پھر مزید اس رشتہ کی مضبوطی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایما امرأۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ (مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق)

جو عورت خواہ مخواہ معمولی باتوں میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

اس میں عورت کو ہدایت دی گئی ہے کہ زن و شو کی باہمی زندگی میں ایسی بات ہو جائے جو تم کو ناپسند ہو تو ایسی ذرا ذرا سی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ شروع نہ کر دیا کرو، کیونکہ اجتماعی زندگی میں عموماً ایسی بات ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ دونوں کے مزاجوں میں قدرتی اختلاف پایا جاتا ہے۔ عورتِ صالحہ کا فریضہ ہے کہ باہمی اجتماعی زندگی کے نظام میں جو نہی برہمی اور انتشار محسوس کرے، شوہر کی صدارت کو یاد کرے اور جوش کو ترک کر کے ہوش کو رہبر بنائے، یہ یقین پیدا کرے کہ شوہر باہمی زندگی یا نظامِ منزلی کا صدر اور امیر ہے اس کی اطاعت اپنا فریضہ سمجھے۔ اگر اپنے صدر کی زیادتی کا شبہ ہو تو قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کی زیادتی اس

Marfat.com

پر آشکارا کرے، اور حزم و احتیاط اور انصاف کا جو تقاضا ہو اسے مہذب طور پر پیش کرے۔
خدانخواستہ اگر عورت نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو پھر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اجتماعی زندگی کا سکون و اطمینان جاتا رہے گا، ہر کام میں انتشار اور برہمی لازمی ہے اور میاں بیوی جس چھوٹی سی سلطنت کے ذمہ دار رکن ہیں وہ تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی نگاہ میں دونوں کی حیثیت اور دونوں کا وقار خاک میں مل کر رہ جائے گا اور پوری قوم پر یہ راز کھل جائیگا کہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی گھریلو سلطنت چلانے کی صلاحیت نہیں ہے اب کوئی بھی جلد ان کو اس حکومت کی رکنیت دینے پر راضی نہ ہوگا۔

شوہر کی تعظیم و تکریم | مرد کی محبت اور صدارت کی وجہ سے عورت پر اپنے شوہر کی دلجوئی اور اس کی تعظیم و تکریم ازبس ضروری ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد　　کسی کو کسی آدمی کے سجدہ کا میں اگر حکم دیتا تو پہلے
لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا　　عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(مشکوٰۃ عن الترمذی باب عشرۃ النساء)

کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی تعظیم و تکریم اور اسکی دلجوئی ضروری ہے عقل بھی کہتی ہے کہ جس شوہر نے اپنے کو بیوی کی محبت میں سرشار کر لیا، اپنی کمائی اور جائداد بیوی کے آرام و عافیت کے لئے اس کے قدموں میں ڈال دی اور اپنے انس و محبت کا مرکز بنا لیا، اس کی دلجوئی اور عزت و تکریم عورت کا فریضہ ہے۔
رسمی تعظیم و تکریم ہی تک تعلق کافی نہیں ہے بلکہ اخلاص بھی ضروری ہے تاکہ شوہر کے قلب پر اثر پڑے اور یہ اپنی بیوی سے خوش رہے۔ شوہر کی رضا کی ضرورت بیوی کو دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ ارشاد نبوی ہے۔

ایما امرأۃ ماتت وزوجھا عنھا راض　　جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی
دخلت الجنۃ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)　　ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

اطاعت اور فرمانبرداری | شوہر کی محبت اور اس کی رضا عورت اپنے ایثار اور فرمانبرداری ہی سے خرید سکتی ہے یعنی عورت جب اپنے شوہر کی ہر جائز بات پر گردن جھکاتی رہے گی۔

Marfat.com

شوہر اس پر اپنی جان چھڑکتا رہیگا اور بیوی کے لئے وہ سارے جتن کرے گا جو ایک شریف مرد کر سکتا ہے، چنانچہ عورت کی خوبیوں میں شوہر کی جائز اطاعت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من ای ابواب الجنة شاءت
(مشکوٰۃ کتاب النکاح ص ۲۸۱)

عورت جب پنج وقتی نماز پڑھے۔ رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

نماز، روزہ اور عفت و عصمت کے تحفظ کے ساتھ شوہر کی فرمانبرداری بھی ضروری قرار دی گئی اور اس حدیث میں اشارہ کیا گیا کہ عورت پر جہاں حقوق اللہ کی بجا آوری ضروری ہے شوہر کے حقوق کا لحاظ و پاس بھی اس کا فریضہ ہے، شوہر کے حقوق سے چشم پوشی کر کے عورت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔

التی تسره اذا نظر وتطيعه اذا امر ولا تخالفه فی نفسها ولا مالها بما يكره
(مشکوٰۃ عن النسائی باب عشرة النساء)

شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اسکو خوش کر دے اور جب کسی جائز کام کا حکم دے بجالائے اور شوہر اپنی جان و مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔

شوہر کے حقوق کی بجا آوری کی تاکید کا اس سے دلچسپ انداز اور کیا ہو سکتا ہے، گویا جو عورت محسوس کرے کہ اس میں یہ خوبیاں نہیں ہیں، وہ یقین کرے کہ وہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر نہیں ہے، سب کچھ ہے مگر جو اپنے خاتم المرسلین پیغمبر کی نگاہ میں بہتر نہیں نکلی اور محروم القسمت ہے۔

شوہر کی ناجائز بات میں اطاعت نہیں

مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ شوہر کی جائز اطاعت سے آگے نہ بڑھنا چاہیئے یعنی عورت اپنے شوہر کی ان باتوں پر عمل نہ کرے گی جو رب العزت کے احکام کے خلاف ہوں، حدیث میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک انصاری خاتون ایک

مرتبہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور بتایا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی ہے، اتفاق سے میری لڑکی کے بال گر گئے، اب میرے داماد کا تقاضا ہے کہ دوسرے بال علیحدہ سے لے کر اس کے بالوں میں شامل کر دیئے جائیں کہ بدصورتی جاتی رہے۔ حضور کا اس سلسلہ میں کیا ارشاد ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت پر لعنت کی گئی ہے جو الگ سے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑے[۱]

شوہر کی خوشنودی ان امور میں بلاشبہ شوہر کا حکم بجالائیگی، جن میں شریعت کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے۔ فرمانبردار بیوی کو حدیث میں بڑی گراں قدر نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو پڑھیئے اور اندازہ لگائیے کہ فرمانبردار بیوی کا اسلام میں کیا درجہ ہے۔

ما استفاد المومن بعد تقوى الله خيرا	تقویٰ کے بعد مسلمانوں کیلئے بہترین چیز جو اس
له من زوجة صالحة ان امرها اطاعته	کے لئے قابل استفادہ ہے وہ نیک عورت ہے کہ اگر
وان نظر اليها سرته وان اقسم عليها	اس کو شوہر حکم کرے بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش
ابرته وان غاب عنها نصحته في نفسها	کر دے اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر
وماله۔	شوہر موجود نہ ہو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں
(ابن ماجہ باب افضل النساء)	خیر خواہ بن کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کے خوف کے بعد بہترین دولت نیک اور فرمانبردار بیوی ہے جو اپنے پیارے شوہر کی لاڈلی، اس پر جان دینے والی، اپنے ہنس مکھ چہرے سے شوہر کا دل لبھانے والی، اس کی ایک ایک حکم پر اپنے کو نثار کرنے والی اور عصمت مآب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پر، دوسرے سے تیسرے پر منتقل ہو جاؤ، تو بیوی وہی ہے جو اس حکم کو بجالائے[۲]

اسلام نے زن و شو کے رشتہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہا ہے اور اس سلسلہ میں دونوں کے نفسیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کو اس کے لائق حقوق عطا کئے ہیں۔ بیوی پر شوہر

---

[۱] بخاری باب لا تطیع المرأۃ زوجہا فی معصیۃ اللہ [۲] ابن ماجہ ص ۱۳۴۔

Marfat.com

سکے جو حقوق ہیں وہ سب اسی لائق ہیں کہ عورت بدل و جان بجا لائے۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پر اپنے شوہر کی جائز فرمانبرداری ضروری ہے، بلکہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بیوی اس وقت تک ایمان کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہو سکتی ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے جائز حقوق ادا نہ کرے[1]۔

پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ شوہر اپنے پورے گھر کا نگراں ہے، جس میں بیوی بھی داخل ہے پھر نگراں کے جائز حکم سے سرتابی کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔

یہ احکام عورت بخوشی بجالائے کہ عورت اپنے شوہر کی رفیقِ حیات اور شریکِ زندگی ہے اور ایک دوست کا فریضہ ہے کہ دوسرے دوست کے لئے ایثار و قربانی سے کام لے، عورت، جو کچھ کرے رفیقۂ حیات ہی کی حیثیت سے اسے کرنا چاہیئے، اپنے کو غلام اور محکوم تصور نہ کرنا چاہیئے

جنسی میلان میں حکم کی بجاآوری

جنسی میلان کی تکمیل جو بظاہر دنیاوی امور میں سے ہے، مگر اس سلسلہ میں بھی شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو بیوی کی طبعی محبت کا تقاضا ہے کہ شوہر کی فرماں برداری کرے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ خلت لہ وان کانت علی التنور

(مشکوٰۃ عن الترمذی باب عشرۃ النساء)

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ فوراً اس کے لئے حاضر ہو جائے گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی) ہو۔

بلکہ حدیث میں صراحت ہے کہ اگر اس سلسلہ میں بھی حکم نہ بجالائیگی تو گنہگار ہوگی سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت ان تجئ لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح

(بخاری باب اذا باتت المرأۃ مھاجرۃ الخ)

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے قسم کے ساتھ فرمایا کہ عورت کو اس کا شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو رب العزت اور فرشتے اس وقت تک اس عورت سے ناخوش رہتے ہیں جب تک اس کا شوہر اس سے خوش نہ ہو جائے[2]

---

[1] مفتاح الخطابہ ص۱۸۳ عن الحاکم [2] مسلم باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا ج ا ص۴۶۳

جنسی میلان میں بیوی کی صحت کا لحاظ انہی بنیادوں پر امام نووی فرماتے ہیں کہ بغیر عذر شرعی عورت کا شوہر کے مطالبہ ہم بستری کو ٹھکرا دینا حرام ہے[۱] یہ الگ بات ہے کہ خود شوہر کو بھی بیوی کے حالات کا لحاظ کرنا از بس ضروری ہے، صرف جنسی میلان کی خاطر عورت کی صحت کو نظر انداز کر دینا انسانیت اور اخلاق دونوں کے منافی ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ عورت کی صحت اجازت نہ دے تو پرہیز ہی چاہیئے۔

لو تضررت من كثرة جماعه لم تجز الزيادة على قدر طاقتها (در مختار باب القسم)

اگر کثرت مباشرت عورت کیلئے مضر ہو تو ایسی حالت میں اسکی طاقت سے زیادہ ہمبستری مرد کیلئے جائز نہیں ہے۔

بہر حال عورت اس باب میں بھی شوہر کے حکم کی پابند ہے اسے نافرمانی کی اجازت نہیں ہے، اس حدیث سے بھی اس کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تصوم المرأة وبعلها شاهد الا باذنه (بخاری باب صوم المرأة باذن زوجها تطوعا)

شوہر موجود ہو تو بغیر اس کی اجازت کے عورت نفلی روزے نہ رکھے

اس سارے قوانین کا منشا یہ ہے کہ عفت و عصمت کا تحفظ ہو، اور اخلاق و اعمال پاکیزہ رہیں ساتھ ہی زن و شوی کے تعلقات مستحکم اور باہمی انس و محبت قائم و دائم رہے۔

شوہر کی خوشنودی خیر القرون میں یہی وجہ تھی عہد نبوی اور عہد صحابۂ کرام میں عورتیں اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی بے انتہا سعی کرتی تھیں، شوہر کی ذراسی ناراضی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتی تھی۔ شوہر کی بے رخی پر بھی وہ اپنا طرز عمل نہیں چھوڑتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے پہنے ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چھلوں کو ان کے ہاتھوں میں دیکھ کر فرمایا عائشہ یہ کیا؟ بولیں، یہ آپ کی خوشنودی ہی حاصل کرنے کی غرض سے پہنے گئے ہیں[۲]

حضرت خولاءؓ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور بیان کیا کہ میں ہر رات پہن اوڑھ کر اور آراستہ ہو کر لوجہ اللہ اپنے شوہر کے لئے دلہن بن جاتی ہوں، ان کے پاس سوتی ہوں مگر پھر بھی وہ توجہ نہیں کرتے، حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ خدمتِ

[۱] شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۴ [۲] اسوۂ صحابہ ج ۱ ص ۲۵۲

Marfat.com

نبوی میں عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا، ان سے کہہ دو کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہیں [1]

ازواج مطہرات کی آنحضرت سے محبت

اس طرز معاشرت کا نتیجہ یہ تھا کہ میاں بیوی میں بے حد محبت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے، خود ازواج مطہرات کی زندگی ملاحظہ فرمائیے کہ ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ ایک مالدار عورت تھیں، مگر جب ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوگئی تو انہوں نے اپنی کل دولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دی، آپ کو کوئی درد و غم پیش آیا تو حضرت خدیجہ تڑپ اٹھیں اور آپ کو تسلی دی۔

صدیقہ عائشہ رض کی محبت بھی سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہے، آپ پر وہ اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ حضرت عائشہ رض کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے دھو کرتیں، آپ کو خوشبو ملا کرتیں، آپ کی مسواک چبا دیا کرتیں، اس کو حفاظت سے اٹھا کر رکھتیں۔ حد یہ ہے کہ قربانی کے جانور کے لئے خود اپنے ہاتھ سے حضرت عائشہ رض قلادہ کے لئے رسی بٹتی تھیں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر مسجد میں تشریف لائے صحابہ کرام کے توجہ دلانے سے معلوم ہوا کہ کمبل پر دھبہ ہے آپ نے اسے اتار کر اندر بھیج دیا۔ حضرت عائشہ رض خود برتن میں پانی لے کر بیٹھ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے دھویا، پھر خشک کر کے خدمت اقدس میں بھیجا [2]

صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت

صحابیات رض بھی اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں، اپنے شوہر کی خوشنودی پر جان دیتی تھیں، حضرت زینب رض جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھیں، ان کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی ابوالعاص ابھی مسلمان بھی نہ ہوئے تھے کہ غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آگیا۔ اس حق و باطل کی جنگ میں ابوالعاص کافروں کی طرف سے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جب فتح عطا کی، اور قریش کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئی تو ان میں ابوالعاص بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب فدیہ پر رہائی کا اعلان ہوا تو ابوالعاص کی بیوی حضرت زینب رض بنت رسول نے ان کی رہائی کے لئے اپنے گلے کا

[1] اسوۂ صحابہ ج ۱ ص ۲۵۲ [2] ایضاً ج ۱ ص ۲۵۰

Marfat.com

قیمتی ہار بھیج دیا، یہ ہار حضرت زینبؓ کے پاس ان کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی یادگار کی حیثیت سے تھا۔[1]

حضرت حمنہؓ بنت جحشؓ کے شوہر جہاد میں گئے اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا، حضرت حمنہؓ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے شوہر غزوہ میں شہید ہو گئے تو ضبط نہ کر سکیں اور فرط محبت سے چیخ اٹھیں۔[2]

حضرت عمرؓ کی بیوی روزے کے دنوں میں فرطِ محبت سے اپنے لاڈلے شوہر کے سر کا بوسہ لیا کرتیں تھیں۔

حضرت حسنؓ کی بیوی کو طلاق کے بعد حضرت حسنؓ ان کے شوہر کی طرف سے جب مہر ملا تو وہ رو پڑیں اور فرمانے لگیں جدا ہونے والے محبوب کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل حقیر ہے۔[3]

ان حقائق کو غور سے پڑھا جائے اور پھر اندازہ لگایا جائے، اسلام نے زن و شو کی زندگی کو کس بنیاد پر قائم رکھنا چاہا ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر محبت و اطاعت رشتہ نکاح بے روح جسد ہے۔

شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے | جو کچھ گزر چکا اس کی روشنی میں یہ ماننا پڑے گا کہ عورت کا فریضہ یہ بھی ہے کہ شوہر جب گھر میں داخل ہو تو بیوی شوہر کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرے۔ کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں ایسی عظیم الشان قوت عنایت کی ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سارے غم بھول جاتا ہے، اور اگر مرد تکان سے نڈھال ہو رہا تھا تو پھر بیوی کے تبسم آمیز گفتگو اور دلجوئی سے تازہ دم ہو جاتا ہے، اور اس کی قوت عود کر آتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہر کے سامنے منہ بسورتی ہیں، وہ گھر کو قصداً جہنم بنانا چاہتی ہیں اور شوہر کی زندگی کو گھن لگاتی ہیں۔ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف میں فرمایا۔

التی تسرہ اذا نظر (مشکوٰۃ) شوہر کی نگاہ جب بیوی پر پڑے تو بیوی اسکو خوش کر دے

نیز اس طرح کے موقع پر بیوی شوہر کے سامنے آئے تو بن سنور کر اور صاف ستھرے لباس میں آئے۔ گھر، بستر اور دوسرے سامان کو شوہر کے سامنے صفائی کے ساتھ پیش کرے۔

[1] ابو داؤد صحیح مسلم سنن صحابیہ ج ۱ ص ۲۴۸ -

شوہر اور گھر کی خدمت | ضرورت کے وقت شوہر کی خدمت سے بھی نہ چوکے کہ ازواج مط
کی یہی زندگی تھی، خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
کا بھی یہی دستور تھا گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتیں، بخاری رحؒ نے اپنی جامع میں ایک
ہی باندھا ہے۔ عمل المرأة فی بیت زوجہا "عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام و کاج کرنا۔
اور اس کے ضمن میں حضرت فاطمہ رضؓ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چکی چلاتے چلاتے
گھٹے پڑ گئے تھے۔

محدثین نے اس واقعہ کو سامنے رکھ کر بتایا ہے کہ عورتوں کو چاہیئے کہ گھر کے معمولی
کاج خود کر لیا کریں۔ حضرت فاطمہ رضؓ جب چکی چلا سکتی ہیں تو کیا یہ بعید ہے کہ آپ آٹا بھی گوندھ
ہوں، روٹی بھی پکاتی ہوں، امام مالک رحؒ تو اس حد تک فرماتے ہیں کہ بیوی پر اس وقت گھ
کی خدمت لازم ہے جبکہ اس کا شوہر مالدار نہیں ہے خواہ بیوی بڑے سے بڑے گھر کی ہ
چشم و چراغ کیوں نہ ہو۔[1]

غزوہ تبوک میں جو تین بزرگ شریک نہ ہو سکے تھے اور جن کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ
کے حکم سے بائیکاٹ کیا گیا تھا، ان میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، کچھ دنوں بعد حض
کا یہ فرمان جاری ہوا کہ ان کی بیویاں بھی اس وقت تک ان سے ترک تعلق کر لیں جب تک ا
تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آجائے، اس فرمان کے فوراً بعد ہی ہلال بن امیہ رضؓ کی بیوی خدمت
نبوی میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی، میرے شوہر بوڑھے آدمی ہیں کوئی خادم نہیں ہے، جو ا
خدمت انجام دے سکے، لہٰذا حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ان کی خدمت کیا کروں، آ
صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجۂ ہلال رضؓ کو اس کی اجازت دے دی[2]

حافظ ابن القیم رحؒ نے اس سلسلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء رضؓ کی
کا تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی کس قدر خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔[3]

ضد اور ہٹ سے پرہیز | عورتوں کا ایک بڑا عیب ضد اور ہٹ ہے، اس سے عورتوں کو با
اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کوئی ایک بات بھی ان کی طبیعت کے خلاف

[1] دیکھئے عمدۃ القاری ج ۹ ص ۴۵ ۶ زاد المعاد ج ۴ ص ۳۲۔ [2] بخاری کتاب المغازی غزوۂ تبوک۔ [3] زاد المعاد ج ...

Marfat.com

آگ بگولہ بن گئیں اور الٹ پٹک شروع کر دی، اس سے آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور شوہر بیوی سے بد دل ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی معقول بات ہو تو شوہر کو سمجھانے کی سعی کرے، منہ پھلانا اور لڑنا بری بات ہے شوہر کو گرم دیکھے تو خود نرم ہو اور اپنی گرمی کا اظہار ضروری ہی سمجھے اور جی نہ مانے گرمی نکال لے۔ مگر تعلقات پر ان باتوں کا اثر نہ آنے دے۔

مرد کی زیادتی اور بد دماغی سے معاملہ پڑے تو ہوش و خرد سے کام لے، عجلت نہ کرے کچھ دب کر ہی سہی صلح کر لے تو عورت کے لئے مفید ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (النساء۔ ۱۹)	اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی یا بے پرواہی کا ہو دونوں کو کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں، اور یہ صلح بہتر ہے۔

عصمت و عفت کے تحفظ کے لئے چند ضروری قوانین

گذشتہ مباحث اگر آپ نے غور سے پڑھے ہونگے تو یہ بات آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہو گی کہ اسلام نے اپنے قوانین میں میاں بیوی کے درمیان محبت، یگانگت اور جذبۂ ایثار کی بے انتہا رعایت ملحوظ رکھی ہے تاکہ نکاح کے جو مقاصد ہیں وہ روئے زمین پر ظاہر ہوں، اور انسانیت اطمینان و سکون کی سانس لیتی رہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے زن و شو کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو سکے اور اس طرح عصمت و عفت اور اخلاق کی مٹی پلید ہو۔

یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے حقوق دوسرے پر اس طرح جتائے گئے ہیں کہ اگر دونوں اپنے فرائض ادا کرتے رہیں تو پھر باہمی رنجش اور کشیدگی کی کبھی نوبت نہ آنے پائے۔

میاں بیوی کی محبت میں حائل ہونے کی ممانعت قوم کو بھی ان تمام حرکتوں سے سختی کے ساتھ اسلام نے روکا ہے جو مرد اور عورت کے تعلقات کو خراب کرتی ہوں، قرآن پاک میں جادو کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی سب سے بڑی برائی یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے میاں بیوی

Marfat.com

میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (بقرہ - ۱۲)

سو وہ لوگ ان دونوں سے ایسا سحر (جادو) سیکھ لیتے تھے کہ اس کے ذریعہ کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے

پھر اس جادو کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن ہی میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (بقرہ - ۱۱)

اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

میاں بیوی میں تفریق سے شیطان کی مسرت

جس کا ماحصل یہی ہوا کہ میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنا بڑا گناہ ہے او[ر] شخص آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا، سید الکونین محمد رسول ا[للہ] صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ابلیس اور اس کی ذریات کی شیطنت کا تذکرہ کرتے ہوئے ا[رشاد] فرمایا کہ ابلیس اپنا تختِ شاہی بچھا کر جلوہ افروز ہو جاتا ہے اور اپنی شیطانی فوج کو انسانوں [میں] بھیجتا ہے تاکہ ان میں فتنے برپا کرے، چنانچہ شیطانی فوج اپنی خدمات کی انجام د[ہی] پر روانہ ہو جاتی ہے، اور ابلیس اس فوج میں اس کو زیادہ نوازتا ہے جس نے سب سے بڑ[ا] کر فتنہ برپا کیا ہو۔ شیطانی فوج جب اپنی فتنہ گری سے واپس آتی ہے۔ تو ان میں سے [ہر] ایک اپنے سردار کے روبرو رپورٹ پیش کرتا ہے کہ میں نے یوں کیا۔ میں نے یہ کر ڈالا اور [میں] نے یہ عظیم الشان کام انجام دیا، اسی سلسلہ میں ایک شیطان آگے بڑھتا ہے۔ اور اپنے سردار کے روبرو آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔

میں نے اپنی ڈیوٹی بڑی تندہی سے ادا کی اور اس وقت تک اطمینان کی سانس نہ لی جب تک میں نے میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنے میں کامیابی نہ حاصل کر لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس یہ رپورٹ سن کر خوشی سے اچھل پڑ[تا] اور اس شیطان کو اٹھا کر اپنے سینہ سے چمٹا لیتا ہے اور تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے تو نے [خوب] کیا اور سب سے بازی لے گیا [1]

ملا علی قاری فرماتے ہیں میاں بیوی کی تفریق اور پھوٹ سے شیطان کی مسرت

[1] مشکوٰۃ باب الوسوسہ عن مسلم

Marfat.com

یہ ہے کہ وہ زنا کی کثرت کو پسند کرتا ہے ۔ اور چاہتا ہے کہ حرامی بچے پھیلیں اور زمین پر فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہو۔

زن و شو کے تعلقات بگاڑنے کی مذمت کسی ذی عقل پر یہ بات راز نہیں ہے کہ میاں بیوی کی باہمی کشیدگی اور علیحدگی سے کیا برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اس شخص کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، جو بالقصد میاں بیوی کے تعلقات خراب کرنے کی فکر میں منہمک ہے، اور بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے بدظن کرنے کی سعی کرتا ہے یہ انسان نہیں انسانیت کا دشمن ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لیس منا من خبب امراۃ علی زوجھا ۔ (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء عن ابی داؤد)

جو دین ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے اور منتشر افراد کی شیرازہ بندی کے لئے آیا ہو، اس دین کا پیرو اگر ایسا کام کرتا ہے جس سے پھوٹ پڑتی ہے اور کشیدگی بڑھتی ہے تو واقعہ ہے کہ وہ اپنے دین کی کوئی خو بو نہیں۔

بالخصوص میاں بیوی کے تعلقات کو بگاڑنا جس سے بنا بنایا گھر برباد ہو عفت و عصمت کو خطرہ لاحق ہو، اور اخلاق و اعمال کے گندہ ہونے کا اندیشہ ہو کسی پیرو اسلام کے شایان شان ہے؟

رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی اجازت رشتۂ نکاح کے قیام کا منشاء تو بلاشبہ یہی ہے کہ عورت اور مرد اس رشتہ میں منسلک ہو کر عفت کی زندگی گزاریں اور تاحیات اس بندھن کو کھلنے نہ دیں مگر کبھی زندگی میں ایسا موڑ بھی پیش آجاتا ہے کہ وہاں اس رشتہ کا ختم کرنا ہی سودمند ہوتا ہے۔

ہم رشتہ ازدواج کے قیام کی بحث میں اس طرف اشارہ کر آئے ہیں کہ شادی کرنے سے پہلے عورت و مرد میں سے ہر ایک دوسرے کے حالات معلوم کر لیں، ممکن حد تک دیکھ بھال کی جائے اور طرفین کو جب ہر طرح تشفی حاصل ہو جائے تو یہ رشتہ وجود میں لایا جائے تاکہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ثابت ہو اور زن و شو میں اخوت و محبت قائم رہ سکے، لیکن کوئی شبہ نہیں کہ کبھی با ایں ہمہ کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے کہ جو نکاح کے مقاصد ہیں وہ پورے ہوتے نہیں آتے ان مشکلات میں اسلام نے کچھ ایسے معتدل قوانین نافذ کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے عفت و عصمت پر خطرات کے جو بادل منڈلانے لگتے ہیں، وہ ٹل جاتے ہیں اور عورت و مرد اطمینان

مشکوٰۃ مع المرقاۃ ص ۱۸

Marfat.com

کی زندگی گزارنے کا راستہ پالیتے ہیں ۔

ناگہانی مصائب | بظاہر زن و شوئی کے تعلقات کی باگ ڈور مرد ہی کے ہاتھ میں معلوم ہوتی ہے اور عورت مجبور محض معلوم ہوتی ہے، لیکن ایسی بات ہرگز نہیں، عورت کے لئے قاضی کی مجلس با اختیار قرار دی گئی ہے جس عورت پر اگر کوئی ناگہانی افتاد آپڑے، یا شوہر کے مظالم سے عاجز ہو تو قاضی عورت کو اس کے شوہر سے نجات دے سکتا ہے اور اس کی افتاد کی تدبیر کر سکتا ہے ۔

شوہر کا نامرد ہونا | دنیا میں یہ کوئی عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ کبھی کسی عورت کا شوہر مرد کی شکل میں رہتے ہوئے بھی عورت کے جنسی میلان کی تکمیل سے مجبور ہوتا ہے۔ مرد اس قابل نہ ہو کہ اس کی بیوی اس سے اپنے داعیاتِ فطرت کی تسکین کر سکے، اس حالت میں اگر کوئی عورت اپنے ناکارہ شوہر سے علیحدہ ہونا چاہیئے اور شوہر اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو اسلام نے اس کے لئے قاضی کی مجلس کو اختیار دیا ہے۔ عورت قاضی کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنا مقدمہ پیش کر دے قاضی اس کے شوہر کو نوٹس دیگا، اور حالات کی تحقیقات کرے گا، اگر مرد عنین (نامرد) ثابت ہو گا تو قاضی اس کو پہلے ایک سال کی مہلت دے گا کہ وہ اپنا علاج دوا کرے، اگر مرد کارآمد ہو گیا تب تو خیر، ورنہ ناکامیابی کی صورت میں تفریق کر دے گا۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کا بیان ہے۔

من تزوج امرأة فلم یستطع ان یمسها فان یضرب اجل سنة فان مسها والا فرق بینهما (موطا امام مالک ج ۲ ص ۳۲)	جو کسی عورت سے شادی کرے اور اس کو عورت سے ہم بستر ہونے کی قدرت نہ ہو، تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اسی کے بعد ہم بستر ہو سکا تب خیر، ورنہ ان دونوں میں تفریق کر دی جائیگی

امام مالکؒ نے ابن شہابؒ سے پوچھا کہ نامرد (عنین) شوہر کو علاج کے لئے ایک سال کی جو مہلت دی جائے گی وہ کب سے؟ رخصتی کے دن سے یا اس دن سے کہ قاضی کے یہاں مقدمہ آیا ابن شہابؒ نے فرمایا۔

بل من یوم ترافعت الی السلطان (موطا مصفیٰ ج ۲ ص ۳۳)	سلطان کے پاس مقدمہ کی پیشی کے دن سے)

بہر حال اس طرح عورت اپنے عنین (نامرد) شوہر سے علیحدہ ہو سکتی ہے اور پھر شریعت

Marfat.com

[...]ی روشنی میں دوسری شادی کرسکتی ہے۔

شوہر کا مجبوب ہونا | اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر مجبوب ہو، یعنی اس کا عضو تناسل کٹ جائے [...]ر وہ عورت کے جنسی میلان کی تکمیل کے لائق باقی نہ رہے تو عورت ایسے شوہر سے اسی ترکیب [...]ے باسانی علیحدہ ہوسکتی ہے، بلکہ اتنی اس میں سہولت اور ہے کہ ایک سال کی تاخیر بھی نہ ہو [...]گی، درخواست پاتے ہی قاضی تحقیق حال کرے گا اور عورت کو مرد سے علیحدہ کر دے گا۔

[...]م قدوری رح عنین وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فان کان عنینا اجله الحاکم حولا فان وصل الیها و الا فرق بینهما ان طلبت المرأة ذالك ... وان کان مجبوبا فرق القاضی بینهما فی الحال ولم یوجله (قدوری مصری کتاب النکاح ص۸۲)

اگر کسی کا شوہر نامرد ہو، تو حاکم اسے دوا و علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دیگا، اگر وہ عورت سے لائق ہوگیا تب تو خیر۔ ورنہ ان دونوں میں عورت کے مطالبہ پر تفریق کر دی جائیگی، اور اگر مقطوع الذکر ہو تو قاضی فوراً بغیر مہلت تفریق کر دے گا۔

شوہر خصی کا حکم | خصی شوہر کا حکم بھی عنین ہی جیسا ہے۔ یعنی مرد اپنے کو خصی کرا کے اس لائق بنا [...]ے کہ اس میں جنسی میلان باقی نہ رہے، اور اسی طرح وہ عورت کے لئے ناکارہ ثابت ہو، تو قاضی [...]کے پاس عورت درخواست دے، قاضی فوراً مرد کی حالت کی تحقیق کرے گا۔ علاج کے لئے ایک [...]سال کا موقع دے گا، اور اگر اس کے بعد بھی نکما ہی باقی رہے گا تو قاضی عورت کو اس مرد سے [...]یدا کر دے گا۔

والخصی یوجل کما یوجل العنین (قدوری کتاب النکاح ص۸۲) شوہر خصی کو عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دیجائیگی

فروعات میں جانا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اسلام نے ان تمام صورتوں کی راہ پیدا کی ہے جن [...]صورتوں میں عورت کو عصمت کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ کوئی ایسی شکل باقی نہیں رکھی ہے کہ [...]عورت معصیت کے لئے اپنے کو مجبور پائے۔

حافظ ابن القیم کا ارشاد | حافظ ابن القیم رح اس بحث کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

والقیاس ان کل عیب ینفر الزوج الآخر ولا یحصل به مقصود النکاح

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے زن و شو میں یکجہتی باقی نہ رہ سکے اور نکاح کا مقصد

Marfat.com

من الرحمة والمودة يوجب الخيار (زاد المعاد - ج ۴ ص ۳۱)

جو محبت و مودت ہے فوت ہو جائے تو ایسی حالت میں علیحدگی اختیار دینا ضروری ہو جاتا ہے

بعض جزئیات میں ائمہ کا باہمی اختلاف ہے مگر یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ کوئی ایسی صورت اسلام نے برداشت نہیں کی ہے کہ مرد و عورت میں سے کوئی اپنے آپ کو بدکاری کے لئے مجبور، محسوس کرے۔

اسلام کا قانون خلع اسی طرح کے نازک وقت کے لئے اسلام نے کشمکش کی آخری شکل میں "خلع" کی اجازت بخشی ہے، ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کے لئے پیش بندی کے طور پر سختی کے ساتھ خلع سے روکا ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ايما امرأة سألت زوجها طلاقا في غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة رواه احمد (مشكوة باب الخلع)

جو عورت ذرا ذرا سی بات پر اپنے شوہر سے، طلاق کی درخواست کرے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المنتزعات والمختلعات هن المنافقات (مشكوة باب الخلع)

شوہر سے علیحدہ ہونے والی اور خواہ مخواہ خلع کی طالب عورتیں منافق ہیں۔

ان حدیثوں کا منشا یہی ہے کہ عورتیں خواہ مخواہ اپنے شوہروں سے جدائی کی خواہش نہ کریں تلذذ کی خاطر ایسا کرنا اسلام کے ایک عظیم الشان قانون کو بازیچۂ اطفال بنالیا ہے۔

لیکن اگر واقعی عورت دیانتداری سے یہ محسوس کرتی ہے کہ اگر خلع کی صورت اختیار نہ کی گئی تو رب العزت کے قائم کردہ حدود باقی نہ رہ سکیں گے، اور عورت کو ظن غالب ہے کہ موجودہ تعلقات دین و دنیا کے لئے مضر ہیں، تو ایسی مجبوری اور نزاکت کے وقت عورت خلع کے قانون سے فائدہ اٹھا سکتی ہے ارشاد ربانی ہے۔

فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به۔ (بقره - ۲۹)

سو اگر تم لوگوں کو احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔

Marfat.com

عہد نبوی میں خلع | گو حدود اللہ کے عدم قیام کی شرط کے ساتھ خلع کی اسلام نے اجازت دی
،اس سے پہلے ہرگز اجازت نہیں ہے۔ خلع کی مثال عہد نبوی میں موجود ہے، حدیث کی کتابوں
یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ حبیبہ بنت سہل انصاریؓ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ
بیاہی گئی تھیں، ایک صبح کو سویرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے کاشانۂ
ں سے نکلے، دروازہ پر پہنچے تو دیکھا، ایک عورت کپڑے میں لپٹی سمٹی ہوئی کھڑی ہے۔ صبح کی
ی ابھی باقی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کون ہیں؟ آواز آئی۔ یا رسول اللہ میں سہل کی بیٹی حبیبہ
ں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ حضرت حبیبہ نے کہا۔ نہ تو میں ثابت بن قیس کے ساتھ ہوں
ثابت میرے ساتھ، یعنی ہم دونوں میاں بیوی میں اتفاق اور نباہ کی امید باقی نہیں رہی۔
نے یہ قصہ سن لیا اور نماز کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ جب خدمت نبوی میں
ر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ حبیبہؓ بنت سہل انصاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ
منظور تھا اسے آکر انہوں نے یہاں بیان کیا۔ حضرت حبیبہؓ نے مہر کی واپسی پر بھی آمادگی ظاہر
ی اور درخواست کی کہ شوہر کا عطیہ موجود ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ
فرمایا اپنا عطیہ واپس لے لو، یہ سن کر حضرت ثابت نے بیوی سے اپنا عطیہ واپس لے لیا اور
طرح دونوں میں جدائی ہو گئی[1]

بخاری میں ہے حضرت ثابتؓ کی اہلیہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر بیان دیا۔

یا رسول اللہ ثابت بن قیس ما اعیب علیہ فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام۔

یا رسول اللہ میں ثابت بن قیسؓ کو ان کے خلاق و دین میں عیب نہیں لگاتی لیکن بات یہ ہے کہ میں اسلام میں کفر کی بات پسند نہیں کرتی۔

ا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کا باغ واپس کرنے کو تیار ہو، ثابتؓ کی بیوی نے
ت میں جواب دیا، یہ معلوم کر کے آپ نے حضرت ثابتؓ سے کہا۔

اقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ واحدۃ　　باغ لے لے اور اس کو ایک طلاق دے دے۔

(زاد المعاد ج ۴ ص ۳۴)

بخاری نے یہ واقعہ جو بیان کیا ہے، یہ ہے تو حضرت ثابتؓ کی بیوی کا مگر حبیبہ کا نہیں

[1] موطا امام مالک باب الخلع ج ۲ ص ۴۲

Marfat.com

ہے بلکہ ان کی دوسری بیوی جمیلہ بنت ابی سلول کا ہے۔ ابن ماجہ میں یہی واقع جمیلہ کے نام کے ساتھ مذکور ہے [۱]

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رض کوتاہ قد، بدصورت اور تیز مزاج تھے اس لئے کسی عورت کی نگاہ میں سماتے نہیں تھے۔ بعض روایت میں ان کی بیوی کا ان کے باب میں بڑا سخت جملہ ہے [۲]

حدیث کی کتابوں میں خلع کے اور واقعات بھی مذکور ہیں، یہاں تفصیل مقصود نہیں ہے

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

عورت اس وقت بھی مشکلات میں نظر آتی ہے، جب اس کا شوہر لاپتہ ہو جائے نہ یہی معلوم ہو کہ مر گیا اور نہ یہی پتہ ہے کہ زندہ ہے اور ہے تو کہاں ہے ایسے وقت عورت کیا کرے، یہ ایک اہم سوال ہے۔

کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے، مگر اس سلسلہ میں علمائے راسخین کا جس پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنے مفقود الخبر شوہر کا چار سال انتظار کرے گی، اس عرصہ میں بھی کوئی پتہ نہ ملے تو چار سال بعد عدت وفات چار ماہ دس دن پورا کرے گی اور اس کے بعد شرعی طور پر پہلے شوہر کی قید نکاح سے نکل آئے گی اور حسب دل خواہ شرعی حدود میں رہ کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم رضی عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ایما امرأۃ فقدت زوجہا فلم یدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل	جس عورت کا شوہر کھو جائے اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہے تو ایسی عورت چار سال انتظار کے گزارے اور پھر چار مہینے دس دن عدت کے دن گزارے اور حلال ہو جائے۔

(موطا امام مالک باب امرأۃ المفقود)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ علمائے احناف نے بوقت ضرورت اس قول پر فتویٰ کی اجازت دی ہے۔ اس سلسلہ میں صاحب جامع الرموز، صاحب الدر المنتقی اور صاحب رد المحتار کا خصوصیت سے نام لیا جاتا ہے۔ علمائے ہند میں حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی فرنگی رح خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن بزرگوں نے دلیل

[۱] دیکھیے ابن ماجہ باب المختلعۃ یاخذ ما اعطاہا [۲] ایضاً زاد المعاد ج ۲ ص ۳۴۔

Marfat.com

کے ساتھ اسے تسلیم کیا ہے[1]

اسلام کا قانون طلاق اور عفت و عصمت کی حفاظت

طلاق کا مسئلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، یعنی اگر عورت و مرد کا تعلق ازدواج ...م ہو جائے۔ حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے زن و شو میں صلح و آشتی اور اتحاد و اتفاق کی زندگی ...ال ہو جائے تو ایسے موقع پر مرد اپنی خواہش سے عورت کو علیحدہ کر سکتا ہے، مگر یہ بالکل آخری ...کل ہے۔

طلاق کا قانون یہود میں اسلام نے طلاق کا جو ضابطہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی تفصیل سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ طلاق کی اجازت اور گنجائش دوسرے مذاہب و ادیان میں ...ی ہے یہود کے یہاں طلاق میں بہت ڈھیل ہے، شوہر کی خواہش ہی طلاق کے لئے کافی سمجھی ...ئی ہے، یعنی شوہر اگر چاہے کہ موجودہ بیوی کو علیحدہ کر دے اور اس سے خوبصورت بیوی کر لائے تو اس کو طلاق کی اجازت حاصل ہو گی، اسی طرح عورت کے معمولی معمولی عیوب بھی وجہ طلاق بن سکتے ہیں۔ مثلاً عورت کی دونوں آنکھیں برابر نہ ہوں، چھوٹی بڑی ہوں، عورت کی بغل سے بو آتی ہو، لنگڑی یا کبڑی ہو، یا بانجھ ہو جس طرح یہ خلقی عیوب طلاق کی وجہ کے لئے کافی سمجھے گئے ہیں اسی طرح کچھ اخلاقی عیوب بھی، جیسے سخت مزاج ہو، زیادہ بولنے والی ہو، گندہ دہن ہو، لالچی ہو، کھانے میں نفاست پسند نہ ہو، خوراک زیادہ ہو اور اسی طرح کے دوسرے عیوب مرد کو طلاق کے لئے اتنے وسیع اختیارات مگر عورت کے ساتھ ظلم یہ ہے کہ وہ مرد کے ہزاروں عیوب کے بعد بھی مرد سے علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی[2]۔

قانون طلاق عیسائیوں میں عیسائیت میں پہلے سرے سے یہ جائز نہیں تھا کہ طلاق کسی وجہ سے بھی دی جائے، رشتہ نکاح دوامی سمجھا جاتا تھا۔ موت کے سوا جدائی کی کوئی اور وجہ ناممکن تھی اور یہ ساری سختی حضرت مسیح کے اس قول سے اخذ کی گئی تھی۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ ج ۲ ص ۳۹۲ اور مسوّی علی الموطا ج ۲ ص ۶۸، ۶۹،

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے سعادۃ الزوجین جلد سوم احکام الطلاق عند اسرائیلیین اور نداء للجنس اللطیف، ص ۹۷۔

Marfat.com

"جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے" (متی ۱۹: ۶)
حالانکہ اس قول کا یہ مطلب سرے سے غلط تھا، یہ ایک اخلاقی ہدایت تھی اور منشاء بے وجہ طلاق دینے کو روکنا تھا، کیونکہ خود متی کی دوسری آیت یہ موجود ہے۔

"جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسرا بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے" (متی ۱۹: ۹)

اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ بوقت ضرورت طلاق دی جا سکتی ہے مگر مسیحی علماء نے اس کو پہلی آیت سے متعارض سمجھ کر یہ تاویل کی کہ بعد کا اضافہ ہے، اس دوسرے قول پر عمل جائز نہ ہوگا، اور بعض مسیحی علمائے یہ مطلب اخذ کیا کہ "حرامکاری کی صورت میں میاں بیوی میں تفریق کرا دی جائے، مگر رشتہ نکاح بدستور قائم رہے یعنی مرد و عورت میں سے کوئی اس تفریق کے بعد دوسری شادی نہیں کر سکتا"

آپ یہ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ صدیوں مسیحی دنیا اسی قانون پہ عامل رہی، ایک تو طلاق ہی ناجائز سمجھی جاتی تھی، اور جن لوگوں کے یہاں طلاق جائز تھی ان کے یہاں فیصلہ یہ تھا کہ مرد و عورت دونوں اب تجرد کی زندگی گزاریں۔ بعد میں مشرقی کلیسا نے کچھ صورتیں رشتہ نکاح کے ختم کرنے کی پیدا کیں مگر مغربی مذہبی پیشواؤں نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہ کلیسائے روم کی ہی فقہ پر عامل رہے کہ موت کے سوا کوئی دوسرا سبب اس رشتہ کو منقطع نہیں کر سکتا، تقریباً پندرہ سو سال تک عیسائیوں کو کلیسا کے اس ظالمانہ اور جابرانہ قانون کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا رہنا پڑا۔

قانون طلاق کی اصلاح سولہویں صدی سے طلاق کے قانون کی اصلاح کی آواز اٹھی، مگر نتیجہ کے اعتبار سے کچھ زیادہ سودمند ثابت نہ ہوئی۔ انگلستان میں ۱۸۵۷ء سے پہلے تک جب تک زنا اور ظالمانہ برتاؤ نہ ثابت کیا جائے قانونی تفریق کا فیصلہ بھی نہیں ملتا تھا، اگر کسی نے یہ دو جرم ثابت کر دیے تو صرف قانونی تفریق حاصل ہوتی، یعنی اس کو اب بھی دوسری شادی کی اجازت حاصل نہیں ہوتی۔ اور ہر حال میں شرط یہ تھی کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو اور عدالت ہی فیصلہ دے اور مرد و عورت میں سے جو بھی طلاق کا خواہش مند ہو، اس پر ضروری تھا کہ دوسرے پر زنا

Marfat.com

ثابت کرے اور عورت فریادی ہے تو مرد پر زنا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ بھی یہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قانون نے یہ بھی حق دیا تھا کہ مرد اپنی بیوی کے ناجائز دوست سے ہرجانہ یا یوں کہئے بیوی کی عصمت کا معاوضہ وصول کر سکتا ہے۔

۱۸۶۶ء کے قانون میں عدالت کو حق دیا گیا کہ خطا کار شوہر پر مطلقہ عورت کے نفقہ کا بار بھی ڈال دے۔ اور ۱۹۰۷ء میں "خطا کار" کی شرط بھی اڑا دی گئی۔ یعنی میاں بیوی میں کامل انقطاع کے باوجود عدالت کو حق تھا کہ مرد سے مطلقہ بیوی کو نفقہ دلوائے۔

۱۸۹۵ء میں طے کیا گیا شوہر کے ظلم و جور کی وجہ سے اگر عورت گھر چھوڑ کر نکل جائے اور شوہر سے الگ ہو کر رہے تو عدالت شوہر کو بیوی کے پاس جانے سے روک دے گی مگر بیوی کو شوہر سے نفقہ دلوائے گی، اسی قانون میں یہ بھی طے کیا گیا کہ عورت اگر شوہر کے تغافل اور بدسلوکی کی وجہ سے زنا کی مرتکب ہوئی اور شوہر نے بیوی پر مقدمہ کر کے طلاق کا مطالبہ کیا تو عدالت شوہر کے مقدمہ کو خارج کر دے گی۔

رپورٹ شاہی کمیشن ۱۹۱۰ء میں ایک شاہی کمیشن مقرر کیا گیا کہ وہ طلاق و نکاح کے مسائل و معاملات پر غور کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے، اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اور چیزوں کے ساتھ اس کی بھی سفارش کی کہ

> اسباب طلاق کے اعتبار سے مرد و عورت دونوں کو مساوی قرار دیا جائے، یعنی جن وجوہ کی بنیاد پر مرد کو طلاق کی ڈگری پانے کا مستحق ہے، انہی وجوہ کی بنا پر عورت بھی طلاق حاصل کرنے کی مستحق ہے۔

۱۹۶۳ء کے قانون میں اسے شامل کر لیا گیا، اس قانون کی رو سے مرد اگر ایک مرتبہ بھی زنا کا ارتکاب کرے، تو عورت مرد سے طلاق لے سکتی ہے۔

ایک تو اصلاح ہی ناقص ہوئی، اور دوراندیشی کا پورے قانون میں کہیں نام و نشان، نہیں ہے، دوسری طرف ظلم یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے اس کو بھی برداشت نہ کیا، آپ یہ سن کر حیرت میں پڑ جائیں گے۔ کہ ۱۹۳۰ء میں بالفاظ صریح یہ فیصلہ کیا گیا۔

> ہم کسی ایسے مرد و عورت کا نکاح نہیں پڑھا سکتے جس کا سابق شریک حیات .

Marfat.com

زندہ ہے"۔[1]

انسانی قانون کا انجام مختصر یہ کہ یہود کے یہاں افراط تھی تو عیسائیوں نے تفریط سے کام لیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ جونہی قانون نے طلاق کی معمولی اجازت دی، طلاق بکثرت ہونے لگی، ان اعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"سپین کی عدالت دیوانی نے ایک مرتبہ صرف ایک تاریخ میں دو سو چورانوے (۲۹۴) نکاح فسخ کئے ۱۸۸۴ء میں جب طلاق کا نیا قانون پاس ہوا تھا چار ہزار طلاقیں واقع ہوئی تھیں۔ ۱۹۰۱ء میں یہ تعداد ساڑھے سات ہزار تک پہنچی ۱۹۱۳ء میں سولہ ہزار اور ۱۹۳۱ء میں اکیس ہزار!"[2]

حج لنڈسے لکھتا ہے۔

"۱۹۲۲ء میں ڈنور میں ہر شادی کے ساتھ ایک واقعہ تفریق کا پیش آیا، اور دو شادیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ طلاق کا پیش ہوا۔ یہ حالت محض ڈنور ہی کی نہیں ہے۔ امریکہ کے تمام شہروں کی قریب قریب یہی حالت ہے"[3]۔

آرتھر گار فیلڈ ہیس ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:۔

"بیس سال قبل ہر سات شادیوں میں ایک طلاق ہوئی تھی۔ اب اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ولایات متحدہ میں ہر تین شادیوں میں ایک طلاق ہونے لگی یہ شرح کچھ عرصہ سے برابر بڑھتی جا رہی ہے"[4]

"انگلستان کی ایک عدالت جب تعطیل کے بعد کھلی تو پہلے ہی روز چار ہزار ایک سو نو (۴۱۰۹) طلاقوں کی درخواستیں پیش ہوئیں"[5]

جاہلیت کا قانون طلاق اسلام سے پہلے جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ مرد عورتوں کو متعدد طلاقیں دیتے اور رجوع کر لیتے اور اس طرح برسوں عورتوں کو ستاتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص جتنا چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت

---

[1] عبدالمائی طلاق کا بڑا حصہ حقوق الزوجین ضمیمہ ۲ سے ماخوذ ہے۔ [2] پردہ ص ۵۹ [3] پردہ ص ۶۰ [4] صدق لکھنؤ ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء [5] زمزم لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔

در رجوع کر لیتا ہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عورت اس مرد کی زوجیت سے نہیں نکل سکتی تھی۔ ایک سو سے اوپر تک طلاق دیا کرتا تھا[1]

اس افراط و تفریط کا اخلاق اور عفت و عصمت پر جو اثر پڑا اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اس مسئلہ کے لئے دوسری بہت سی کتابیں موجود ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ لاکھوں عورتوں کی عصمت غارت ہوئی، لاکھوں مردوں کے اخلاق و اعمال برباد ہوئے، ان گنت گھر اجڑے نہ معلوم کتنے خاندانوں اور آبادیوں کے اخلاقی اقدار پست ہوئے، اور قانونِ طلاق کی ناہمواری کی وجہ سے بے شمار آفتیں اور مصیبتیں پیش آئیں۔

اسلام کا قانونِ طلاق اس اندھیری رات میں اسلام کا ماہتاب عالمتاب چمکا، اور اس کے جلو میں طلاق کا اسلامی قانون روئے زمین پر نازل ہوا اور اس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال کا راستہ پیش کیا اور مظلوم انسانوں کے لئے ابرِ کرم بن کر برسا، یعنی اس مسئلہ میں بھی مرد اور عورت کو ان کا پورا پورا حق دیا گیا، کسی کو اس کے جائز حق سے محروم نہیں کیا گیا۔

اسلام نے طلاق کے باب میں عجلت سے سختی کے ساتھ روکا کہ اس فعل سے دو شخص اور دو خاندانوں کا تعلق ہے، ان کی عزت و آبرو اور عفت و اخلاق کا معاملہ ہے، شریعت میں گو طلاق جائز ہے مگر حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض بتایا گیا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ — حلال چیزوں میں سب سے مبغوض اللہ تعالیٰ کو طلاق ہے۔

رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ کتاب الطلاق)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے حضرت معاذؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وا خلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق (رواہ دارقطنی) — اللہ نے روئے زمین پر طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض پیدا نہیں کی۔

(مشکوٰۃ کتاب الطلاق)

طلاق فقہاء کرام کی نظر میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طلاق دراصل ممنوع ہے، ہاں کوئی عارضہ

---

[1] لباب النقول عن الترمذی والحاکم بر حاشیہ جلالین مصری صہ۴۳۔

Marfat.com

یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بغیر طلاق کے کوئی گنجائش ہی نہ ہو تو ایسے وقت میں البتہ جائز
جیسے میاں بیوی میں ایسی عداوت یا بغض وکینہ پیدا ہو جائے کہ نباہ غیر ممکن ہو، اور حدود
کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو جائے [1]

اور اگر مرد میں وظیفہ زوجیت پورا کرنے کی صلاحیت سرے سے باقی ہی نہ رہے جیسے
عنین (نامرد) ہو، خصی ہو، مجبوب ہو، اور یا شکاز کی شکایت ہو، تو ان مجبوریوں کے وقت الب
طلاق واجب ہو جاتی ہے [2]

طلاق کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ میں

دوسرے یہ کہ طلاق کی باگ ڈور مردوں کو سپرد کی گئی، اور یہ ایک حقیقت
مسلمہ ہے کہ مرد نسبتاً دور اندیش، معاملہ فہم، بردبار اور عقل میں عورت سے
بڑھا ہوا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے آپ پڑھ آئے ہیں، علاوہ ازیں مرد شادی کے سلسلہ میں کافی
اخراجات برداشت کرتا ہے اور اسے مہر کی کافی رقم ادا کرنی پڑتی ہے، پھر عدت کے زمانہ
نفقہ بھی مرد ہی کے ذمہ ہے۔ اور دوسری شادی کی اسے ضرورت ہوئی تو پھر اس کو اخراجا
برداشت کرنے ہونگے لہذا ان ذمہ داریوں کے ہوتے ہوئے مرد کے لئے طلاق کا استعمال آسا
نہیں ہے۔

طلاق کے سلسلہ کے دوسرے تمام قوانین کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو یہ بات آسا
سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس طرح طلاق کے امکانات برائے نام رہ جاتے ہیں۔

طلاق رجعی اور مسئلہ عدت

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ شریعت نے طلاق کا جو مسنون طر
مقرر کیا ہے اس میں رجعت کی گنجائش رکھی ہے یہ بھی طلاق کے عدم وقوع کے لئے معاون کی
حیثیت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ گو طلاق تین تک ہے مگر ان کا یک بارگی استعمال سخت
ناپسندیدہ ہے۔

پھر طلاق کے بعد فوراً عورت کو نکاح کی اجازت نہیں ہے بلکہ شریعت نے اس کے
لئے عدت مقرر کی ہے، یعنی اگر بالغہ حائضہ ہے تو تین حیض آنے تک رکی رہیگی اور سرے سے حیض

[1] ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۵۱۹ [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۵۷۶ [3] "شکاز" مرد کی ایسی کمزوری کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے و
کے وقت انتشار عضو خاص باقی نہ رہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

ٰیں آتا ہے یا آئسہ ہے تو تین ماہ انتظار کرے گی اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے
ں عدت کا استبرائے رحم اور اولاد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فائدہ ہے کہ طلاقِ رجعی
مرد کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہے۔

یہاں طلاق کے احکام بیان کرنا مقصد نہیں، بلکہ اشارہ کرنا ہے کہ اسلام نے اپنے
ین میں ان تمام چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، جس سے طلاق بجائے مضر ہونے کے صحیح
ں میں مفید ہو، اور کائناتِ انسانی ان کو راہ عملِ بنا کر اپنی عفت وعصمت کی حائنہ حفاظت
سکے، اور عورتیں ظلم وجور کا شکار بننے سے محفوظ و مامون رہیں۔

آپ طلاق کے اعداد وشمار اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہو کہ ممالک اسلامیہ میں طلاق نفی
درجہ میں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اسلام کا قانونِ طلاق دنیا کے لئے رحمت ہے
کا اس میں نام ونشان تک نہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ طلاق کا اختیار بجائے شوہر کے عدالت کو ہونا چاہیئے، عدم تدبر کا نتیجہ
اس طرح کا مسئلہ عدالت کے ہاتھ میں دینا اور عیسائیوں کی طرح زنا ثابت کرنا مرد وعورت
دگی کو برباد کرنا ہے، اور کون نہیں جانتا کہ پھر عورت کی دوسری شادی اس طرح ناممکن
اتی ہے۔ اسلام نے خواہ مخواہ عیب جوئی کرنا اور اسے مشتہر کرنا پسند نہیں کیا ہے، آپ
ریں گے تو معلوم ہو گا کہ اسلام نے قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار ان ہی امور میں دیا ہے جن کے
میں کوئی خاص قباحت نہیں بلکہ کچھ مخصوص فائدے ہی ہیں، جیسے شوہر کا عنین وغیرہ

بہر حال مجموعی طور پر اسلام کا قانونِ طلاق کائنات کے لئے مفید اور اس کی عصمت
ت کا محافظ ہے۔

ان | شوہر اگر اپنی عفیفہ، بالغہ آزاد اور مسلمان بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور مقدمہ قاضی
ہاں لے جائے، تو ایسی صورت میں قاضی شوہر سے چار عینی گواہ کی شہادت ثبوت میں پیش
کو کہے گا۔ اگر شوہر ایسا کرنے سے قاصر رہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر چار مرتبہ کہنا
گا کہ اس دعوے میں سچا ہوں اور پانچوں مرتبہ کہے گا کہ اگر میں بیوی کو زنا کا الزام لگانے

Marfat.com

میں جھوٹا ہوں تو اللہ کی مجھ پر لعنت ہو، اب اگر عورت اپنے کو پاک سمجھتی ہے تو اس کو بھی یہ چار بار کہنا پڑے گا کہ بخدا اس کہنے میں میرا شوہر جھوٹا ہے، اور پانچویں بار کہے گی کہ اگر میرا شوہر اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ اسی کو شریعت کی اصطلاح میں "لعان" کہتے ہیں قاضی کے سامنے جب لعان شرعی مکمل ہو جائے تو شوہر بیوی کو طلاق دیدے اور پھر قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا۔ قرآن پاک کی اس آیت میں یہی بیان ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (نور-۱)

جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتیں، اور ان کے پاس بجز اپنے کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک میں سچا ہوں، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو، اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔

یہاں بھی مقصد وہی ہے کہ جب میاں بیوی کی باہمی زندگی تلخ ہو جائے تو خواہ مخواہ اسے اس تلخی کے ساتھ رشتۂ نکاح میں منسلک رہنے پر قانوناً مجبور نہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسی حالت میں جب کہ ایک دوسرے کو اعتماد حاصل نہ ہو، زندگی ہر اعتبار سے جہنم کا نمونہ بن جائیگی۔

لعان کا پہلا واقعہ خود عہد نبوی میں پیش آچکا ہے جس کی تفصیل کتب حدیث میں آپ پڑھ سکتے ہیں۔ اور لعان کی دوسری تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

عصمت وعفت کے لوازم

عصمت و عفت کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام نے کچھ آئین و قوانین پیش کئے ہیں جن کا تعلق رات دن کی زندگی سے ہے، اور ان کا لحاظ و پاس ہر محتاط انسان کے لئے بہت ضروری

Marfat.com

ہے، کیونکہ ان میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی انسان کی عفت کو مجروح کر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ جنسی میلان جو انسان کے خمیر میں پیوست ہے، اس میں کچھ ایسی بربریت اور درندگی ہے جو ذرا سی بے حجابی کو برداشت نہیں کرتی، اور موقع پاکر انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کے درپے ہو جاتی ہے، پھر شیطان جس نے بنی آدم کی عداوت پر قسم کھا رکھی ہے وہ الگ تاک جھانک میں رہتا ہے اور ناپاک راستہ پر غلط طور پر جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے اسلام نے نکاح کے پہلے بھی اور بعد بھی "شرم وحیا" سے متعلق کچھ ضروری احکام نافذ کئے ہیں۔

شرم وحیا "شرم وحیا" انسان کی ایسی مخصوص صفت ہے جو اسے "لغزش" کے موقع پر سہارا دیتی ہے، اور اس نیک جذبہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کے ان تمام حصوں کو پردہ میں رکھنے کی سعی کرتا ہے جو جنسی میلان میں ہیجانی کیفیت کی وجہ بن سکتے ہیں۔ ستر پوشی کا خیال اسی شرم وحیا کا نتیجہ ہے۔

اس روئے زمین پر بہت سی قوموں میں عریانی کا عام رواج تھا، اور اب تک بہت سے قبیلے اور آبادیاں اس مرض میں گرفتار ہیں۔ افریقہ اس سلسلہ میں مشہور ہے۔ یورپ میں جو ستر پوشی ہے وہ برائے نام ہے، ان کے لباس اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ عریانی کو بھی شرمانے والے ہیں، مغربی رسالوں میں ننگی تصویریں عام طور سے دیکھی جا سکتی ہیں۔

صحت اور آرٹ کے نام پر عریانی کی اشاعت ہو رہی ہے اور اس راستہ سے عصمت وعفت پر زبردست زد پڑ رہی ہے، آدمی کی "قوت برداشت" جواب دے رہی ہے ایک دن یہی چیزیں اخلاق واعمال کے ساتھ انسانی صحت کو بھی لے ڈوبتی ہیں۔ ایک امریکی رسالہ میں یہ ماتم پڑھیئے جسے مولانا مودودی نے اپنی کتاب "پردہ" میں نقل کیا ہے۔

> تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے، اور تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں، فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں، عورتوں کا گرا ہوا، اخلاقی معیار، جوان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال

Marfat.com

اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخرکار تباہی ہے، اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت، ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔

شرم وحیا اسلام میں اسی دن کے لئے اسلام نے اپنے قانون "شرم وحیا" کا اپنے ماننے والوں میں نفاذ ضروری سمجھا ہے، اور پیغمبر اسلام نے حیا کی مختلف پیرایہ میں تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی ترغیب بھی دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک انصاری اپنے بھائی سے کہہ رہا ہے زیادہ شرم نہ کرو۔ آپ نے سنا تو انصاری سے فرمایا یہ نہ کہو۔

فان الحیاء من الایمان متفق علیہ — کیونکہ حیا جزو ایمان ہے۔

(مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء)

شریعت میں "حیا" اس صفت کا نام ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کے چھوڑنے پر ابھارے جو شریعت میں قبیح ہیں۔ اور اسی بنا پر ارشاد نبوی ہے۔

الحیاء لا یاتی الا بخیر متفق علیہ — حیا خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔

(مشکوٰۃ باب الرفق والحیاء)

شرم وحیا گویا انسانی زندگی کے لئے ایک ضروری حیثیت رکھتی ہے۔ افعال میں ہو، اخلاق میں ہو یا اقوال میں جس میں حیا کا جذبہ نہ ہو اس کے لئے ہر آن گمراہ ہونے کا خطرہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت رواہ البخاری — شرم اٹھانے کے بعد جو جی میں آئے کرو۔

(مشکوٰۃ صہ ۴۳۱)

یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار رواہ — شرم وحیا جزو ایمان ہے اور ایمان باعث دخول جنت ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا

Marfat.com

الترمذی واحمد (مشکوٰۃ ص۴۳۱)　　باعث دخول دوزخ ہے۔

شرم وحیا کی اہمیت جتا کر اسلام نے ان تمام چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو بے حیائی کی پیداوار ہیں، اور جن کی وجہ سے عفت وعصمت اور اخلاق کا دامن داغدار ہو سکتا ہے اس مسئلہ سے متعلق جو احکام وہدایات ہیں ان کا یہاں اجمالی طور پر بیان کیا جاتا ہے ان تعلیمات سے آپ اندازہ لگا سکیں گے یہ عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے یہ چیزیں کتنی ضروری ہیں۔

بیباک نگاہ اور اس کے متعلق ہدایات

ان میں بدنظری کو ام الخبائث کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا اور پھر نگاہ کا تیر مشہور ہے، اور تجربہ کی دنیا میں مسلم بھی، عشق ومحبت کی تعریف کرنے والوں کی تعریف ہے کہ محبت ایک نادیدہ شئے ہے جو آنکھوں کے راستہ دل میں اتر پڑتی ہے۔ بعض علمائے نے لکھا ہے کہ نگاہیں شہوت کی قاصد اور اس کی پیامبر ہیں۔ شعرائے نے اس مسئلہ پر سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ کتنی نگاہیں ہیں جو تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ اسلام سے پہلے کے شعرائے نے بھی اقرار کیا ہے کہ دل کے زخمی کرنے میں آنکھوں کا بڑا قصور ہے اور اسلام کے بعد کے شعرائے نے بھی بتایا ہے کہ نگاہوں سے دل چھلنی ہوتا ہے پھر اس مسئلہ میں ہر مذہب وملت کے شعراء متفق ہیں، کوئی اختلاف نہیں۔ نگاہ کی اسی تاثیر کے باعث اسلام جب آیا تو اس نے اعلان کیا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ذرا اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں، اس میں ان کیلئے پاکیزگی ہے اللہ تعالیٰ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی خبر ہے۔

فتنہ کا چشمہ جہاں سے ابلتا تھا اور اخلاق اور سوسائٹی پر جہاں سے ضرب پڑتی تھی ان سوتوں اور سوراخوں ہی کو بند کر ڈالا، جائز حد تک اجازت دی اور اس کے بعد پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص قصداً یا بغیر قصد ایسا کوئی کام نہ کرے جو برائی کا زینہ بن جائے۔ نگاہ جس کو سلف صالحین نے برید العشق (عشق کا پیامبر) سے تعبیر کیا ہے اسلام نے اس پر قانون کی مہر لگا دی اور اس

Marfat.com

کے نتیجہ اور فائدہ کو بتایا کہ اس سے شہوت کی جگہوں کی صیانت وحفاظت ہوگی، نیز یہ چیز تزکیۂ قلوب میں بھی معاون ہوگی۔

اوپر کی آیت میں جس چیز کا حکم فرمایا گیا ہے وہ ایک ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے نگاہ نیچی رکھنا فطرت اور حکمتِ الٰہی کے تقاضے کے مطابق ہے اس لئے کہ عورتوں کی محبت دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضا ہے، ارشادِ ربانی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ (آل عمران) مرغوب چیزوں کی محبت پر لوگ فریفتہ کئے گئے ہیں جیسے عورتوں پر۔

غور وفکر سے معلوم ہوگا کہ آنکھوں کا فتنہ مہلک اور دنیا کے بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔ اسی وجہ سے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ آنکھوں کے فتنہ سے یقینی طور پر اپنے کو بچاؤ، کیونکہ یہ تمام فتنہ وآفت کا بنیادی سبب ہے[۱]۔

ثم عليك وفقك الله وايانا بحفظ العين فانها سبب كل فتنة وآفة (منہاج العابدین ص۲۸)

پھر صاحب منہاج العابدین لکھتے ہیں کہ آیت (قل للمومنين يغضوا من ابصارهم الخ) میں رب العزت نے تین چیزیں بیان کی ہیں، تادیب اور تنبیہ اور تہدید۔ آیت کے ابتدائی حصہ میں تادیب ہے کہ بندہ اپنے آقا کی اس باب میں فرمانبرداری کرے، یعنی کسی کی طرف اگر دیکھنا ناجائز ہو تو دیکھنے کی جرأت نہ کرے۔ اور دوسرے حصہ ازکیٰ لهم میں تنبیہ ہے کہ اس غضِ بصر کا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں پاکیزگی آئیگی اور عبادت میں زیادتی اور دلچسپی پیدا ہوگی۔ اور اگر اس ہدایت پر عمل نہ ہوگا تو آنکھ کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے جس کا نقصان یہ ہوگا کہ سکونِ قلب جاتا رہے گا اور دل وسوسوں کی اماج گاہ بن جائے گا۔ اور آیت کے آخر حصہ (والله خبير بما يصنعون) میں تہدید ہے کہ اگر بندوں نے اس ہدایت کی پرواہ نہ کی تو یہ سمجھ رکھیں کہ رب العزت غافل نہیں وہ ساری کارروائیوں سے واقف ہے[۱]۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

---

[۱] منہاج العابدین ص ۲۸، ۲۹۔ (نوٹ یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ منہاج العابدین کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ امام غزالی کی طرف منسوب ہے دراصل ان کی کتاب نہیں ہے۔) دیکھئے معارف مارچ ۵۳ء

Marfat.com

ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔

ایک موقع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء

دنیا اور عورتوں سے ڈر کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا وہ عورتوں میں تھا۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ فرمایا، اور شہوت کی رعایت سے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا، اور پھر اس کے بعد انسانی طبیعت پر کنٹرول کیا اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کئے۔ حد سے بڑھتی ہوئی حرص جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے اس پر پہرہ بٹھایا، اور کائناتِ انسانی کو فتنہ و فساد سے محفوظ کر دیا۔

عورتوں کو ہدایت | اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفت کی تعلیم دی، تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا، کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے کم و بیش کا فرق ہے، عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں، اس لئے رب العالمین نے فرمایا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔

ایمان والیوں سے کہہ دے کہ ذرا اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامے رکھیں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں مگر جو ان میں سے کھلی چیز ہے۔

(نور۔ ۴)

ان آیتوں کا لب و لہجہ بتا رہا ہے کہ آنکھوں کی بیباکی اور ان کی آزادی شہوت میں، انتشار اور شرمگاہ میں ابھار پیدا کرتی ہے، عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا، کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پا کر انسانی دل و دماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی پیہم کرتا ہے اور جب سرایت کر جاتا ہے تو دل و دماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا اور سنا ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا اس کی دبی دبائی چنگاری انگارہ میں تبدیل ہوگئی۔

Marfat.com

شہوت کے معاملہ میں جو حال مردوں کا ہے، کم و بیش یہی حال عورتوں کا بھی ہے، بلکہ ان کی نگاہ تو اور بھی فتنے جگاتی ہے۔ جذبات میں عورتیں عموماً آگے ہوتی ہیں اور جلد متاثر ہونا توان کے لئے مستقل مرض ہے، واقعات شاہد ہیں کہ بات کی بات میں عورت بدلتی رہتی ہے اس لئے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ کسی تنومند جوان کی ادا بھا جائے اور ظاہر نہ سہی باطن ہی گندہ کر ڈالے، اور یہ بھی نہیں تو یہ ہو کہ دوسری طرف مرغ بسمل بن کر تڑپنے لگے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔

چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عورت کے دل میں تو کوئی خطرہ نہیں گزرتا، مگر ان کی بے احتیاطی سے کسی مرد کا سکونِ دل جاتا رہتا ہے اور وہ مرد اپنی غرض کے سلسلہ میں اندھا بن جاتا ہے اور پھر سیکڑوں تدبیریں عمل میں لاتا ہے، بیسیوں جال بچھاتا ہے اور کبھی کبھی زبردستی کسی معصومہ کی عصمت دری کے درپے ہو جاتا۔ "صدق جدید لکھنؤ" میں ایک لڑکی کا خط شائع ہوا ہے، وہ لکھتی ہے کہ "اسکول جانے میں پانچ چھ نوجوان میرا پیچھا کرتے ہیں۔" ۱۲ مارچ ۱۹۵۱ء

سلہ کالج، یونیورسٹی اور اسکول کے کچھ نوجوان کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے یہاں بے پردگی عام نہیں ہے اس لئے کبھی کبھی ایسی بات ہوتی ہے، پردہ یورپ کی طرح بالکل اٹھا دیا جائے تو پھر بدکاری ختم ہو جائے اور مخلوط سوسائٹی مردوں اور عورتوں کے احساس کو ماؤف کر ڈالے گی۔ مگر اپنا خیال اس کے بالکل برعکس ہے، دلیل میں صرف امریکہ کے صدر مسٹر ٹرومین کی میڈم کی وہ تقریر پیش کرونگا جو انہوں نے "اخلاقی پستی" کے عنوان پر کی تھی، فرماتی ہیں یہ لڑکیاں نہ بازاری ہیں اور نہ حسن فروش، پندرہ بیس برس کی کم سن اور بھولی بھالی لڑکیاں ہیں اکثر یونیورسٹی، کالج اور ہائی اسکول کی طالبات ہیں اس وقت حکومت امریکہ اور امریکن قوم کے سامنے نامعلوم باپ کے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا اہم مسئلہ ہے، کنواری ماؤں کے ان بچوں کی تعداد گذشتہ سال سوا لاکھ سے زیادہ تھی، ان میں سے ایک لاکھ بچوں کی مائیں یونیورسٹی کی طالبات ہیں۔ نیز تربیت و تعلیم کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ ان بچوں کے باپ کالج ہی کے ہونہار طلبہ ہیں اصل یہ ہے کہ امریکہ میں تمام خاندانوں نے اپنی لڑکیوں کو کامل آزادی دے رکھی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنی گھریلو زندگی میں محبت و شفقت سے محروم رہتی ہے کالج میں قدم رکھتے ہی کسی طالب علم سے مل کر عشق و محبت کے تجربہ کا شکار ہو جاتی ہے۔ (ندائے حرم کراچی۔ جمادالاوّل ۱۳۶۹ھ)۔

Marfat.com

نگاہ کی حفاظت کا حکم | اس آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ یہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے، اس کا یہ دیکھنا شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں، حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی ابن ام مکتومؓ نابینا کسی ضرورت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ابن ام مکتومؓ کو دیکھ کر آپ نے ہم سے فرمایا، تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلعم سے کہا۔ یا رسول اللہ! کیوں یہ ابن ام مکتوم، نابینا نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:

افعمیاوان انتما، الستما تبصرانہ — کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، ان کو نہیں دیکھتیں

(مشکوٰۃ ص ۲۶۹ عن ابو داؤد)

یہ واقعہ نزولِ حجاب کے بعد کا ہے، اس حدیث سے عورتوں کے متعلق کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں "یحفظن فروجھن" کے متعلق سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس میں فواحش سے بچنے کا حکم ہے۔ قتادہؓ اور سفیان کہتے ہیں ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے جو ان کے لئے حلال نہیں ہے[1] حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"عورت کو شہوت کے ساتھ کسی طرف قصداً نظر کرنا جائز نہیں، بجز زوج (شوہر) کے بلا شہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے کہ عورت کا دوسری عورت کے بدن کو بجز ناف سے زانو تک دیکھنا درست ہے اور مرد کے بدن کو ناف اور زانو کے درمیان تو بالاتفاق حرام ہے، اور اس کے ماسوا کا دیکھنا مختلف فیہ ہے، شافعیہ کے نزدیک حرام ہے اور حنفیہ کے نزدیک بلا شہوت گو حرام نہیں، مگر خلاف اولیٰ ہے، چنانچہ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و بیہقی میں حدیث ہے کہ ابن ام مکتومؓ صحابی نابینا نے حضور کی خدمت میں آنا چاہا تو آپ نے ام سلمہؓ اور میمونہؓ سے فرمایا پردہ میں ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہ دیکھیں گے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی نابینا

---

[1] ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۸۳۔ [2] صاحب کشاف لکھتے ہیں۔ دغضها بصرها من الاجانب اصلا اولیٰ بها واحسن (کشاف ج ۳ ص ۱)

Marfat.com

ہو، کیا تم ان کو نہ دیکھوگی ؟ اور شرعی ضرورت سے اجازت ہے اسی طرح بلاقصد نظر پڑنے سے جب کہ فوراً ہٹا لی جائے، گناہ نہیں جیساکہ اوپر بیان ہوا یہ تفصیل ہے یغضضن من ابصارہن کی، اور اس میں من تبعیضیہ کی وہی توجیہ ہے کہ بعض جگہ اجازت ہے اور بعض جگہ نہیں[1]

نگاہ کے فتنے حافظ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں۔

نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے، جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، ارادہ قوی ہوکر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں مزید پختگی ہوکر فعل واقع ہوتا ہے۔ جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو[2]

اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

الصبر علی غض البصر ایسر علی الصبر علی الم بعدہ — آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل۔ (الجواب الکافی ص۲۰۴)

کیونکہ نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو پھر اس سے حسرت، سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ وفغان نیم شبی پیدا ہوتی ہے، آدمی اس وقت بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا، اور یہ ایک مستقل عذابِ جان بن جاتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ۔

النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس — نظر ابلیس کے تیروں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ (الجواب الکافی ص۲۰۴)

من ترکھا من مخافتی ابدلتہ ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ رواہ الطبرانی والحاکم

---

[1] بیان القرآن جلد ہشتم ص۱۶ [2] الجواب الکافی ص۲۰۴۔

Marfat.com

وقال صحیح الاسناد (الترغیب والترہیب ۔ ج ۲ صہ ۳۷)

ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ۔

العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناھا الکلام والید زناھا البطش والرجل زناھا الخطا والقلب یھوی ویتمنّی ویصدق ذالک الفرج او یکذبہ

آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا اور پیر کا زنا چلنا ہے اور دل کا وہ آرزو اور تمنا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے ۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر صہ ۲۰)

بعض سلف نے کہا ہے ۔

النظر سھم سم الی القلب (ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲) نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے ۔ ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں، قوم اور ملک کا امن وامان خطرہ میں گھر جاتا ہے، اخلاق واعمال کی مٹی پلید ہوجاتی ہے ۔ اور عفت وعصمت دم توڑ دیتی ہے ۔

پست نگاہی کی تاکید یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غض بصر کی تاکید فرمائی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کو دل نشین فرمایا ہے۔ حضرت علی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

یا علی لاتتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی ولیست لک الاخرۃ ۔

اے علی! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد پھر دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لئے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں ۔

(مشکوٰۃ صہ ۲۶۹)

پہلی نظر جو بغیر قصد پڑتی ہے اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس لئے یہ معاف ہے، مگر پھر دوبارہ نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلی نظر ڈالنے کی اجازت ہے۔ حضرت جریر بن عبد البجلی کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلعم سے پوچھا کہ جو دفعتاً پڑ جاتی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اپنی نگاہ پھیر لوں ۔

فامرنی اصرف بصری (ابن کثیر و مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ) مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنی نگاہ پھیر لوں ۔

Marfat.com

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اطرق بصرک (ابن کثیر) تو اپنی نگاہ جھکا لے۔

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے بچا لیا جائے۔ نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے یا اور کسی دوسری چیز پر نگاہ جما دے تاکہ نظر اس فتنہ سے محفوظ ہو جائے، ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

غضوا ابصارکم واحفظوا فروجکم اپنی نگاہوں کو پست کرو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ (الجواب الکافی صہ ۲۰۴)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا۔

ای شئ خیر للمرأۃ ؟ عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے۔

کسی نے جواب نہ دیا سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس مجلس میں خود میں بھی شریک تھا، مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا۔

ای شئ خیر للنساء ؟ عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے برجستہ جواب دیا۔

لا یراھن الرجال سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔ (جمع الفوائد ج ۱ صہ ۲۱۴)

حضرت علیؓ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جواب کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپؐ بھی خوش ہوئے اور فرمایا، فاطمہ میرا ایک حصہ ہے۔

راستہ پر مجلس جما کر بیٹھنے سے اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عام گزرگاہ ہے، ہر طرح کے آدمی گزرتے ہیں، نظر بیباک ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی پر نظر پڑ جائے اور وہ برائی کا باعث بن جائے صحابہ کرام سے ایک دفعہ رحمت عالم صلعم نے فرمایا کہ راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو صحابہ کرام نے اپنی مجبوری پیش کی اور بتایا کہ اس سے کبھی چارہ کار نہیں ہوتا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم کو جب ایسی مجبوری ہی ہو تو پھر راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ کرام نے پوچھا کہ راستہ

Marfat.com

کا حق کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عفض البصر وکف الاذیٰ ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر (ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲ ومشکوٰۃ)

نگاہ نیچی رکھنا، اذیت کا روکنا، سلام کا جواب دینا اور بھلی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اکفلوا لی ستا اکفل لکم الجنۃ اذا حدث احدکم فلا یکذب واذا اؤتمن فلا یخن واذا وعد فلا تخلف وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم واحفظوا فروجکم۔ (ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲)

تم چھ چیزوں کی کفالت کرو میں تمہارے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔ جب کسی سے بات بیان کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو اور وعدہ خلافی نہ کرو اور اپنی شرمگاہوں کو پست رکھو اپنے ہاتھوں کو روکو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔

اس حدیث میں جن چھ چیزوں کی ذمہ داری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کفالت فرما رہے ہیں ان میں غض بصر (نگاہ پست کرنا) اور حفظ فروج (شہوت کی جگہ کی حفاظت) بھی ہے اس سے نظر کی اہمیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مامن مسلم ینظر الی محاسن المرأۃ اول مرۃ ثم یغض بصرہ الا احدث اللہ لہ عبادۃ یجد حلاوتھا (مشکوٰۃ صہ ۲۷۰)

کوئی مسلمان جب پہلی مرتبہ کسی عورت کی خوبصورتی دیکھے پھر وہ اپنی نگاہ پست کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے اس کی عبادت میں شیرینی پیدا کرتا ہے۔

طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لتغضن ابصارکم ولتحفظن فروجکم (ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲)

تم ضرور اپنی نگاہیں پست رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

نگاہ پست رکھنے کے فائدے ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس کے زہر میں بجھائے ہوئے تیروں میں سے نظر بھی ایک ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے

Marfat.com

اس کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی شیرینی میں بدل دیگا، جس کی لذت وہ اپنے قلب میں پائے گا[1]

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شہوت کی جگہوں سے بچنے کا عہد کرے اس کیلئے جنت کی بشارت ہے۔

من یکفل لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اکفل لہ الجنۃ (ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲)

جو شخص اس چیز کا کفیل بن جائے جو اس کی داڑھیوں (زبان) اور پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) ہے تو میں اس کے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔

ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام آنکھیں رو رہی ہونگی مگر ان میں، کچھ آنکھیں خوش ہونگی ایک وہ آنکھ جس کو محارم اللہ سے محفوظ رکھا گیا ہے اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں جاگنے کی صعوبت برداشت کی ہے اور تیسری وہ آنکھ جس نے خشیت الٰہی سے آنسو بہایا ہے[2]

اس ساری تفصیل کے بعد آسانی سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہو گی کہ رب العالمین نے حفظ ماتقدم کے طور پر جن بہت سی باتوں کا حکم دیا ہے ان میں نگاہ بھی ہے، اور شہوت کی جگہ سے مکمل اجتناب بھی، اور مقصد یہ ہے کہ عفت و عصمت جو انسان کے لئے نیز پوری قوم اور ملک کے لئے ایک بیش قیمت موتی ہے اس کی حفاظت کے تمام جائز طریقے برتنا ضروری اور انسانی فریضہ ہے تاکہ انسانی سوسائٹی فتنہ و فساد کی اماجگاہ بن سکے، اور ملک و شہر کا امن و امان خطرہ میں نہ گھرے۔

اس سلسلہ میں عورتوں کو خطاب بھی کیا گیا ہے کیونکہ صیغہ مذکر میں اصولی طور پر عورتیں بھی مخاطب تھیں، مگر پھر صیغہ مؤنث لاکر ان کو مزید تاکید شدید کی گئی ہے۔ خصوصی خطاب کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے متعلق خود قرآن آگے کہا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

مرغوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو فریفتہ کیا ہے جیسے عورتیں۔

---

[1] ابن کثیر ج ۳ صہ ۲۸۲ [2] ایضاً

Marfat.com

جاہلی بے پردگی سے ممانعت | اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں حدود و قیود میں گھری نظر آتی ہیں
ریعتِ مطہرہ نے ان پر ہر جگہ پہرہ لگا دیا ہے اور ان تمام خطرات کی حفاظت کی ہے جو ان کی
ت سے وابستہ ہیں رات دن کے تجربات ہیں کہ عورتوں کی بیباکانہ چہل پہل مردوں کی جماعت
ایک شورش پیدا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب - ۴)

اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کے وقت میں دکھانے کا جو دستور تھا اسطرح دکھلاتی نہ پھرو۔

اس آیت کا شانِ نزول گو خاص ہے مگر حکم عام ہے اس آیت میں رب العزت نے عورتوں
ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حدودِ شرعی کے اندر رہیں، جاہلیت کی رسم ترک کر ڈالیں۔

جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ عورتیں بن سنور کر مردوں میں بیباک گھومتی تھیں، زینت کی
یب و غریب تدبیریں عمل میں لائی جاتی تھیں، دوپٹہ کو اس طرح ڈالتی تھیں کہ سینہ کا ابھار
لے زیورات، کانوں کی بالیاں اور ان کی ہیئت فتنہ سامان ہوتیں، مرد اس ادا کو دیکھ کر
مخمور ہو جاتے پھر جاہلیت میں عورتیں مٹکتی چلتی تھیں اور ان کا بانکپن اور ان کی ادائیں غضب
ڈھاتی تھیں۔ اس لئے اسلام جب آیا تو اس نے اصلاح کی، عورتوں کو پہلے رسم و رواج سے
نکا، اور پاک زندگی کا سلیقہ بتایا، پہلی بات یہ ہے کہ عورتیں گھر ہی میں رہیں اور ضرورتاً نکلیں
جاہلیت کے طریقہ پر بن سنور کر نہ نکلیں۔

نزول حجاب | یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اول اسلام میں پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا بلکہ
ہجرت کے بعد پانچویں سال میں یہ حکم نازل ہوا۔ حضرت فاروق اعظم کو اس کی بڑی فکر تھی
اور ان کی دلی خواہش تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ انہوں نے مختلف طور پر اپنی خواہش کا اظہار
کیا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کی جن قلبی خواہشوں کو رب العزت نے شرفِ قبولیت بخشا ان
میں سے ایک یہ حجاب کا مسئلہ بھی ہے صحیحین میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں
میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔

یارسول اللہ ان نساءک یدخل علیھن البر والفاجر فلو حجبتھن فانزل اللہ

آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں کاش آپ ان کو پردہ میں رکھتے

Marfat.com

تعالیٰ اٰیۃ الحجاب (بخاری کتاب التفسیر ج ۳ ص ۱۱۸) اس پر آیت حجاب اتری۔

اور ان کی اسی درخواست کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ (احزاب ۔ ۷) اے ایمان والو تم نبی کے گھروں میں بغیر اجازت نہ جاؤ۔

عورتوں سے استفادہ پردہ کی اوٹ سے | یہ واقعہ حضرت زینب بنت جحش کی شادی کے موقع پر پیش آیا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان سے جب شادی ہوئی تو لوگوں کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ کھانے کے بعد تمام لوگوں کو چل دینا چاہیئے تھا مگر تین آدمی بات چیت کرتے رہ گئے اور اس موقع پر ان بیٹھنے والوں کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی، خود تو آپ حیاو شرم کی وجہ سے نہ فرما سکے مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حجاب کے متعلق پوری ہدایت نازل فرمادی[1] عورتوں سے ضروری استفادہ کی راہ بھی بند نہیں کی گئی بلکہ اس کا ایک معقول اور پاکیزہ تر راستہ باقی رکھا ارشاد فرمایا گیا۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَ قُلُوْبِھِنَّ ۔ (احزاب ۔ ۷) اور جب تم بیبیوں سے کوئی کام کی چیز مانگنے جاؤ تو پردہ کے باہر سے مانگ لو اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کیلئے خوب ستھرائی ہے۔

یہ آیتیں گو شانِ نزول میں خاص ہیں، مگر حکم میں عام ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ عورتوں سے جو کچھ لینا ہو پردہ سے لیں، مواجہ نہ ہونے پائے تاکہ طرفین خود بھی محفوظ رہ سکیں اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں پڑنے نہ دیں۔

مخلوط سوسائٹی مضر ہے | کوئی شبہ نہیں کہ عورت اور مرد کے میل جول کی حالت میں نفس انسانی کو بہکنے کا موقع ملتا ہے اور شیطان کے لئے دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا غنیمت راستہ ہاتھ آجاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں عورتوں پر اعتماد نہیں ہے اور مردوں کو ہم شیطان سمجھتے ہیں، بلکہ ہم عورت اور مرد دونوں ہی کو قابلِ اعتماد اور لائقِ وثوق یقین کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں شہوت ودیعت

[1] بخاری کتاب التفسیر ۔ جلد ۳ ص ۱۱۹

Marfat.com

کی ہے، مرد و عورت کی اس میں کوئی تفریق نہیں اور تاریخ کی روشنی میں ہم جانتے ہیں کہ، دشمنوں اور بد باطنوں نے پاکدامن عورت و مرد پر تہمت ڈالی ہے اور اس سے پیدا شدہ شر و فتن بھی ہمیں معلوم ہیں، اس لئے عقل کی روشنی میں بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے وہ راستے بند ہو جائیں جن سے ہو کر فتنہ و فساد کے چشمے ابلتے رہتے ہیں۔

تاریخ اخلاق یورپ نے مرد و عورت کے باہمی میل جول کے نتائج جو سامنے پیش کر دیئے ہیں اور خود ہمارے ملک میں کالج و یونیورسٹی کی ملی جلی زندگی نے جو تجربات فراہم کر دیے ہیں ان کو سامنے رکھ کر عقلاً بھی پردہ کا شرعی حکم بغیر افراط و تفریط سراپا رحمت ہے۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر

ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دلسوزی کا اظہار کرتی ہیں "جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے، اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں، جس کے بعد گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے ہماری لڑکیوں کے لئے بے سود اور غیر ضروری ہے"[1]

جن ملکوں میں مخلوط تعلیم عام ہے ان کے واقعات ملاحظہ فرمائیے۔ امریکہ کے متعلق وہاں کے جج لنڈسے کا بیان ہے۔

"ہائی اسکول کی کم عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے"[2]

اسی جج لنڈسے کا بیان ہے

اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فی صدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکتی ہیں[3]

ایک مغربی خاتون مسز ڈدن ھی ہال اپنے مضمون "عورتوں کی تعلیمی دقت" میں رقمطراز ہیں:۔

آخر میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے، ان

---

[1] زمزم لاہور۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء [2] پردہ از مولانا مودودیؒ ص۷ [3] ایضاً۔

Marfat.com

جذباتی وقتوں کا ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کے لئے مطالعہ میں کامل انہاک کی راہ میں حقیقی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں، بلکہ مطالعہ اور ضبطِ زندگی کے لئے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد استاذوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں[1]

یہ جو کچھ پیش کیا گیا ملاؤں کے بیان نہیں، سب جدید تعلیم یافتہ مرد و عورت کے بیانا[ت] ہیں اور تجربہ کے بعد دیئے گئے اور لکھے گئے ہیں۔ جب تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حا[ل] ہو پھر عوام کے متعلق آپ کیا رائے قائم کریں گے

آپ یقین فرمائیں کہ اسلام کی تعلیمات بڑی دور اندیشانہ اور انسانی نفسیات کے [با]لکل مطابق ہیں۔ عفت و عصمت کے بچاؤ کی شکل یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو رواج دیا جا[ئے] اور اُسے جزوِ زندگی بنایا جائے۔

پاکیزہ نفس و پاکدامن عورتوں کے امتیاز کی ضرورت

کوئی ذی عقل اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مختلف طبیعتوں کے لوگ ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں، جہاں [نیک] لوگ بستے ہیں وہیں کچھ بدطینت لوگوں کا بھی بسیرا ہوتا ہے، جو ہر وقت ٹوہ میں رہتے ہیں ا[ور] جن کی نگاہیں بیباک ہوتی ہیں اور اس جماعت میں مرد و عورت دونوں شریک ہیں مگر جو ل[وگ] اس طرح کے ہوتے ہیں وہ اپنے رہن سہن اور طور طریقہ کے اعتبار سے بڑی حد تک جانے [پہچانے] جاتے ہیں، بدکار مردان عورتوں کو خواہ مخواہ چھیڑنے کی جرأت کرتے ہیں جن کے متعلق ان کو کسی رنگ ڈھنگ سے معلوم ہو جائے کہ یہ دوسری قبیل سے ہیں، اسلئے اسلام جب آیا ا[ور] بھی اس طرح پیش آئے تو ارشادِ ربانی ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے نبی اپنی عورتوں اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر تھوڑی سی

[1] ندائے حرم جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ

Marfat.com

جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (احزاب - ۸)

اپنی چادریں لٹکالیں، اس میں زیادہ امید ہے کہ وہ پہچانی پڑینگی تو ان کو کوئی نہ ستائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ پاکدامن اور مومن عورتیں اپنا دوپٹہ باضابطہ رکھ لیا کریں جس سے نمایاں طور پر معلوم ہو کہ یہ شریف طبقہ کی عورتیں ہیں، زناکار اور بدچلن نہیں ہیں تاکہ فاسق اور بدکار مردوں کو معلوم رہے اور وہ اپنی شرارت کی وجہ سے ان کو چھیڑنے کی ہمت نہ کریں۔ دستور بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وہ عورتیں جو خاص طرز کا لباس پہنتی ہیں یا خاص طور پر بن سنور کر نکلتی ہیں اور اپنی خوبصورتی اور زینت کا اعلان کرتی ہیں ان کے متعلق آج تک مرد کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے، اور جو مرد دوسرے قماش کے ہوتے ہیں، موقع پاکر آنکھ لڑانے کی سعی کرتے ہیں بخلاف ان عورتوں کے جن کو اپنی عزت و آبرو کا پاس رہتا ہے، عصمت مآب اور دیندار ہوتی ہیں ان کے رہن سہن ہی سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے اور کوئی بھول کر بھی ان سے الجھنے کی کوشش نہیں کرتا، اس آیت کے ضمن میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

(یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکالیں۔ روایات میں ہی اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیئے۔

عہد نبوی میں امتیازی لباس کا حکم

عہد نبوی میں کچھ بدمعاش یہودی اور منافق اس طرح کے تھے جو عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اور دوسری قسم کی عورتوں کے ساتھ بعض پاکدامن شریف عورتیں بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے نہیں بچتی تھیں، دوپٹہ اور چادر بڑھا کر آپ نے ان میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اس امتیاز پیدا کر دینے کے بعد خود رب العالمین نے فرمایا۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا

اگر منافق لوگ اور جن کے دلوں میں روگ ہے باز نہیں آئے اور نہ جھوٹی خبریں مدینہ میں اڑانے والے باز آئے تو پھر بلا شبہ ہم تم کو ان کے پیچھے

Marfat.com

يُجَاوِرُوْنَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ (احزاب - ۸)

لگا دینگے پھر وہ تیرے ساتھ تھوڑے دنوں کے علاوہ شہر میں رہنے نہ پائیں گے

اس امتیازی شان کے بعد بھی اگر کسی بدطینت نے کسی پاکدامن عورت کو چھیڑا تو اس کو معاف نہیں کیا جائیگا، اور عہدِ نبوی میں ایسا ہی ہوا۔ یہودی جلاوطن ہوئے۔

کہنا یہ ہے کہ اولاً تو قرآن کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت گھر سے باہر نہ پھریں جیسا کہ قرآن کی اس سلسلہ کی پہلی آیت (وقرن فی بیوتکن) میں اشارہ گزرا، بلکہ قرآن کا صراحتاً حکم گزرا ہے ارشادِ نبوی ہے

ان المرأة عورة فاذا اخرجت استشرفها الشیطان واقرب ما تکون بروحة ربها وهی فی قعر بیتها (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۲)

عورت ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے اور اس کے لئے اپنے گھر کے گوشہ میں ہی رہنا باعثِ رحمتِ الٰہی ہے۔

گھر سے باہر آنے کے شرعی آداب

ثانیاً قرآن پاک کا مطالبہ ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے ان کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں، اور شہوت کے مقام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں مثلاً مرد و عورت کا ملا جلا کلب گھر اور مخلوط سوسائٹی، سینما، تھیٹر اور اس طرح کی دوسری جگہوں سے مکمل اجتناب رکھیں جس کا حکم قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ الخ میں گزرا، پھر یہ کہ نکلیں تو ستر کو چھپا کر، اور آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے، بجز ہتھیلی اور چہرہ کے، جس کا ذکر لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الخ میں ہے، ثالثاً باہر نکلیں یا کسی کے سامنے آئیں تو چادر (دوپٹہ) اوپر سے ڈال لیں، اور بدن کا تراش و خراش ظاہر نہ ہونے دیں، جیسا کہ ابھی آیت گزری يُدْنِيْنَ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اور دوسری جگہ قرآن پاک نے اعلان کیا۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (نور - ۴۰)

اور اپنی اوڑھنی عورتیں اپنے گریبان پر ڈال لیں۔

دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ

خمار لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سر پر ڈالتی ہے۔ سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ سر پر سے لاکر سینوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ پڑے اس طرح ہرگز نہ ہو کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے جس سے سینہ کا ابھار نہ چھپ سکے بلکہ اس میں اور ابھار پیدا ہو جائے، جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا، اور جس کو اسلام مٹانے آیا تھا، یہاں یہ حکم ہے کہ قمیص کے اوپر دوپٹہ

Marfat.com

اس طرح ڈالا جائے کہ پوری ستر پوشی ہو سکے۔
ہمارے شعراء کرام کے یہاں جوبن کے ابھار کو جو جگہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور طبعاً نیز شعراء وغیرہ کا تازہ کردہ احساس بسا اوقات آدمی کو اس ابھار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اس لئے موجودہ دور میں اور بھی ضرورت ہے کہ اس کی پوری ستر پوشی عمل میں لائی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

یرحم اللہ نساء المھاجرات الاول لما انزل اللہ (ولیضربن الخ) شققن مروطھن فاختمرن بھا (بخاری کتاب التفسیر مصری (ج ۳ ص ۱۱)	اللہ اوّل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب دوپٹہ کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ پھاڑ کر دوپٹہ بنا لیا۔

ابن کثیر نے اور بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں اس آیت پر پورا پورا عمل کیا گیا۔

اظہار زینت وغیرہ کی ممانعت رابعاً نکلیں تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے زینت کا اظہار ہو یا دوسروں کی توجہ اس کی طرف کھینچے۔ نہ ظاہری طور پر ایسی بات ہو اور نہ باطنی طریقہ پر بلکہ ہر طرح ظاہر و باطن پاک ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (مومن ۔ ۲)	وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔

اور ظاہر کے متعلق ہدایت فرمائی۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (نور ۔ ۴)	اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت جانی جائے۔ اور اے ایمان والو سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔

عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں، بعض زیور بنایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ جب عورتیں اس کو پہن کر چلیں گی اس میں آواز پیدا ہو گی جیسے گھونگرو وغیرہ اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں، شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اور بعض زیور خود

Marfat.com

تو نہیں بجتے، ہاں دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں جیسے چھڑا اور کڑا وغیرہ اس طرح کے زیورات کو پہننا جائز ہیں مگر احتیاط کا حکم ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کریں۔ پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی چمک دمک دوسروں کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر رہی ہوں کہ کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک بسا اوقات یہ بھی فتنہ وفساد بن جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب زیورات کے اخفا کا حکم ہے اور ان کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے، تو جن اعضاء میں یہ زیورات پہنے جاتے ہیں ان کے اخفا کا تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا اور شریعت میں ان اعضاء کے ستر کا تاکیدی حکم ہے بھی پس معلوم ہوا کہ زیورات اور ان کے اعضاء سب کی ستر پوشی کا حکم ہے۔

لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ کے ضمن میں بیضاوی کہتے ہیں یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ آواز مردوں میں عورتوں کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں یہ تعبیر اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ اظہار زینت سے منع کیا جاتا یا بلند آوازی سے روکا جاتا (کیونکہ اس تعبیر میں یہ سب خود بخود داخل ہو گئے)

تفسیر کبیر میں ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سنتا ہے تو اس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش میں زیادتی آجاتی ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیرؓ کی صاحبزادی کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے گئیں۔ لڑکی کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا، حضرت عمرؓ نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا " مع کل جرس شیطان" عن ابی داؤد اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا اسے اتار کر آؤ۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلعم کو فرماتے سنا۔

لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس — اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے

(فتاویٰ عبدالحئی اُردو ج ۲ صفحہ ۲)

خوشبو مل کر نکلنے کی ممانعت | اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کی چغلی کرتی ہو، یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا، خوشبو اور عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر

Marfat.com

نہ نکلیں، حدیث میں عورتوں کے لئے مسجد کی اجازت مذکور ہے، مگر وہاں بھی گو وہ عبادت کے لئے خدا کے گھر میں حاضر ہو رہی ہیں، خوشبو مل کر نکلنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ہدایت ہے کہ کپڑوں میں بھی چمک دمک نہ ہو معمولی اور استعمال کے کپڑوں میں مسجد آئیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنے کی حاجت ہو تو اس طرح نکلیں کہ وہ دوسروں کے لئے جاذبِ نظر نہ ہو ایک حدیث ہے۔

کل عین زانیۃ والمرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۶)	ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس پر گزرتی ہے وہ بھی زانیہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک عورت سے ملاقات ہو گئی، جس نے خوشبو چھوٹ رہی تھی، دریافت فرمایا، مسجد سے آرہی ہو؟ بی بی نے کہا، ہاں۔ فرمایا خوشبو ملے ہوئی ہو؟ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا، میں نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ پلٹی ہیں تو اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح دھویا[1]

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الرافلۃ فی الزینۃ فی غیر اھلھا کمثل ظلمۃ یوم القیامۃ لا نور لھا۔ (ترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ خروج النساء فی الزینۃ)	اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا ایسا ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی جس کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔

عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم

اوپر جو آیت ذکر کی گئی اس سے یہ بھی کنایۃً معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کی خاطر صدر راستہ سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو، بلکہ وہ کنارے سے ہو کر گزر جائیں۔ مسجد میں جہاں ان کو حاضری کی اجازت ہے وہیں ان کو حکم ہے کہ پچھلی صف میں ملیں حدیث میں صراحت ہے۔

خیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا	عورتوں کے لئے بہترین صف اس کی پچھلی صف

ٓ اس سلسلہ میں میری کتاب "اسلام کا نظام مساجد" کا یہ باب دیکھیں ۱۲ منہ [1] ابن کثیر ص ۲۸۶ ج ۳۔

Marfat.com

اولھا - رواہ مسلم (ریاض الصالحین صہ ۲۵۵)　　ہے اور اس کی اگلی بدترین صف ہے۔

اور مردوں کے لئے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے لئے بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اسی طرح مسجد سے واپسی میں ہدایت تھی کہ عورتیں پہلے آجائیں تب مرد مسجد سے چلیں اور یہ کہ اگر مردوں کا ساتھ ہو جائے تو راستہ کے کنارے ہو جائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔

استاخرن فانہ لیس لکن ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق۔　　عورتیں پیچھے ہو جائیں، عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ راستہ کے کنارے سے چلیں۔

(ابن کثیر ج ۳ صہ ۳۶۹)

اس حکم کے بعد عورتوں کا اسی پر عمل رہا، اس طرح چلتی تھیں کہ ان کا کپڑا دیوار سے لگتا ہوتا تھا۔

اسلام میں احترام عفت آج کون ایسا عقلمند ہے جس کو دنیا کا تھوڑا بہت بھی تجربہ ہو اور وہ ان ہدایات کی حکمتوں کا انکار کر دے، جو قوم اور جماعت ان ہدایات کو نہیں برتا کرتی وہاں عفت وعصمت خطرہ میں گھر جاتی ہے۔ جس کی خبریں رات دن ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں، صدق لکھنؤ کا فائل دیکھ جائیے اس میں اس طرح کی سیکڑوں خبریں مل جائینگی کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر قصد وارادہ بھی نوجوان تیرِ نظر کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ادائے جاناں پر فریفتہ ہو کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں، اسلام نے فروع سے صرف نظر کیا ہے مگر اصل حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور ان تمام راہوں پر آہنی دیوار کھینچ دی ہے جن سے فتنوں کے داخلہ کا خطرہ ہو سکتا ہے، اور اس طرح عفت وعصمت کے دامن کو داغدار ہونے سے بچا لیا ہے۔

بات کرنے میں لوچ نہ ہو اسی حد تک بس نہیں ہے، اسلام نے اس کا حکم بھی دیا ہے کہ اگر وہ کسی اجنبی مرد سے اپنے شوہر کے علاوہ مجبوراً باتیں کریں، گو وہ پردہ کی اوٹ سے ہو، تو بھی باتوں میں لوچ اور شرینی پیدا نہ ہونے پائے تاکہ کسی بدطینت کو شرارت کا موقع نہ ملے، ارشاد ربانی ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ　　اور دبا کر باتیں نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ

...مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (احزاب ۴) ...ہے وہ لالچ کرے اور تم معقول بات کہو۔

اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے کا جو طریقہ ہے وہ بس اسی کے لئے خاص ہے دوسروں کے لئے وہ طرزِ گفتگو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ غیر سے جو بات کی جائے وہ صاف اور بھلی ہو ...نوہ واد کے ساتھ گفتگو ہرگز نہ کی جائے اور گفتگو میں لب ولہجہ خشک ہی رکھا جائے، الگی لپٹی ...یں جس سے مرد کے شیطانی نفس کو حیلہ کی راہ سوجھتی ہے اس سے بالکلیہ اجتناب ضروری ہے

فقہا نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے۔ ضرورت کے ...ت وہ اجنبی سے بول سکتی ہے، ہاں کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے اس ...مطلب یہی ہے کہ ایسی گفتگو جس میں لوچ ہو۔ عورت کے لئے جائز نہیں ہے، یا بغیر ضرورت ...ردوں سے بات چیت کی آزادی نہیں ہے۔

صاحب ردالمختار نے علامہ مقدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے "کہ کوئی ناسمجھ صوت المرأۃ ...ۃ (عورت کی آواز ستر ہے) کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں۔ بلکہ ہم تو ...قت ضرورت اجنبیوں کے لئے عورتوں سے کلام کو جائز کہتے ہیں، ہاں ہم یہ جائز نہیں سمجھتے کہ ...زمیں تیز آواز میں بولیں، لوچدار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں، جس سے ...ردوں کے دل ان کی طرف کھچیں اور ان کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہم ...رتوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے۔[1]

محرم کے لئے رعایت اسلام نے اظہارِ زینت، بے پردگی، جاکر بات چیت کرنے اور اس ...رح کی دوسری چیزوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے، البتہ اپنے ان خصوصی رشتہ داروں کے ...امنے آنے کی اجازت دی ہے جن کو اپنے خصوصی رشتہ کی وجہ سے طبعاً عورت کے لئے خیر ...خواہش ہوتی ہے۔ جیسے باپ، اپنا خاص بھائی، اپنا لڑکا اور اپنا خاص بھتیجا وغیرہ۔ قرآن ...ے میں ارشادِ ربانی ہے۔

...وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ ... اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ

اور اپنی زینت عورتیں نہ کھولیں مگر اپنے خاوند کے لئے یا اپنے باپ کے آگے، یا اپنے خاوند کے

[1] ردالمختار۔ ج ۱ ص ۲۸۴۔

Marfat.com

أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَآءِ

(نور - ۴)

باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی لونڈیوں کے یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے جو مرد کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے، جنہوں نے ابھی عورتوں کے بھید کو نہیں پہچانا

اس آیت میں جہاں بھائی کا ذکر ہے اس سے صرف اپنا حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی مراد ہے۔ چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھازاد بھائی اور اس طرح دوسرے وہ بھائی مراد نہیں ہیں جن سے شادی کبھی بھی جائز ہو سکتی ہے ان سے بھی پردہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح غیروں سے۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی شادی درست نہ ہو اور ابداء زینت صرف انہی کے سامنے جائز ہے جو محرم ہیں، ہندوستان اور غیر ملک میں چچازاد اور ماموں زاد بھائی وغیرہ سے جو بے پردگی کا رواج ہے شریعت کے خلاف ہے، بھائی کے لڑکے سے مراد آیت میں اپنا سگا علاتی اور اخیافی بھائی کا لڑکا ہی مراد ہے، دوسرے بھائیوں کے لڑکے مراد نہیں ہیں اسی طرح بہن کے بیٹوں میں صرف حقیقی، علاتی اور اخیافی بہن کے لڑکے شریک ہونگے، غیر نہیں اپنی عورتوں سے آیت میں دین کی شریک بہنیں مراد ہیں۔ کافر عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے کہ وہ اجنبی مرد کے حکم میں داخل ہیں، ہاں کافر لونڈیوں سے پردہ نہیں ہے، غلام بھی اجنبی مرد کے حکم میں ہی ہے، ان سے بھی پردہ ہوگا اگر یہ بالغ ہوں۔

مردوں میں جو نابالغ ہوں یا کم عقلی کی وجہ سے عورت مرد کی اس کو تمیز نہ ہو اور نہ عورت سے اس کو کوئی رغبت ہو ان سے پردہ ضروری نہیں ہے بقیہ تمام بالغ مردوں سے پردہ عورت کے لئے ضروری ہے، گو وہ بوڑھا ہو، عنین ہو یا مجبوب ہو۔

جن کے سامنے ابداء زینت کی اجازت ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کیا ہی جائے ہاں ان کے سامنے کسی وجہ سے ظاہر ہو جائے تو شرعاً مضائقہ بھی نہیں ہے

Marfat.com

علاوہ جن حصوں کا کھولنا جائز ہے وہ ہتھیلیاں اور چہرہ ہے، جیسا کہ اوپر قرآن کی آیت گزر چکی ہے اور زیادہ سے زیادہ محرم کے سامنے وہ اعضاء بھی ضرورتاً کھولے جا سکتے ہیں جن میں زیور پہنے جاتے ہیں میری مراد کان، بازو اور گردن وغیرہ سے ہے، ہاں شوہر سے کسی حصہ کا اخفا ضروری نہیں ہے، البتہ ادب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھے۔

مخنث عورتوں میں نہ آئے مخنث کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابتداءً اجازت تھی۔ ایک مخنث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آتا تھا، لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو عورتوں کی ذات میں کوئی توجہ نہیں، مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس کو بھی عورتوں کے حسن و جمال سے مناسبت ہے، چنانچہ ایک دن وہ بیٹھا کسی عورت کی آمد کا نقشہ کھینچ رہا تھا اس کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:۔

الا اری هذا یعلم ما ههنا لا یدخلن علیکم (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۵) — یہ یہاں کی باتیں جانتا ہے اب یہ تمہارے پاس نہ آنے پائے۔

اس کے بعد اسے عورتوں میں آنے سے روک دیا گیا۔

مراہق کے لئے ہدایت شریعتِ مطہرہ نے مراہق (یعنی قریب البلوغ) لڑکے کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ عورتوں کو ان کے سامنے ابداءِ زینت کی۔ مراہق کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایاکم والدخول علی النساء — عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔

(مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ)

شوہر کے عزیز و قریب سے اجتناب شوہر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے اور مذاق کرنے کا جو رواج ہندوستان میں ہے وہ بھی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے وہ شوہر کا بھائی ہو یا کوئی اور عزیز محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے، دوسرا کوئی نہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر کے عزیز و قریب (جیسے بھائی وغیرہ) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

الحمو الموت (مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ) — شوہر کے رشتہ دار عزیز (بھائی وغیرہ) موت ہیں۔

Marfat.com

یعنی ان سے تو اور بھی پرہیز کرنا چاہیئے، جو غیر محرم ہیں اور قرابت دار ہیں ان کے نزدیک جانا بھی نہیں چاہیئے اس لئے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے اور فتنہ میں پڑنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ یہ تو بے دھڑک پہنچیں گے [1]

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے اسلام ان تمام خطروں سے عفت و عصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جن سے عفت پر حرف آسکتا ہے، کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ پھر مزید اس سے تہمت جو خواہ مخواہ آئیگی وہ بھی پوشید نہیں، اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا، ارشادِ نبوی ہے۔

لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۹)

کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا ہے مگر تیسرا شیطان موجود رہتا ہے۔

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت میں ابھار پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے اور مرد و عورت دونوں کے قلب میں برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے، یہاں کامیابی نہیں ہوتی، تو کسی تیسرے کو بہکاتا ہے کہ ان کے حق میں سوئے ظن کا اظہار کرے، اور اس طرح ناکردہ گناہ میں کلنگ کا ٹیکہ لگانا چاہتا ہے۔

اس مہذب زمانہ میں برائی کا سبب بہت کچھ یہی طریقہ ہے کہ عورتیں بیباکانہ تنہائی میں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں، اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔

جن کے شوہر گھر میں نہیں، ان سے بچو ایک حدیث میں ہے کہ ان عورتوں کے پاس ملنے کے لئے نہ جایا کرو جن کے شوہر گھر میں نہیں ہیں، اور اس ممانعت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شہوت میں تحریک پیدا کر دے۔

فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم (مشکوٰۃ ص ۲۶۹)

اس لئے کہ شیطان تم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

---

[1] حاشیہ ترمذی ج ا ص ۱۴۰ عن اللمعات ۱۲۔

اسی حدیث میں ہے کہ راوی نے خود ذات بابرکت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا میرا بھی یہی حال تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیطان پر مجھے غلبہ حاصل ہو گیا اور اب اس سے ہر طرح محفوظ ہوں۔

ومنی۔ ولکن اللہ اعانتی علیہ فاسلم میرا بھی یہی حال تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اعانت فرمائی اب وہ تابع ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۹)

ان حدیثوں کی روشنی میں مرد و عورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں ان سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے اور ہر ذی عقل حدیث کے اس نقطۂ نظر کے ماننے پر مجبور ہے۔

ام المومنین صفیہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت معتکف تھے، میں ایک رات آپؐ سے ملنے گئی چنانچہ میں نے آپؐ سے بات چیت کی، پھر اٹھی کہ واپس چلی چلوں، میرے ساتھ آنحضرتؐ بھی ہو لئے تاکہ مجھے گھر تک پہنچا دیں، ہم دونوں جا رہے تھے کہ دو انصاری بزرگ گزرے اور جب ان لوگوں نے آنحضرت کو دیکھا تو اور جلدی سے چل دیے۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا اطمینان سے جاؤ یہ میرے ساتھ صفیہ بنتِ حی ہیں ان دونوں نے کہا "سبحان اللہ یا رسول اللہؐ" یعنی کیا آپؐ کے متعلق بھی بدگمانی ہو سکتی ہے تو آپؐ نے فرمایا۔

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا۔ (متفق علیہ)

آدمی میں شیطان خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

(ریاض الصالحین کتاب الملح والمنثورات۔ ص ۷۸۲)

جدید تحقیقات ہماری تائید میں

اب تک اس باب میں قرآن پاک، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں بحث کی گئی مگر کچھ لوگوں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی، جب تک وہ اہل یورپ کی رائے نہیں ملاحظہ کر لیتے، چنانچہ ایسے روشن خیال طبقہ کیلئے انسائیکلوپیڈیا وغیرہ کے حوالہ سے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے ہمارے مطمح نظر کی مزید تائید ہوتی ہے

رومن امپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے اور جو حکومت تمدن و تہذیب کے اعلیٰ درجہ

Marfat.com

پر فائز تھی، یہاں رومن امپائر میں بھی عروج وترقی کے زمانہ میں عورتیں پردہ ہی میں رکھی جاتی تھیں ان کو باہر کے کاموں سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ انیسویں صدی کی انسائیکلوپیڈیا میں مذکور ہے۔

رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں، جس طرح مرد پسند کرتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں، ان کے شوہر اور باپ بھائی صرف میدانِ جنگ میں سرفروشی کرتے تھے، خانہ داری کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد عورتوں کے اہم کام یہ تھے کہ وہ سوت کاتیں اور اون کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں، رومانی عورتیں سخت پردہ کیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی، وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپا لیتی اور اس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی، پھر اس چادر پر بھی ایک عبا اوڑھی جاتی جس کے سبب سے اس کی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔[۱]

عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ اس دور میں اس ملک اور قوم کی ترقی وعروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا، تمام شعبہائے زندگی میں سب سے فائق تھے مگر ٹھیک یہی زمانہ تھا کہ ان کو عیش پرستی اور لہو ولعب کا شوق پیدا ہوا اور پھر اس سلسلہ میں مردوں نے اپنی ہر مجلسِ نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ ان کے بغیر مجلس سونی اور بے رونق معلوم ہو رہی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو پردہ کی قید سے باہر نکالا اور ان کے دامنِ عصمت کو داغدار بنانے کی سعی کی، اور کچھ ہی دنوں میں ان کی عورتیں ناچ ورنگ کی محفلوں میں کھل کر آ گئیں۔ پھر رومانی حکومت کا کیا حشر ہو۔؟ بربادی شروع ہو گئی اور ساری عظمت وشوکت کی عمارت زمین پر آ گئی اور بلاشبہ اس بربادی کا بڑا سبب عورتوں کی آزادی ہی تھی، تاریخ کی روشنی میں علامہ فرید وجدی تحریر فرماتے ہیں۔

مگر بات یہ ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو باقتضائے فطرت مرد ان پر مائل ہونے لگے اور اس کے لئے آپس میں کٹنا مرنا شروع کر دیا، یہ ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے جس

---

[۱] مسلمان عورت ص۱۵۷۔

Marfat.com

کے ماننے میں کوئی شخص بحث ہی نہیں کر سکتا ہے[1]

علامہ لوئس پیرول نے ریویو آف ریویوز جلد ۱۱ میں "پولیٹکل فساد" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے، اس میں کہتا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی بنیادیں منہدم کرنے میں سب سے زبردست کارکن عورت رہی ہے"[2]، پھر آگے چل کر رقمطراز ہے۔

"رومانی جمہوری حکومت کے پچھلے دور میں مدبران سلطنت اور اعیانِ مملکت نازک مزاج اور عیش پسند عورتوں کی صحبت بہت پسند کرنے لگے تھے، اور ایسی عورتیں ان دنوں بکثرت پائی جاتی تھیں[3]

مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کا انجام

پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور آزادی پانے کے بعد ملک کی کیا حالت ہوئی؟ تاریخ میں پڑھیئے، عورتوں کی آزادی کی وجہ سے ملک کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے، فتنہ و فساد کے چشمے ابلنے لگے، ان کے اخلاق و اعمال نے تعفن پیدا کر دیا اور پھر ہوا یہ کہ:۔

عورت و مرد کے اس آزادانہ میل جول کی وجہ سے روما والوں میں جیسی کمینہ عادتیں اور گندہ خصلتیں پیدا ہو گئی تھیں میرا قلم ان کے لکھنے سے شرماتا ہے جن سے ان کی ہمتیں مردہ ہو گئیں، ارادے پست ہو گئے اور طبیعتوں میں کمینہ پن آگیا پھر تو ان میں باہمی چشمک اور خونریزی و خانہ جنگی کا زور ہوا اور یہ فساد اس قدر بڑھا کہ انسانیت اور اخلاق کا ان میں نام تک نہیں رہا[4]

یہ ایک تاریخی واقعہ تھا جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا، مگر عرض یہ کرنا ہے کہ عورتوں کے متعلق حجاب کا جو خداوندی قانون ہے، تجربات کی روشنی میں اہل یورپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے چنانچہ فلسفۂ حسی کا موسس اگسٹ کونٹ اپنی مشہور تصنیف "النظام السیاسیہ علی حسب الفلسفۃ الحسیہ" میں لکھتا ہے۔

"جس طرح ہمارے زمانہ میں عورتوں کی سوشیل حالت کے متعلق خیالی گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں اسی طرح تغیرِ نظام تمدن اور آدابِ معاشرت کے ہر ایک دور میں پیدا ہوتی رہی

---

[1] مسلمان عورت ص ۱۵۸ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۱۵۹ - [4] ایضاً ص ۱۶۶ -

Marfat.com

ہیں مگر وہ لاآف نیچر جو جنس محب (عورت) کو منزلی زندگی کے لئے مخصوص رکھتا ہے، اس میں کبھی کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا، یہ قانونِ آلٰہی اس درجہ صحیح اور محقق ہے کہ گو اس کی مخالفت میں سیکڑوں باطل خیالات قائم ہوتے رہے مگر یہ بغیر کسی نقصان یا تغیر کے سب پر غالب آتا رہا، مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی شرکت سے جو خوفناک نتائج اور فساد پیدا ہو رہے ہیں ان کا علاج یہی ہے کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محب (عورت) کے جو مادی فرائض ہیں ان کی حد بندی اور تعیین کر دی جائے، مرد پر واجب ہے کہ عورت کے تغذیہ کا انتظام کرے، یہی وہ قانون طبعی اور ناموس الٰہی ہے جو جنس محب کی اصلی زندگی کو منزلی دائرہ میں محدود کرتا ہے، یہی وہ قاعدہ ہے جو ہیئتِ اجتماعی کے خوفناک اور مہیب اشکال کو احسن واکمل کر دیتا ہے، یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقیِ نوعِ انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے[1]

علوم مادیہ کا ایک اور ماہر ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے۔

"عورت کو چاہیے عورت رہے، ہاں بے شک عورت کو چاہیئے عورت رہے، اسی میں اس کے لئے فلاح ہے اور یہی وہ وصف ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے اور قدرت کی یہ ہدایت ہے۔ اس لیئے جس قدر عورت اس سے قریب ہو گی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی، اور جس قدر دور ہو گی اس کے مصائب ترقی کرینگے۔ بعض فلاسفہ انسانی زندگی کو پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی دلفریب، پاک اور بے حد پاکیزہ ہے بشرطیکہ ہر مرد اور ہر عورت اپنے ان مدارج سے واقف ہو جائے جو قدرت نے اس کے لئے قرار دیے ہیں اور اپنے ان فرائض کو ادا کرے جو قدرت نے اس کے متعلق کر دیے ہیں[2]

عورت اپنے جنسی فرائض سے آگے

اسی حد تک نہیں بلکہ تجربات نے ثابت کر دیا ہے اور علمائے یورپ کو اس بات کے ماننے پر مجبور کر دیا کہ جو عورت اپنے جنسی فرائض انجام

[1] مسلمان عورت صفحہ ۵۶، ۵۷ – [2] ایضاً ص ۵۸، ۵۹ –

Marfat.com

نہیں دیتی وہ عورت نہیں ہے چنانچہ یہی نزول سیمان ایک موقع پر لکھتا ہے۔

جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کے فرائض انجام دیتی ہے مگر افسوس ہے کہ عورت نہیں رہتی [1]

سماج کا فریضہ آج بہت سے مسلمانوں کو اسلامی پردے کی شکایت ہے، وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے دین کی ان ہدایات پر چراغ پا ہوتے ہیں مگر غور کیجئے کہ خود علمائے یورپ اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے۔ اگسٹ کونٹ "النظام السیاسی" میں لکھتا ہے۔

"شوہر یا کسی قریبی رشتہ دار کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا فرض ہے کہ عورت کی ضروریات کا اپنی دولت سے انتظام کرے، تاکہ معاش کی ضرورت سے مجبور ہو کر اسے گھر سے باہر کی زندگی میں اپنے آپ کو مبتلا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ حتی الامکان عورت کی زندگی کو منزل دائرے میں محدود رہنا چاہیئے اور ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ عورت خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رہے اور قدرت نے اسے جس دائرہ میں محدود کر دیا ہے، اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو [2]

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لئے جو قانون اول دن مرتب کیا تھا آج دنیا پھر پھرا کر اسی پر آ رہی ہے کہ اسلام نے بے کس و مجبور عورت کا بار مسلمان کے بیت المال پر ڈالا تھا، کچھ پہلے لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ ملک پر بار ہے جو نہ ہونا چاہیئے، مگر اسے کیا کہیئے کہ خود علمائے یورپ اس حد تک آ گئے ہیں کہ مجبور عورتوں کا بار سوسائٹی پر ڈالتے ہیں۔

عورتوں کی آزادی خود ان کے حق میں کون نہیں جانتا کہ عورتوں کی آزادی ملک کو تباہ کر ڈالتی ہے، قوم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالتی ہے اور خود عورتوں کو جنت سے جہنم میں پہنچا دیتی ہے عورت اس بیسویں صدی میں خوش ہے کہ اسے حقوق مل رہے ہیں وہ ہر محکمہ میں ملازمت حاصل کر رہی ہے مگر اسے پتہ نہیں کہ مردوں نے اسے بیل گائے کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسے ذرہ برابر چین نہیں، اپنے قدرتی فرائض سے دن بدن دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مردوں کی تفریح کے لئے عورتوں کو سینما کے پردوں پر آنا پڑا، مردوں کی دلبستگی کا سامان مہیا کرنے کے

---

[1] مسلمان عورت ص۵۸ ۵۹ [2] ایضاً ص۷۹۔

Marfat.com

لئے تھیٹر کی ناپاک زندگی قبول کرنی پڑی۔ مردوں کی ہوس پوری کرنے کے لئے ان کو کلب اور ناچ گھروں میں ناچنا پڑا اور حد یہ ہے کہ محض مردوں کی شہوت پرستی کے سلسلہ میں عورتوں کو عریاں کلب بنانا پڑا، مگر اب تک عورت یہی سمجھ رہی ہے کہ مردوں کی غلامی سے ہمیں نجات مل گئی۔

[1] بریں عقل و دانش بباید گریست

عورتوں کی آزادی مردوں کے حق میں

مرد نہیں سوچتا کہ عورت کی آزادی سے اس کو کیا نقصان ہو رہا ہے کتنی شریف زادیاں سینما اور تھیٹر وغیرہ کی نمائش بن گئیں، کتنے شریف کی بہو بیٹیاں گھر سے نکل گئیں اور کتنی پاکدامن عورتوں کی عصمت رسوا ہو رہی ہے۔ کالج، یونی اور کلبوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہر پڑھا لکھا جا

اسلام نے عورتوں کی قدم قدم پر اسی وجہ سے عصمت میں رہنمائی کی ہے کہ نظام تمد برقرار رہے اور مرد و عورت دونوں اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی انجام دے سکیں جہاں شر کی بتائی ہوئی راہ کے خلاف عورت و مرد کا اجتماع ہوتا ہے وہاں یقینی طور پر جلد یا بدیر فتنے ا ہیں اور دونوں ہی اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہ اور کاہل ثابت ہوتے ہیں۔

عورت کہاں سے کہاں پہنچتی ہے

ہمیں جناب ماہر القادری صاحب کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے کہ "ذوقِ بے حجابی اور شوقِ تبرج صرف چہرہ کی بے نقابی پر ہی قناعت نہیں کرتا، پہلے نقاب اٹھتی ہے، پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لوگ، دیکھیں اور شوق و قدردانی کی نگاہ سے دیکھیں، ہوسناکیوں، بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرہ کو بے نقاب کرتے ہوئے فرطِ شرم وغیرت سے پسینہ پسینہ ہو گئی تھی وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغلگیر ہو کر ناچتی اور تھرکتی ہے[2]۔

پردہ میں ضعفِ اعصاب کا شکوہ غلط ہے

جو لوگ پردہ کے نقصانات میں اعصاب کی کمزوری اشتہو کا ابھار اور تعلیم وغیرہ سے محرومی بتاتے ہیں وہ سراسر غلط

[1] مسلمان عورت ص ۷۹ [2] فاران دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۷۔

خودکشی کے اعداد و شمار نے ثابت کر دیا ہے کہ اعصاب کس کے کمزور ہوتے ہیں۔ شہوت پرستی، کا مسئلہ بھی مغرب و مشرق کی بدکاری و زناکاری کے واقعات نے عیاں کر دیا ہے، تعلیم کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اسلام میں اہل علم عورتوں کی تاریخ پڑھیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ پردہ میں رہ کر جو شادی ہوتی ہے اس میں طلاق کی نوبت بکثرت آتی ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ یورپ و ایشیا، یا پردہ دار اور غیر پردہ والے ملک کے طلاق کے اعداد و شمار جمع کر لئے جائیں۔[1]

ہمیں تو صرف یہ بتانا ہے کہ عفت و عصمت کی حفاظت پردہ ہی میں ہے، جس کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔ جس کا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بیشتر ممالک میں پردہ سے متعلق عام چرچا شروع ہو گیا، جرمنی میں "عورتیں گھروں کی طرف واپس ہوں" کی تحریک شروع ہوئی، امریکہ میں ہر سال ایک لاکھ خودکشی کے واقعات ہوتے ہیں جن میں کامیابی سترہ ہزار کو ہوتی ہے ان میں نمبر عورتوں ہی کا بڑھا ہوا ہوتا ہے، جو عشق و محبت کی ناکامی کا نتیجہ ہے۔

غیر عورت کی حالت مرد سے بیان نہ کی جائے

اسلام نے ان راستوں پر بھی پہرہ بٹھا دیا ہے جو غیر محسوس طور پر عفت و عصمت کے لئے خطرناک ہیں، مثلاً رحمت عالم صلی اللہ نے فرمایا کہ عورت جب عورت سے ملے اور اسے دیکھے تو وہ جا کر دوسری عورت کا حال کھول کر اپنے شوہر سے بیان نہ کرے کہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اور اس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے، ارشادِ نبوی ہے۔

لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها کأنه ینظر الیها

عورت عورت کے ساتھ اس طرح نہ رہے سہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی حالت اس طرح کھل کر بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

(بخاری باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها)

اس طرح شہوت میں ابھار پیدا ہونے کا امکان بلاشبہ ہے اور پھر اس سے فتنہ کے برپا ہونے کا۔

مرد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے

اسی طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو بھی منع کیا ہے کہ وہ اپنے زن و شو کی باہمی راز کی بات کسی غیر مرد سے بیان نہ کرے ارشاد نبویؐ ہے۔

---

[1] اس سلسلہ میں المرأة المسلمہ (فرید وجدی) کا مطالعہ کریں، یا اس کا اردو ترجمہ "مسلمان عورت"

Marfat.com

ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امرأۃ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا (مسلم باب تحریم افشاء سر المرأۃ ج ۱ ص ۴۶۴)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترہ وہ شخص ہے کہ وہ اور اس کی بیوی یکجا ہوا در پھر مرد اس بھید کو کھول دے۔

عورت کو جس طرح دوسری عورت کی ہیئت جسمانی وغیرہ کے بیان سے روکا گیا ہے اسی طرح یہاں مرد کو روکا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے پرائیویٹ پہلو کو کسی کے سامنے بیان کرے یہاں بھی اور باتوں کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ دوسرے کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انسانی شہوت کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے فطرتاً اس میں تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے سہی انسانی دماغ کہاں کہاں کے چکر لگانے لگتا ہے۔ اس لئے عقل وشعور کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی بیہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے اور شہوت انگیز باتوں سے مکمل اجتناب برتا جائے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ بلا فائدہ مجملاً جماع کا تذکرہ بھی مکروہ ہے، ہاں ضرورت کی بات اور ہے۔ جیسے کوئی یہ سمجھے کہ جماع پر اسکو قدرت نہیں ہے تو البتہ ایسے موقع پر جماع کا تذکرہ مکروہ نہ ہوگا، اور تفصیل تو ہر حال میں حرام اور بُری چیز ہے[1]

ہیجانی کیفیت پیدا کرانے والی باتوں سے اجتناب

شریعت نے اسی وجہ سے ہر اس طریقہ سے منع کیا ہے، جو انسانی طاقت میں ہیجان پیدا کر سکتا ہے اور جس سے کسی فتنہ وفساد یا گناہ اور معصیت کا اندیشہ سامنے آسکتا ہے۔ سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے سارے دواعی پر کڑی نگرانی فرمائی ہے کوئی بھی داعیہ جو عقل وشعور میں معصیت کا موجب ہو سکتا ہے اس کو عمل میں لانے سے منع فرما دیا ہے، چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا

لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ (رواہ مسلم)

کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ عورت ہی دوسری عورت کا ستر دیکھے۔

انسانی فطرت ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، مرد مرد کا ستر دیکھے یا عورت عورت کا، یا یہ شکل ہو کہ مرد عورت کا ستر دیکھے اور عورت مرد کا ستر دیکھے اور شہوت میں جب ہیجان پیدا ہوتا ہے تو خطرہ منڈلانے لگتا ہے انسانی طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے

---

[1] شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۶۴

Marfat.com

ہے اور پھر ایک غلط جذبہ اس کے دل میں گھر کر لیتا ہے، کبھی مرد کو مرد سے عشق ہو جاتا ہے اور طبیعت میں گندگی ہے تو موقع پا کر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے کبھی اس کی شہوت کا زور اسے کسی اجنبی عورت کی طرف مائل کر دیتا ہے اور کم وبیش یہی حال عورت کا ہوتا ہے کہ کبھی وہ آپس میں عشق و محبت کی داستان چھیڑ دیتی ہے اور کبھی کسی غیر مرد سے نظر لطف و کرم کی متمنی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی طریقہ غلطی میں بلکہ معصیت میں مبتلا کر دیتے ہیں، پھر یہ بھی بات ہے کہ ستر پوشی ایک ضروری چیز سمجھی جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنا ذلت کی بات ہے۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں

اور انسانی طبیعت اور اس کی قوت شہوت ہی کے پیش نظر اسلام نے اس بات سے روکا ہے کہ دو مرد ایک کپڑے میں سوئیں یا لیٹیں اسی طرح دو عورتیں ایک کپڑے میں لیٹیں یا سوئیں۔ ایسی حدیث کا آخری حصہ ہے۔

ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ فی ثوب واحد رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ)

کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت ہی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں سوئے یا لیٹے۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورت کا لیٹنا نفسیات نے بھی غلط ثابت کر دیا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ خوشگوار نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ فرمانا بھی درست ہے کہ یہ چیز شہوت میں بہت ہیجان کا باعث ہو جایا کرتی ہے جس سے کبھی کبھی سحاق کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی لواطت کی۔ؔ جو نہایت مبغوض فعل ہیں۔

ستر اور اس کی پردہ پوشی

مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے جس کا چھپائے رکھنا مرد کے لئے ضروری ہے سوائے بیوی کے اور کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا اور آزاد عورت کا ستر چہرہ اور ہتھیلی چھوڑ کر سارا جسم ہی ہے مگر عورت کا ستر عورت کے لئے بھی ناف سے گھٹنے تک ہی ہے، اتنا حصہ عورت کا عورت بھی نہیں دیکھ سکتی سوائے بچہ کی پیدائش کے موقع کے جس میں معذوری ہے، یا پھر شوہر کے لئے۔

انسانی فطرت میں بڑی حد تک یہ بھی داخل ہے کہ اپنی شرمگاہ دیکھنے سے بھی شہوت

ؔ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث بعد میں آئیگی ان شاء اللہ ۱۲۔

Marfat.com

بھڑکتی ہے اس لئے اسلام نے اس سے بھی روکا ہے کہ آدمی تنہائی میں بھی ننگا نہ ہو، پھر یہ مروت کے خلاف بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند غائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۱۳۶)

ننگے ہونے سے بچو اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ بھی ہیں جو جدا نہیں ہوتے مگر پاخانہ کے وقت، یا جماع کے وقت، لہٰذا ان سے شرم کرو اور انکی عزت کرو

دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا۔

احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال ا فرأیت اذا کان الرجل خالیا؟ قال فاللہ احق ان یستحیا منہ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۳۶)

اپنے ستر کی دیکھ بھال کر، ہاں اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس ہو تو اور بات ہے۔ اس نے پوچھا اگر کوئی تنہا ہو تو؟ تو اس وقت اللہ سے شرمانا حق ہے۔

ادب کا تقاضا تو بلاشبہ یہی ہے کہ تنہائی میں کراماً کاتبین فرشتے اور خود رب العزت کی موجودگی کا تصور و خیال غالب ہو اور حیا اور شرم کا پاس باقی رہے، مگر ساتھ ہی بالکل ننگے ہونے میں جذباتِ نفس میں بھی ہیجان کی کیفیت کبھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال ادب اور حکمت کا تقاضا یہ ہی ہے کہ جب بالکل مجبوری نہ ہو ننگے ہونے کی جرأت نہ کی جائے۔ اور اس طرح بے حیائی کو راہ نہ دی جائے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الا لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

کسی بیاہی عورت کے پاس کوئی غیر مرد رات نہ گزارے مگر یہ کہ وہ نکاح کرنے والا ہو یا محرم ہو۔

یہ سب حفظ ما تقدم کے طریقے ہیں اور کوئی شبہ نہیں سب ہی خطرات کے مقام ہیں اس لئے اجتناب بہرحال ضروری ہے، اور عفت پر حرف آنا اور معصیت میں مبتلا ہونا بڑی حد تک ممکن ہے۔

عورت تنہا سفر نہ کرے　اسلام نے عفت و عصمت کو کہیں بھی بے سہارا نہیں چھوڑا ہے بلکہ گنجائش پر اس کے تحفظ کی سعی کی ہے۔ زندگی میں اگر کبھی عورت کو سفر کی ضرورت پیش آتی ہے تو اسلام سفر میں بھی اس کی عصمت کا سامان کرتا ہے، چنانچہ قانونِ الٰہی ہے کہ عورت

Marfat.com

سفر میں اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو، حج جو عبادات میں داخل ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، اس کی ادائیگی بھی وہ بغیر محرم کے نہیں کر سکتی ظاہری احتیاط کو بھی اسلام نے اس باب میں فراموش نہیں کیا ہے، ارشادِ نبوی ہے۔

لا یحل لامرأۃ تومن باللّٰہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الا مع ذی محرم علیھا۔ متفق علیہ (ریاض الصالحین باب تحریم السفر المرأۃ وحدہا)

مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لئے ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں تنہا سفر کرے۔

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی بھی اس کی شادی جائز نہ ہو جیسے اپنا بھائی باپ وغیرہ شوہر ساتھ ہو، بغیر محرم کے تنہا عورت کا سفر کرنا حرام ہے۔ محرم کے علاوہ کوئی غیر محرم ساتھ ہو اسکا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عقل میں بھی بات آتی ہے کہ گھر چھوڑ کر عورت جب باہر جاتی تو اسے خطرات سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ راستہ میں نیک و بد ہر طرح کے آدمیوں سے ہو کر راستہ طے کیا جاتا ہے۔ خلقتاً عورتیں کمزور ہوتی ہیں، جذبات کی نازک ہوتی ہیں، ان کے عقل و شعور میں نسبتاً وہ پختگی نہیں ہوتی جو ہونی چاہیئے، اس لئے ایسے موقع پر کسی خاص آدمی (جیسے شوہر باپ اپنا بھائی وغیرہ) ہی کا ساتھ ہونا ضروری ہے جو اس کی ہر موقع پہ مناسب امداد کر سکے اور کبھی رفیق سفر کی امداد و اعانت سے متاثر ہو تو کوئی غلط جذبہ ابھارنے والا نہ ہو۔ ایک دفعہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لا یخلون رجل بامرأۃ الا ومعھا ذو محرم ولا تسافر المرأۃ الا ذی محرم فقال رجل یارسول اللّٰہ ان امرأتی خرجت حاجۃ وانی کتبت فی غزوۃ کذا وکذا قال قال انطلق فحج مع امرأتک متفق علیہ (ریاض الصالحین ص ۱۴۸)

کوئی مرد کسی ایسی عورت سے نہ ملے جس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو، اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ میری بیوی حج کو جارہی ہے اور میں نے غزوہ کی شرکت کا ارادہ کر لیا ہے آپ نے فرمایا تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے جا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے عورتوں

Marfat.com

کے متعلق قانون الٰہی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی عفت وعصمت اور دوسری ضروریات کا کتنا لحاظ اور پاس ہے، جہاد کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ سفر حج میں جائے، عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، جہاد کی شرکت سے بھی ضروری اس وقت عورت کے ساتھ جانا ہے۔

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت

مرد سفر میں جاتا ہے تو وہاں بھی عورتوں کو فراموش نہیں کر سکتا اپنی اور بیوی دونوں کی عفت وعصمت اور دوسری ضرورتوں کا لحاظ پاس کرنا ضروری ہے سفر کے لئے گھر سے نکلنا ہے تو اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسی دعائیں پڑھے جس میں اپنے اور اپنے بال بچوں کے تحفظ اور آرام کی درخواست ہو خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے لئے نکلتے تو دعا پڑھتے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل، اللھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی المال والاھل (ریاض الصالحین باب مایقولہ اذا رکب الخ)

اے اللہ! تو سفر میں مالک ہے اور اہل وعیال میں خلیفہ، اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ سفر کی مشقت اور برا منظر پیش آئے اور اس سے کہ مال اور اہل وعیال میں برائی دیکھوں۔

اور امت کو بھی ہدایت ہے کہ نکلتے ہوئے یہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ تمام اور باتوں کے ساتھ رب العزت تو میرے بال بچوں اور بیوی کی محافظت کرنا، الٰہ العالمین! اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر مال اور بال بچوں میں کوئی ناگوار بات دیکھنے میں آئے گویا اس طرح وہ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کو خصوصی محافظت میں دیتا ہے یوں تو اللہ تعالےٰ ہمیشہ محافظ ہی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاں سفر کی ضرورت پوری ہو جائے فوراً اپنے بال بچوں میں واپس آؤ، ارشادِ نبوی ہے۔

السفر قطعۃ من العذاب یمنع احدکم طعامہ وشرابہ ونومہ فاذا قضی نھمتہ من سفرہ فلیعجل الی اھلہ متفق علیہ

(ریاض الصالحین باب استحباب تعجیل السفر)

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے لہٰذا جوں ہی سفر کی ضرورت ختم ہو جلدی سے بال بچوں میں پلٹ آؤ۔

Marfat.com

مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال مجاہدین اسلام کی بیویاں جو شوہروں کے جہاد میں چلے جانے کے بعد تنہا رہ جاتی ہیں ان کے درجہ اور ان کی حرمت کو عام مسلمانوں کی عورتوں سے بہت بڑھا کر رکھا گیا ہے اور ان کی عفت و عصمت کا لحاظ ہر مسلمان پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم ما من رجل من القاعدين يخلف رجلا من المجاهدين فى اهله فيخونه فيهم الا وقف له يوم القيامة فياخذ من حسناته ما شاء حتى يرضى

(ریاض الصالحین باب تحریم الخلوة بالاجنبیة ص۲۶۵)

مجاہدین کی بیویوں کی عزت گھر پر رہنے والوں کے لئے ان کی ماں کی برابر ہے کوئی گھر میں رہنے والا مجاہدین میں سے کسی کے اہل میں خیانت کا ارتکاب کریگا تو قیامت کے دن اس مجاہد کو لایا جائے گا اور وہ اس خائن کی جتنی نیکیاں لے کر خوش ہوگا لے لیگا۔

قوانین استیذان

اسلام نے جہاں تمام جزئی و کلی امور کے لئے قوانین وضع کئے اور ضابطے مقرر کئے وہاں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ گھروں کے داخلہ کے لئے کوئی باضابطہ دستور نہ بناتا، چنانچہ اس نے عفت و عصمت کے تحفظ اور دوسری حکمتوں کے پیش نظر یہ ضابطہ قرار دیا کہ کوئی کسی غیر کے گھر میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو، اور پھر حصول اجازت کا طریقہ بتایا کہ اسے عمل میں لاکر اجازت طلب کرے۔

گھروں میں داخلہ سوائے اس گھر کے جو رہن سہن کے لئے نہیں ہے یا ہے مگر وہ عام ہے آنے کی کسی کو کوئی رکاوٹ نہیں جیسے خانقاہ کا وہ حصہ جو عوام و خواص ہر ایک کے لئے ہے مدرسہ جہاں کسی کو ممانعت نہیں، سرائے جو ہر شخص کے لئے برابر ہے، دروازہ اور دالان جو عام لوگوں کے لئے بنایا ہی گیا ہے یا وہ گھر جس میں کوئی رہتا نہیں ہے بلکہ اس میں سامان وغیرہ ہے۔ اس طرح کے گھر وغیرہ میں تو بلاشبہ بغیر حصول اجازت بھی آسکتا ہے کہ یہ اپنے وضع ہی کے اعتبار سے عام ہیں، چنانچہ ارشاد باری ہے۔

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (نور-۴)

اس میں تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں سامان ہے کوئی رہتا بستا نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اللہ کو معلوم ہے

ہاں جن لوگوں کو ایسے عام گھروں سے روک دیا گیا ہے وہ البتہ نہیں جا سکتے ہیں۔

گھروں میں بغیر اجازت داخلہ ممنوع

بقیہ اور دوسرے گھروں کا حکم یہ ہے کہ بغیر اجازت داخل نہ ہو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

(نور-۴)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور اس گھر والے کو سلام نہ کر لو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

غیر کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو پہلے شرعی طریقہ پر اجازت حاصل کر لی جائے یہ گھر خواہ اس کی ملکیت ہو یا وہ کرایہ پر رہتا ہو اور یا وہ عاریۃً اس میں گذر بسر کرتا ہو۔ پھر اس گھر میں محارم ہوں یا غیر محارم، مرد رہتے ہوں یا عورتیں۔ تمام شکلوں میں جو مختار خانہ ہے اس سے اجازت لینی چاہیئے بغیر اس کے کوئی چارۂ کار نہیں۔ خود گھر والا اجازت دے یا اس نے جس کو اجازت دینے کا اختیار دیا ہے وہ اجازت دے۔

طلب اجازت کا شرعی طریقہ حصولِ اجازت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر سلام کرے اور پوچھے کیا میں اندر آؤں؟ آنے کی اجازت مل جائے تو اندر جائے۔ اجازت نہ ملے یعنی گھر کے مختار نے کہا کہ ابھی نہیں آ سکتے، تو ایسی حالت میں فوراً پلٹ آئے، اصرار نہ کرے اور نہ زبردستی کرے۔ اور اگر آواز دی جواب نہیں ملا تو تین مرتبہ اذن کے لئے شرعی طریقہ اختیار کرے، تیسری مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملے تو پلٹ آئے۔ اور ایسا گھر جس کے متعلق صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں تو اس طرح کی مشکوک حالت میں بھی بغیر اجازت اندر داخلہ کا حکم نہیں ہے ارشاد رب العالمین ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا

پھر اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں داخل نہ ہو،

Marfat.com

حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (نور-۴)

جب تک تم کو اجازت نہ مل جائے اور اگر جواب دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو پھر جاؤ۔ اس میں تمہارے لئے پاکیزگی ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

فرض کر لیا جائے کہ گھر میں کوئی نہ ہو تو سوال ہے کہ دوسرے کے یہاں تم جانے کا کیا حق رکھتے ہو جب کہ وہ گھر ایسا ہے جہاں اذن عام نہیں اور گھر والے نے جب کھل کر کہہ دیا کہ واپس جائیے تو پھر کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی، اس کے بعد زبردستی جانا کسی کو ایذا دینا ہے، اور ایذا دینا سخت جرم ہے، دوسرے اپنی رسوائی بھی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کے یہاں جم گئے۔ اسی لئے علمائے نے لکھا ہے کہ جب کہہ دیا گیا کہ واپس ہو جاؤ تو اجازت کے حصول کے لئے اصرار نہ کیا جائے، پردہ میں سہولت کا طالب نہ ہو اور نہ دروازہ پر کھڑے ہو کر انتظار کیا جائے، کیونکہ یہ ساری شکلیں کراہت سے خالی نہیں ہیں، نیز آداب حسنہ کے خلاف ہیں بلکہ واپس پلٹ جائے۔ دروازہ پیٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ صاحب کشاف نے اس آیت کے ضمن میں اس کی صراحت کی ہے[1]۔

طلب اذن کی حکمت | پھر طلب اذن میں بڑی حکمت اور بہت فائدے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ طلب اذن جس کو حدیث کی اصطلاح میں "استیذان" کہتے ہیں واجب ہے اور واجب پر عمل ضروری ہے، دوسرے یہ کہ کیا معلوم دفعۃً اندر جانا تمہارے لئے خود مضر ہو، یا گھر والے کا اس سے نقصان ہو اور ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر ایک سے اجتناب، ضروری ہے تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے دفعۃً (دیکبارگی) جانے میں نظر ایسے محل پر پڑے جہاں دیکھنا ناگوار خاطر ہو، خود جانے والے کے لئے بھی، اور گھر والوں کے لئے بھی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے دفعۃً کسی ناپسند یا ناجائز چیز پر نظر پڑ جانے سے زندگی کو روگ لگ جاتا ہے۔ اس لئے عقل و خرد کا تقاضا یہی ہے کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کئے بغیر گھسنے کی جرأت نہ کی جائے۔

ایسی حویلی جس میں ایک باپ کی متعدد اولاد ہوں اور وہ سب یا کچھ ان میں سے شادی

---

[1] کشاف ج ۳ ص ۷

Marfat.com

شدہ ہوں تو ایسی حالت میں بھی اپنا خیال ہے کہ اصول کے مطابق اجازت کے حصول کی ضرورت ہے اس لئے کہ غیر محرم عورتیں ہیں، یا کم از کم ایسی صورت اختیار کی جائے کہ گھر کی عورتیں داخل ہونے سے پہلے خبردار ہو جائیں، اور وہ اپنے کو سنبھال لیں، اور یہ طریقہ ہر زنانہ گھر میں جانے کے وقت اختیار کرنا چاہیئے۔

طلب اذن کی صحابہ کرام کو تعلیم | رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان کی تعلیم عملی طور پر صحابہ کرام کو دی۔ اس لئے اس سے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں، طلب اذن کے باب میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری رض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الاستیذان ثلاث فان اذن لک و الا فارجع متفق علیہ (ریاض الصالحین باب الاستیذان) | طلب اذن تین مرتبہ ہے اگر اجازت ملجائے تب تو خیر ورنہ واپس ہو جانا چاہیئے۔

بنی عامر کے ایک شخص کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ گھر کے اندر تھے، دروازہ پر پہنچ کر درخواست کی، داخل ہونے کی اجازت ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آواز جب پہنچی تو خادم سے فرمایا، باہر جو شخص آیا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا شرعی سلیقہ سکھاؤ، اسے بتا نا کہ تم اس طرح کہو "اسلام علیکم کیا میں اندر آؤں؟" دروازہ پر جو شخص آیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو جو آپ اندر اپنے خادم کو دے رہے تھے سن لیا اور اب کے کہا "السلام علیکم، اندر حاضر ہو سکتا ہوں؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شرعی طریقہ سے طلب اذن سنا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور وہ شخص اندر آیا[1]

حضرت کلدہ بن بن الحنبل رض کہتے ہیں کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور بغیر سلام کئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور یہ کہو "السلام علیکم، کیا اندر آؤں؟"[2]

صحابہ کرام کا عمل | ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجازت جب لینی ہو تو پہلے سلام کیا

---

[1] ریاض الصالحین باب الاستیذان وآدابہ [2] ایضاً۔

جائے پھر اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کرے، بغیر سلام طلبِ اذن ناپسندیدہ طریقہ ہے، اوپر والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت کے لئے تین مرتبہ آواز دی جائیگی تیسری مرتبہ بھی جب جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے۔ حدیث میں حضرت ابو موسیٰؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی خدمت آئے، تین مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا، پلٹ آئے۔ حضرت عمرؓ کسی کام میں مصروف تھے۔ اطمینان ہوا تو فرمایا کہ ان (ابو موسیٰ) کو بلالو آدمی ان کو بلانے باہر آیا، تو دیکھا حضرت ابو موسیٰ جا چکے ہیں، جا کر، حضرت عمرؓ کو خبر دی، پھر دوبارہ جب کسی موقع سے حضرت ابو موسیٰ آئے تو حضرت عمر نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کیوں واپس ہو گئے؟ جواب دیا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت چاہی اجازت کی آواز نہیں آئی چل دیا، کیونکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ان استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن لہ فلینصرف (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۸)

تم میں سے کوئی تین بار طلب اذن کرے اور اس کو اجازت نہ دیجائے تو اسکو پلٹ آنا چاہیئے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت سعد بن عبادہؓ کے یہاں تشریف لائے اور اجازت چاہی، تین مرتبہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا تو تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہو گئے اتنے میں حضرت سعدؓ دوڑے آئے اور آپؐ کو لے گئے۔[1]

دروازہ پر تانک جھانک کی ممانعت اجازت کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ دفعۃً گھر والے کو دیکھ نہ لے، خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں بیٹھے ایک چھری لئے سر کھجلا رہے تھے کہ کوئی آیا اور جھانکنے لگا۔ آپ کو اس کی خبر ہوئی تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا اگر مجھے علم ہوتا تو اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتا، کیا اس کو معلوم نہیں ہے کہ۔

انما جعل الاستیذان من اجل البصر (بخاری باب الاستیذان من اجل البصر ج ۲ ص ۹۲۱)

دیکھ لینے ہی کی وجہ سے طلب اذن کا قانون بنایا گیا ہے۔

---

[1] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۹

Marfat.com

اسی وجہ سے حکم ہے کہ اصولی طور پر اس کو دروازہ سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ دائیں بائیں جدھر مناسب ہو، کھڑا ہو جائے۔ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑا نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دروازہ پر آتے تو دروازہ کے مقابل نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ دائیں جانب کھڑے ہوتے یا بائیں جانب اور فرماتے السلام علیکم السلام علیکم، راوی کا بیان ہے کہ عہدِ نبوی میں دروازوں پر پردہ لٹکانے کا رواج نہیں تھا اس کا منشا یہ ہے کہ اگر پردہ ہو تو دروازہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی ناجائز نہیں ہے مگر اصول کے پیش نظر اب بھی مناسب یہی ہے کہ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر اجازت نہ طلب کی جائے کیونکہ بسا اوقات پردہ اٹھا کر کوئی اندر سے نکلتا ہے تو سامنے سے گھر کے آدمی پر نظر پڑ جاتی ہے[1]۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوا اور اجازت طلب کی، وہ شخص دروازہ کے مقابل تھا آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ ایسے (یعنی دائیں) یا ایسے (بائیں) کھڑے ہو۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ طلب اذن نگاہ ہی کی وجہ سے ہے[2]

پھر دروازہ پر پہنچ کر تاک جھانک نہیں کرنا چاہیئے، یہ تاک جھانک دروازہ کی دراز ہو یا کھڑکی وغیرہ سے، کیونکہ اس سے مقصد ہی فوت ہو جائے گا، پھر اس لئے کہ آپ ابھی پڑھ چکے کہ نگاہ ہی سے بچنے کے لئے یہ قاعدے وضع کئے گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سختی سے ممانعت کی ہے۔ صحیحین میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لو ان امرأ اطلع علیک بغیر اذن فخذ فتہ بحصاۃ ففقأت عینہ ما کان علیک من جناح (ابن کثیر۔ ج ۳ ص ۲۷۹)

اگر کوئی بغیر اجازت تم کو جھانکے اور تم اس کو کنکری اٹھا کر مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

جس جرم کی اتنی سخت سزا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ہو، اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فی نفسہ یہ جرم کتنا بڑا ہو گا۔

[1] مشکوٰۃ باب الاستیذان عن ابو داؤد۔ [2] ابن کثیر۔ ج ۳ ص ۲۷۹۔

Marfat.com

طلب اذن کے وقت اپنا مشہور نام بتائیے سلام کے بعد طلب اذن کے لئے جب آواز دے اور گھر سے کوئی پوچھے تو کون ہے؟ تو اجازت چاہنے والے کو اپنا مشہور نام بتانا چاہیئے، جواب میں یہ نہیں کہنا چاہیئے "میں ہوں" اسلئے کہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کون آیا ہے، تاکہ گھر والے کو اجازت دینے میں سہولت رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم جواب کو ناپسند فرمایا ہے۔ ایک دفعہ حضرت جابرؓ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے، آپ نے اندر سے فرمایا، کون ہیں؟ حضرت جابر نے کہا "میں ہوں"، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر ناپسند فرمایا اور کہا یہ "انا، انا" (میں میں) کیا ہے[1]

اس طریقۂ استیذان کی بعد میں صحابۂ کرام نے بھی تعلیم فرمائی اور خود بھی برابر عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تاکید کی۔

محرم بھی اجازت حاصل کرے یہ استیذان (اجازت چاہنا) اپنے لوگوں سے بھی چاہیئے یعنی اپنی ماں بہن وغیرہ ہوں تو ان سے بھی اجازت لے کر اندر داخل ہونا چاہیئے، بلکہ بڑی حد تک ضروری ہے، استیذان والی آیت کے شان نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور شکوہ سنج ہوئی کہ کبھی میں اس حال میں ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے دیکھے، خواہ باپ ہو، خواہ بیٹا، اور طرفہ تماشہ یہ ہے اسی حال میں ہوتی ہوں اور گھر والے آتے جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا الخ۔

حدیث میں متعدد واقعات اس طرح کے آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم بھی اندر آئیں تو اجازت لے کر آئیں، اس لئے کہ معلوم نہیں گھر میں عورتیں کس حال میں ہوں، عموماً جانبین میں کوئی پسند نہیں کرتا کہ عورتوں کو ایسی حالت میں دیکھے کہ وہ آزادانہ بیٹھی ہوں جو عورتوں میں خاص نشست ہوتی ہے، اپنا تو خیال ہے کہ گھر میں صرف بیوی ہو تو بھی خبر دے کر داخل ہونا چاہیئے کیونکہ طبعاً آدمی اپنی بیوی کو بھی بے ستری میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اور نہ عورت ہی اسے گوارا کرتی ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ باب الاستیذان عن البخاری ومسلم۔

Marfat.com

ماں سے بھی طلب اذن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں استیذان ماں سے بھی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ مقصد کہنے کا یہ تھا کہ ماں کا مجھ سے پردہ نہیں ہے۔ پھر طلب اذن کی کیا ضرورت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان سے بھی اجازت لے لیا کرو۔ اس شخص نے کہا میں ان کی خدمت کرتا ہوں یعنی اس وجہ سے برابر آنا جانا ہوتا ہے پھر کیا ضرورت ہے دشواری بڑھ جائیگی، آنحضرت صلعم نے سمجھا کر فرمایا و اپنی ماں کی خدمت میں بھی حاضر ہونا ہے تب بھی اجازت حاصل کر لیا کرو، کیا تم ماں کو ننگی دیکھنا پسند کرو گے اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا تو پھر اسی وجہ سے تو کہتا ہوں کہ اجازت حاصل کر کے جاؤ[1]

سلف صالحین کا طریقہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب کسی ضرورت سے اندر آتے تو پہلے دروازہ پر آکر رک جاتے، کھانستے، تھوکتے اور اس کے بعد اندر آتے دفعۃً بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتے تھے یہ زینب حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ محترمہ ہیں[2]

حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جب گھر آتے تو اجازت طلب کرتے دروازہ پر آکر زور سے آواز دیتے[3]

حضرت امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے، تو دروازہ پر آکر زور سے کھانسے یا زور سے اپنا جوتہ پٹکے جس سے اندر خبر ہو جائے کہ مرد آرہا ہے[4]

استیذان میں تین سلام جو رکھے گئے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ پہلا گھر والے سن لیں دوسرے سلام کی آواز پر سنبھل جائیں اور تیسرے کی آواز پر اجازت دیں یا روک دیں۔

ابن العربیؒ لکھتے ہیں کہ غیر کے گھر میں اذن حاصل کرنا ضروری ہے اور اپنا گھر ہو تو طلب اذن واجب نہیں ہے، مگر گھر میں اگر ماں بہن و عزیزہ بھی رہتی ہوں تو جانے کے لئے

---

[1] باب الاستیذان عن المالک مرسلاً و احکام القرآن لابن العربی ج ۳ ص ۹۸۔ [2] ابن کثیر۔ ج ۳ ص ۲۸
[3] ایضاً جلد ۳ ص ۲۸۱ [4] ایضاً۔

Marfat.com

کھانسنے اس کے بعد اندر داخل ہو، اور دروازہ پر پہنچ کر پیر ٹپکے جس سے اندر عورتوں کو آنے کی خبر ہو جائے، کیونکہ کبھی ماں بہن بھی ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ جس حالت میں دیکھنا ہم پسند نہیں کرتے ہلے

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ماں بہن کی خدمت میں حاضر ہونا ہو تو بھی اجازت لیلی جائے۔

حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے پوچھنے والوں نے بار بار پوچھا کہ اپنی ماں بہن جس گھر میں رہتی ہو اس میں بھی جائے تو اجازت لی جائے گی؟ آپ نے ہمیشہ فرمایا ہاں لی جائیگی، تکرار کرنے پر سمجھایا کہ کوئی بھی اپنی ماں بہن کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتا، پھر تم کو خواہ مخواہ اصرار کیوں ہے ہلہ

عفت کا اسلام میں لحاظ | یہ جو کچھ عرض کیا گیا ان میں غور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اسلام نے اپنے قوانین میں دوسری حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ساتھ عفت کا کس اہمیت کے ساتھ لحاظ کیا ہے۔

موجودہ دور میں غفلت | مگر افسوس یہ ہے کہ یہ سارے طریقے اور آداب جو اسلام نے گھر میں داخلہ کے لئے مقرر کئے ہیں جن کو قرآن پاک نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، حدیثوں میں جس کی تاکید آئی ہے، خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو برتا، صحابہ کرام کو تعلیم فرمائی، اور پھر صحابہ کرام نے جن پہ زندگی بھر عمل کیا، یہ احکام آج مسلمانوں میں متروک ہیں مسلمان گھرانوں میں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ضرورت ہے کہ ان آداب و احکام کو عمل سے بھی زندگی بخشی جائے۔

حق یہ ہے کہ عفت و عصمت کے تحفظ کا جو سامان قوانین الٰہی میں ہے اور کہیں نہیں مل سکتا۔ اس سلسلہ میں اہتمام کا یہ حال ہے کہ بالغین اور مراہق کا حکم بیان کرنے کے بعد قرآن نے ان کا حکم بھی بیان کیا ہے جو غیر مراہق اور بچے ہیں، اور وہ سوجھ سمجھ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ غیر محارم کے متعلق معلوم ہو چکا کہ ان سے مکمل پردہ کیا جائیگا صرف ضرورت کے وقت چہرہ اور کفین کے کھولنے کا حکم ہے مگر یہ بھی اس وقت جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ محارم کا حکم

ہلہ ہلہ احکام القرآن لابن العربی ج ۳ ص ۹۰۔

Marfat.com

بھی بیان ہو چکا کہ ان سے بھی تمام اعضاء وجوبی طور پر چھپائے جائیں گے، صرف ان موقعوں کے سوا جو عام طور پر کھولے جاتے ہیں یا کھلتے رہتے ہیں جیسے چہرہ ہتھیلیاں بازو، سر اور پنڈلی وغیرہ، مگر مطلب یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان اعضاء کو کھولے۔ غلام عورت کے لئے غیر محرم کے حکم میں ہے اس سے مکمل پردہ ضروری ہے۔ کافرہ لونڈی کا حکم بھی محرم کا سا ہے۔

خاص اوقات میں سب کے لئے استیذان

یہاں یہ بتانا ہے کہ چھوٹے نابالغ لڑکے اور لونڈیا جو محرم کے حکم میں ہیں خاص وقتوں میں ان کو بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے اگر ان مخصوص وقتوں میں یہ نابالغ لڑکے اور لونڈیاں آنا چاہیں تو یہ سب بھی اجازت حاصل کریں کہ یہ وقت عموماً بے پردگی کے ہیں اور آدمی کے کھل کر رہنے سہنے کے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ وَلَا عَلَیْھِمْ جُنَاحٌ بَعْدَھُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْکُمْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

(نور - ۸)

اے ایمان والو! تم میں سے اجازت لے کر آئیں لونڈی اور غلام اور تم میں کے وہ جو بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، تین وقت میں فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے بدن کھلنے کے ہیں، ان وقتوں کے بعد نہ تم پر تنگی ہے اور نہ ان پر کیونکہ تمہارے بعض بعض کے پاس آتے جاتے ہی رہتے ہیں، اللہ یونہی کھولتا ہے باتوں کو تمہارے لئے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت میں تین وقتوں کا ذکر ہے، ایک نماز فجر سے پہلے جو آدمی کے لئے خوشگوار وقت ہے اور سو کر بیدار ہونے کا وقت ہے رات کی بے خبری میں عموماً اس وقت ستر کھلے جاتے ہیں، گہری نیند کی وجہ سے ستر پوشی کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا۔ دوسرا وقت دوپہر

Marfat.com

بیان کیا گیا ہے، جس وقت آدمی دن کا کھانا کھا کر قیلولہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر کھل کر آرام کرتا ہے، گرمی کے زمانہ میں عام طور پر لوگ اس وقت بے خبر اپنے کمروں میں سوتے ہیں اور بعض عادی لوگ گرمی سردی دونوں زمانوں میں دوپہر میں سوتے ہیں۔ اس لئے کھلی بات ہے کہ نیند اور غفلت میں بے خبری کا غالب قرینہ ہے، تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد یہ بھی آرام کا وقت ہے، آدمی دن بھر کی تکان لئے بستر پر آتا ہے اور یہ سمجھ کر کہ سب آرام کر رہے ہیں بہت بے پرواہ لیٹتا اور سوتا ہے، مزید یہ کہ ان تینوں وقتوں میں کم و بیش شادی شدہ اپنی رفیقۂ حیات سے دلبستگی کرتا ہے، بوس و کنار کی نوبت آتی ہے اس لئے حق ہے کہ بچے اور لونڈیاں بھی اطلاع دے کر اندر داخل ہوں بغیر اجازت گھس جانے کی ہمت ہرگز نہ کریں کیونکہ اگر موقع شرم و حیا کا ہوا۔ تو آدمی شرم سے گڑ جاتا ہے اور دلی رنج و تکلیف محسوس کرتا ہے، لونڈی اور خادمہ چونکہ بالغ ہوتی ہے اس لئے وہ خود بھی بعض موقعوں پر شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہیگی، ان کے علاوہ وقتوں میں چونکہ یہ کیفیتیں عموماً نہیں ہوتیں اس لئے کوئی خاص پابندی نہیں ہے پھر بچوں کا روکنا بھی مشکل ہے کہ وہ آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں، یہی حال لونڈی اور خادمہ کا ہے کہ وہ کام کاج کے لئے آمد و رفت پر مجبور ہے۔ ان کو کہاں تک روکا جائیگا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں استیذان کا حکم آیا ہے وہ اجنبی اور غیروں کے لئے ہے اور اس آیت میں استیذان کا حکم قرابتداروں کے لئے ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو محارم میں داخل ہیں۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ پہلی آیت میں استیذان کا عام حکم تھا اور عام لوگوں کے لئے تھا اور تمام وقتوں کے لئے تھا اور اس آیت میں خاص لوگوں کو طلب اذن کا حکم ہے اور خاص وقتوں میں ہے اور صحیح یہی ہے۔

اس آیت میں ملکت سے مراد صرف لونڈی ہے، کیونکہ عبد (غلام) غیر محرم میں داخل ہے یہ مردوں میں آئیں گے مگر عورتوں کے سامنے جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ پردہ کے خاص وقتوں میں ان پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، جن کے آنے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ احتیاطی تدبیر اختیار کی گئی ہے، اور عقلاً بہت مناسب ہے حضرت مولانا تھانوی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ اس کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں :۔

اے ایمان والو! تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے ایک تو نماز صبح سے پہلے اور دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے بعضے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں، یعنی یہ اوقات چونکہ عادۃً اور غالباً تخلیہ استراحت کے ہیں ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں کہ وجوب استیذان کی علت اس میں پائی جاتی ہے، اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ الزام ہے، کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، مطلب اس کا موافق مذہب حنفیہ کے یہ ہے کہ غلام تو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں نہ کہ عورتوں کے پاس، کیونکہ غلام کا حکم غیر محرم مرد کا سا ہے اور لونڈیاں عورتوں کے پاس بھی، اور اسی طرح نابالغ بچے سب جگہ آتے ہیں، پس ہر وقت اجازت لینے میں دقت ہے، اور چونکہ یہ وقت پردے کے نہیں، اس لئے ان میں اعضاء مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ پس مرد تو غلام کے سامنے ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت کا فر لونڈی سے بجز مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے اور مرد کو لونڈی سے اگر وہ اس کے لئے حلال ہے کسی بدن کا چھپانا ضرور نہیں، اور اگر حرام ہے تو ناف سے زانوں تک چھپائے رکھے اور عورت مسلمان لونڈی سے صرف ناف سے زانوں تک چھپائے رکھے، سو اس استثنا میں کوئی دشواری نہیں، لہذا بے اذن آنا جائز ہوا، اور نابالغ بچہ کے روبرو مرد صرف زانوں سے ناف تک اور عورت باستثناء مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے۔ یہ بھی دشوار نہیں۔ اور ہر وقت اجازت لینے میں تنگی ہے کیونکہ اس کی آمد و رفت بھی بہت ہے اور ان تین وقتوں کے ماسوا بھی اگر کوئی عارض مانع ہو

Marfat.com

بھی استیذان واجب ہوگا، پس تخصیص باعتبار اس وقت کی عادت کے ہے، اسی طرح جیسا کہ یہ حکم صاف صاف بیان کر دیا اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے۔[1]

نابالغ بعد بلوغ اجازت لیں ان نابالغ بچوں پر بھی بعد بلوغ اسلام نے عام وقتوں میں استیذان کی پابندی عائد کی ہے جن پر بلوغ ہونے سے پہلے صرف مخصوص ہی وقتوں میں تھی۔ ہندوستان میں جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ بچپن سے جو آتا رہا ہے، بلوغ کے بعد بھی اس کو اندر آنے کی اجازت رہتی ہے اور عورتیں بلوغ کے بعد بھی ان سے پردہ نہیں کرتیں بالکل غلط اور شریعت کے خلاف ہے، پردہ دار گھرانوں میں یہ رسم بھی غلط طور پر رائج ہے، حالانکہ اسلام نے شدت کے ساتھ اس کی روک تھام کی ہے اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ بچے جب بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اجازت لینی ہو گی، بلوغ سے پہلے کی آزادی باقی نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (نور-۸)

اور جب تم میں کے لڑکے بلوغ کی حد کو پہنچیں تو ان کو ایسی ہی اجازت لینی چاہیئے جیسے تمہارے اگلے لیتے رہے ہیں اللہ یوں کھول کر تم کو اپنی باتیں سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یعنی اب تک ان بچوں کو تین ہی مخصوص وقتوں میں طلب اذن کا حکم تھا، مگر اب جب بالغ ہو چکے تو اب کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہ جائیں، جس طرح دوسروں کو استیذان کا حکم ہے ان کے لئے بھی استیذان ضروری ہے، کیونکہ پہلے عدم بلوغ کی وجہ سے پردہ کی باتوں کا ان کو علم نہ تھا، نہ خود ان کے لئے اپنے اندر نہ کوئی کشش تھی اور نہ غیر کے لئے ان کے اندر کوئی کشش تھی، مگر اب ان کی حالت بدل چکی ہے، اب احساس پیدا ہو چکا ہے، خود یہ اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کرتے ہیں اور دل جذبات سے معمور پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کشش ہو سکتی ہے اس لئے قدرتاً حکم بدلنا بھی ضروری

---

[1] بیان القرآن صـ۲۲، صـ۲۳ جلد ۸

Marfat.com

مولانا تھانوی ؒ اس آیت کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں۔

اور جس وقت تم میں سے یعنی احرار میں کے وہ لڑکے جن کا اوپر حکم آیا ہے حدِ بلوغ کو، پہنچیں، یعنی بالغ یا قریب بہ بلوغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیئے جیسا کہ ان کے اگلے یعنی ان سے بڑی عمر کے لوگ اجازت لیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس لئے اس کو مکرر لایا گیا کہ قانونِ استیذان کی مصلحتیں نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابلِ رعایت ہیں تکریر سے اہتمام ظاہر ہو گیا۔[1]

مَا ظَہَرَ کی تفسیر اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا تمام بدن ستر ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے سوائے چہرہ اور کفین (ہتھیلیوں) کے جس کی طرف قرآن پاک نے اِلَّا مَا ظَہَرَ سے اشارہ کیا ہے ہو سکتا ہے کہ کسی کو وہاں اِلَّا مَا ظَہَرَ کے مفہوم کے سمجھنے میں غلط فہمی ہو اور وہ اپنے ماحول کے مطابق یہ سمجھے کہ ان کا ہمیشہ کھلا رکھنا جائز ہے اس لئے یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے مَا ظَہَرَ کے مفہوم کو صاف فرما دیا اور مَا ظَہَرَ سے غلط فہمی کا معجزانہ انداز میں ازالہ کر دیا کہ چہرہ اور کفین جو مَا ظَہَرَ میں داخل ہے بالذات تو ستر نہیں ہے، مگر یہ بھی مطلب نہیں ہے خواہ مخواہ کھلا رکھیں بلکہ وہ بھی ضرورت کے علاوہ وقتوں میں اجنبی سے واجب الستر ہیں تاکہ فتنہ و فساد کی آگ مشتعل نہ ہو سکے، ہاں بوڑھی عورتیں جو اپنی عمر کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں وہ ان اعضاء (مَا ظَہَرَ) کو کھلی رکھ سکتی ہیں، گو بہتر چھپانا ہی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۚ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(النور - ۸)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو گھروں میں بیٹھ رہی ہیں جن کو نکاح کی کوئی توقع نہیں، ان کو کپڑے اتارنے میں گناہ نہیں مگر اس طرح کہ اپنا سنگار دکھاتی نہ پھریں اور اس سے بھی بچیں تو ان کیلئے بہتر ہے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔

[1] بیان القرآن ج ۸ ص ۳۳

Marfat.com

چہرہ چھپانے کا حکم | یہاں بوڑھی سن یاس کو پہنچی ہوئی عورتیں ہیں ان کو حکم ہے کہ مواقع زینت نہ کھولیں۔ اسی سے جانا جا سکتا ہے کہ جوان عورتوں کو ما ظہر کے کھولنے کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔

ایک یہ بات جاننا چاہیئے کہ وجہ اور کفین کو وجوب استثناء سے مستثنیٰ کیا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ بالذات ستر نہیں، نہ یہ کہ عورتیں کھلی مہار اپنی صورت غیر مردوں کو دکھاتی پھریں، کیونکہ فتنہ کے احتمال سے بالغیر وہ بھی واجب الستر ہے، البتہ جہاں احتمال فتنہ کا نہ ہو مثلاً جو بڑی بوڑھی عورتیں ہیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کچھ امید نہ رہی ہو، یعنی اصلاً محل رغبت نہیں رہیں، ان کو البتہ اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے غیر محرم کے روبرو اتار رکھیں، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں جن کا ظاہر کرنا، نامحرم کے روبرو بالکل ہی ناجائز ہے بس صرف وجہ اور کفین اور بقولے قدمین کا بھی اظہار جائز ہے بخلاف جوان عورت کے کہ بوجہ احتمال فتنہ کے اس کو چہرہ وغیرہ کا پردہ بھی ضروری ہے مگر بعذر شرعی اور ہر چند کہ عجائز کو کشف وجہ کی اجازت ہے لیکن اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے[1]

ابن العربی لکھتے ہیں:-

وانما خص القواعد بذالک دون غیرهن لانصراف النفوس منهن ولان یستعففن بالتستر الکامل خیر لهن من فعل المباح لهن من وضع الثیاب۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۴)

اس بوڑھیوں کو مخصوص کیا اوروں کو چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ نفس ان بوڑھیوں کی طرف سے پھر رہتا ہے اور اگر یہ تستر کامل اختیار کریں تو بلاشبہ یہ اس فعل مباح سے بہتر ہے کہ کپڑا اتار دیں۔

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ چہرہ گو ستر میں داخل نہیں ہے مگر پھر بھی عورتوں کو لوگوں میں چہرہ کھولنے سے روکا جائیگا تاکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پائے، قدرت نے

---

[1] بیان القرآن جلد ہشتم ص ۳۰۳

Marfat.com

عورت کے چہرہ میں کچھ ایسی جاذبیت اور کشش رکھی ہے کہ مرد عورت کے اس حصہ کو دیکھ کر اس کی طرف کھنچتے ہیں اور مردوں کے دل میں فطری شہوت کروٹیں لینے لگتی ہے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں :۔

والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجهها فتقع الفتنة لانه مع الکشف قد یقع النظر الیها بشهوة (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۹۴)	عورت کو چہرہ کے کھولنے سے روکا جائیگا تاکہ مرد دیکھنے نہ پائے، کیونکہ کھلنے کی صورت میں کبھی نگاہ شہوت کے ساتھ پڑتی ہے۔

باریک کپڑے کا استعمال مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں

اوپر کی آیت کے "غیر متبرجات بزینة" کے جملہ سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں اتنا باریک کپڑا استعمال نہ کریں جو ساتر نہ ہو بلکہ اس سے حسن جھپنتا ہو۔ ابن العربی لکھتے ہیں۔

ومن التبرج ان تلبس المرأة ثوبا رقیقا یصفها (احکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۷)	تبرج میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا استعمال کرے جو چغلی کرتا ہو۔

اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات لا ید خلن الجنة ولا یجدن ریحها (احکام القرآن ج ص ۱۴۱)	بہت سی پہننے والی عورتیں ننگی کے حکم میں ہیں جو خود مائل ہوتی ہیں یا دوسروں کو مائل کرتی ہیں لیکن ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہونگی نہ اس کی بو پائیں گی۔

اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں "کاسیات" کے بعد "عاریات" اسی لئے فرمایا کہ وہ اتنا باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں کہ وہ گویا ننگی ہیں، اور پھر فرماتے ہیں کہ اتنا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کامل نہ ہو حرام ہے [۱]

پہلے ہم یہ آیت نقل کر چکے ہیں :۔

وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُولٰی (احزاب ۴)	اور عورتیں اپنے گھروں میں قرار پکڑیں اور جاہلیت کی زیبائش کے ساتھ نہ پھریں۔

---

[۱] احکام القرآن لابن العربی ج ۲ ص ۱۴۷۔

Marfat.com

اُم علقمہؒ کہتی ہیں کہ حضرت حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضرت حفصہؓ باریک دوپٹہ ڈالے ہوئے تھیں، حضرت صدیقہ نے جب دیکھا تو ان سے دوپٹہ لے لیا اور اسے پھاڑ ڈالا اور اس کے بدلے ایک گاڑھے کپڑے کا دوپٹہ ان کو مرحمت فرمایا[1] یہ حفصہؓ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی بھتیجی تھیں۔

ایک دوسرا واقعہ بھی حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اسمائؓ بنت ابی بکر (یعنی ان کی بہن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لائیں یہ باریک کپڑا ڈالے ہوئے تھیں ان سے اعراض فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔

یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض	اے اسماءؓ عورت جب بالغ ہو جاتی ہے تو اس
لن یصلح ان یری منہا الا ھذا وھذا	کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کا دیکھنا
اشاد الی وجہہ وکفیہ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)	درست نہیں ہے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث آئی ہے کہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

خذ علیك ثوبك ولا تمشوا عراۃ	اپنے اوپر کپڑا لازم کر لو، ننگے مت پھرو۔

(مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ)

یہ اور اس طرح کی دوسری روایتیں بتاتی ہیں کہ عورت و مرد دونوں کو ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہیئے۔ جو بدن کو ڈھانپ سکے اور آدمی کا حسن وجمال عام طرح سے رسوا نہ ہو۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پاکدامنی اور عفت بے داغ رہے گی اور حکماً یا حقیقۃً کوئی دھبہ دامنِ عصمت پر نہیں پڑ سکے گا۔

عورتوں کے پردے سے متعلق جو کچھ اختصار سے عرض کیا گیا، آپ غور کریں گے تو ان میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں پائیں گے اور اگر آپ کی نظر میں یورپ کا اخلاق اور بے پردہ لڑکیوں کے دن رات کے واقعات آئیں گے تو سمجھنے میں اور بھی سہولت رہیگی۔

دشمنانِ عفّت و عصمت اسلام کی نظر میں

اسلام کی نظر میں عصمت و عفت اور اخلاق و اعمالِ دین و دنیا کی بڑی دولت ہیں

---

[1] مشکوٰۃ کتاب اللباس صـ۳۷۵۔

Marfat.com

اور کوئی شبہ نہیں کہ دنیا سے امن وامان اور سکون واطمینان ناپید ہو جائے اگر عفت وعصمت کے قوانین ناہموار ہوں، اور اخلاق واعمال" کی مٹی پلید ہو جائے، اگر بدکاری او عصمت فروشی پر پابندی عائد نہ ہو۔

دنیا کی تاریخ کا مباب اخلاق" پڑھیئے اور غور کیجئے کہ انسانوں کے "اعمال واخلاق کو سب سے زیادہ کس چیز سے نقصان پہنچا؟ بلکہ ساتھ ہی اس کا بھی تجربہ کیجئے کہ قوم اور ملک کی بربادی کی بنیادی وجہ کیا تھی؟ اپنا خیال ہے کہ آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تمام خرابیاں اس لئے پیدا ہوئیں کہ عفت وعصمت کے تحفظ کا کوئی استوار قانون نہ تھا۔

اتہام باندھنا اسلام نے اسی وجہ سے اس شعبہ زندگی کے قوانین میں کہیں سے کوئی رعایت نہیں کی ہے، زنا اور زناکار کے متعلق اسلام کا نقطۂ نگاہ شروع کتاب میں پڑھ آئے ہیں، یہاں یہ بتانا ہے کہ اسلام نے ان لوگوں کے متعلق کیا احکام دیے ہیں، جو عفت وعصمت کو داغدار کرنے کی سعی کرتے ہیں یا کسی کی عزت وآبرو اور عفت واخلاق پر حرف لاتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں وہ شخص ملعون ہے جو کسی پاکدامن عورت یا مرد کو برائی سے متہم کرتا ہے رب العزت کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ۔

(نور۔ ۲)

جو لوگ ان عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں جو ایسی باتوں سے پاکدامن ہیں، بے خبر ہیں، ایمان والیاں ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کرتے تھے، اس روز اللہ تعالیٰ انکو واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور انکو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنیوالا بات کھول دینے والا ہے۔

اس آیت میں بار بار غور کیا جائے، غیظ وغضب اور وعید وتہدید کس قہر آمیز انداز کا

Marfat.com

ہے، دنیا میں بھی ایسا شخص ملعون قرار دیا گیا اور آخرت میں بھی

اتہام لگانے کی سزا کسی پاکدامن[۱] کو زنا سے متہم کیا، اور چار عینی شرعی گواہ پیش نہ کر سکا تو اس کی سزا یہ ہو گی کہ اسے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور آئندہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادہ قرار دے دیا جائے گا، ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور-۱)	اور جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لا سکیں، تو ایسے لوگوں کو اسّی درے لگاؤ، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت سے عفت و عصمت کی اسلام میں جو قدر و منزلت ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک جرم کی وجہ سے اس قاذف پر قران پاک نے تین دفعات قائم کیں۔ یعنی اگر وہ چار گواہ نہ لا سکا تو (۱) اس کو اسّی ۸۰ کوڑے لگواؤ (۲) اس کی گواہی آئندہ کے لئے غیر معتبر قرار دو، گویا یہ سب سے بڑا جھوٹا ہے، اور (۳) یہ کہ اس پر فسق کا عیب چپک گیا۔

مسلمان کی عزت اسلام کی نظر میں کسی پاکباز مسلمان کی آبرو ریزی کوئی معمولی جرم ہے بھی نہیں جتنی قیمت ایک مسلمان کے خون کی ہے کم و بیش اسی درجہ میں اس کی عزت اور آبرو کی بھی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی اہمیت جتائی ہے اس میں ایک عزت و آبرو بھی ہے کہ جو درجہ مکہ مکرمہ کے اندر ماہ ذی الحجہ کے یوم عرفہ کو حاصل ہے ایسا ہی درجہ مسلمان کی عزت و آبرو، کو بھی حاصل ہے[۲]

ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کل المسلم علی المسلم حرام عرضہ و مالہ ودمہ (ریاض ص۱۳۱)	مسلمان کا مسلمان پر عزت و آبرو اور اس کا مال و خون حرام ہے۔

---

[۱] جس کو زنا سے متہم کیا جائے اگر اس میں پانچ شرطیں جمع ہوں اور متہم کرنے والے میں تین شرطیں تو حد واجب ہے متہم بالزنا کی پانچ شرطیں یہ ہیں: بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو، حر ہو، عفیف ہو، اور متہم کرنے والے کی شرطیں یہ ہیں: بالغ ہو، عاقل ہو اور حر ہو ۱۲

[۲] ریاض الصالحین ص ۱۲۵

Marfat.com

اور متہم کرنے والے کا یہ فعل اس آیت کے ضمن میں بھی آجاتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (نور۔۲)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔

اگر فرض کر لیجئے تہمت لگانے والا سچا ہے، مگر جب کہ اس کو معلوم ہے کہ ہم چار گواہ شرعی فراہم نہ کر سکیں گے اور یہ کہ بغیر گواہ شرعی حد قائم نہیں ہو سکتی ہے تو ایسی حالت میں بھی اس کو تہمت لگانے سے اجتناب کرنا چاہیئے، کیونکہ ایسی شکل میں جس کو تہمت لگا رہا ہے اس کی بے وجہ رسوائی ہے اور اپنی اذیت اور سزا۔ اس لئے اچھا ہے چشم پوشی کر جائے ہاں خود بدکار کو سمجھانا چاہیئے اور عذاب الہی سے ڈرانا چاہیئے، اس طرح ثواب بھی مل جائیگا اور ممکن ہے مجرم اپنے جرم سے توبہ کر لے۔ لیکن اگر اس نے چار شرعی گواہ پیش کر دیئے اور شرعی طور پر اس کا جرم زنا ثابت ہو گیا تو پھر کوئی طاقت اسے قانون کی زد سے نہیں بچا سکتی اور شرعاً اس پر حد جاری ہو گی، اگر محصن شرعی ہے تو اس کی سزا رجم ہے ورنہ سو کوڑے۔

اسلام میں سزا کی نوعیت اس سزا پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اسلام نے جرموں کی سزا عموماً اس کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کی ہے، یعنی جرم کی جیسی نوعیت ہوتی ہے اسی طرح کی سزا بھی اس کو دی جاتی ہے، مثلاً چور کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے کہ اس کام میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے، ڈاکو کی سزا شریعت نے یہ مقرر کی ہے کہ ایک پیر اور ایک ہاتھ کاٹا جائے۔ کھلی بات ہے اس کا جرم چور سے بڑھا ہوا ہے۔

پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سزا کی دو قسمیں مقرر کی ہیں ایک کا نام "حد" ہے، دوسری کو تعزیر کہتے ہیں، آپ غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ "حدود" میں ان جرموں کو رکھا ہے جن کی طرف طبیعت کو رغبت ہوتی ہے اور ان میں بھی سزا کے اندر رغبت اور طبعی رجحان کے انداز سے شدت بڑھ گئی ہے۔ حدود میں چوری، ڈکیتی، مے خواری زنا وغیرہ ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان جلد ہوتا ہے اور اس میں انسانی طبیعت کے لئے بڑی کشش اور ظاہری طور پر بڑی لطف اندوزی ہے۔

Marfat.com

اس لئے اسلام نے اسے "حدود" میں شمار کیا، اور اس جرم کی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے کام لیا، نرمی کا کوئی نام ونشان نہیں اور طرز سزا بڑا ہی عبرت انگیز اور دردناک ہے، جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا

زنا کی سزا اور جرم کی نوعیت

اوپر جس اصول کی طرف اشارہ کیا گیا اس کے مطابق زناکار مرد و عورت کی سزا یہ ہونی چاہیئے تھی کہ ان کی شرمگاہیں کاٹ دی جاتیں اور زناکار کے اس حصہ کو خصوصیت سے اذیت پہنچائی جاتی، جس سے یہ فعل صادر ہوتا ہے۔ مگر اسلام نے ایسا نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں وطی ہوتی ہے۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ وطی اور جماع میں لذت صرف خاص اعضاء ہی کو نہیں ملتی بلکہ اس (ا) وقت جسم کے کونے کونے میں اس لذت کی بجلی دوڑ جاتی ہے، اور وقت خاص میں بال بال آدمی کا لذت اور لطف محسوس کرتا ہے، اس لئے اسلام نے مناسب یہی سمجھا کہ سزا بھی اسی طرح کی تجویز کی جائے جس کی وجہ سے اذیت ظاہری طور پر بھی تمام جسم کو پہنچے۔

عضو خاص کے کاٹ دیے جانے کی صورت میں سزا کا جو منشا ہے وہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ سزا سے تکلیف کے ساتھ یہ بھی مقصد ہے کہ مجرم کی رسوائی اور زجر و توبیخ ہو، ہر شخص دیکھے کہ یہ سزا فلاں جرم کی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اس حصہ کا مقام پردہ میں ہے جس پر کسی طرح نگاہ پڑ سکتی ہی نہیں، مثلاً چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، اس پر ہر شخص کی نگاہ پڑتی ہے مگر شرمگاہ پر کس کی نظر پڑ سکتی ہے؟۔

دوسری بات یہ ہوتی کہ سزا جرم سے بڑھ جاتی، کیونکہ "عضو خاص" کے کاٹ دیے جانے سے قطع نسل لازم آتی، پھر یہ کہ قطع عضو کی صورت میں ہلاکت کا یقین نہیں تو ظن غالب بہرحال ہوتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ انہی وجوہ سے زنا کی سزا اسلام نے قطع "عضو خاص" مقرر نہیں کی۔

پھر تھوڑے تامل سے یہ بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس طرح چور اور ڈاکو کی سزا میں تفاوت ہے، اسی طرح اس شخص کی سزا میں بھی تفاوت ہونا چاہیئے جو "محصن شرعی" ہے اور جو محصن شرعی "نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام نے اس کا بھی پورا لحاظ رکھا ہے اور دونوں کی سزا میں نمایاں فرق ملحوظ رکھا ہے۔

Marfat.com

زناکار کی سزا اتنی بات جب آپ معلوم کر چکے تو آئیے بتائیں کہ اسلام نے زنا کی سزا کیا مقرر کر رکھی ہے، ارشادِ ربانی ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔
(نور۔ ۱)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں سے ہر ایک کو سو درے مار دو اور تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا چاہیئے، اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ اکبر! لب و لہجہ پر غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری نرمی اٹھا رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام ہے، مجرم کی سزا جو ہے وہ ظاہر ہے مگر حاکم کو بھی تنبیہ اور تہدید ہے، اور اس کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ ترحم اور ترس کھانا یہاں بھول جاؤ۔

اس شخص پر کیسے ترس کھایا جائے، جس کے سامنے اسلام نے عفت و عصمت کی اہمیت کھول کر رکھی، ساتھ ہی زنا کے مفاسد اور اس کے دینی و دنیوی نقصانات اس پر ظاہر کئے اور جائز طریقے سے جنسی میلان کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی اور پھر بایں ہمہ اس نے حدود اللہ کو توڑا۔

اس موقع پر عدم رافت کی تاکید غالباً اس وجہ سے بھی ہے کہ عموماً ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آجاتا ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے جس سے کبھی وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جو کچھ ہوا، دونوں کی رضامندی سے ہوا۔ آیت میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

زناکار کی سزا کی تشہیر بے رحمی سے سو کوڑے مارے جانے کے علاوہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے کہ جب زناکار نے اپنی عفت کو داغ لگایا، اور اس کی شرم اور حیا کو زمین و آسمان نے جذب کر لیا، تو پھر اس کی پردہ پوشی کیوں ہو، بلکہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کا ایک ہجوم ہو کہ سزا کی خوب تشہیر ہو اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ عبرت و بصیرت بن سکے۔

Marfat.com

وَالْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (نور-۱)

اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔

شاید لوگوں کی موجودگی سے یہ بھی مقصود ہو کہ عوام کو اس کا علم ہو جائے کہ اس مجرم نے عذابی کیڑوں کو جذب کر لیا ہے جو ممکن ہے موقع پر ان کو معاف نہ کریں اور دوبارہ جرم پر آمادہ کر دیں، اس لئے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ قرآن پاک کی یہ آیت۔

اَلزَّانِىْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (نور-۱)

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا، بجز زانی یا مشرک کے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ جو زنا کار ہوتا ہے اس کی اول نظر زنا ہی پر جاتی ہے اور اس فعل کی وجہ سے بطور عذاب زنا کا خیال اس کی طبیعت میں رس بس جاتا ہے، اس لئے ایسے شخص سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔

بے حیا عورت پر پابندی بے حیا عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کی بے حیائی ظاہر ہو چکی تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر کی چاردیواری سے نکلنے نہ پائے، کیونکہ اس کا نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے یا عورت خود پھر بے حیائی کے کام کا موقع ڈھونڈ نکالیگی، یا برے مرد اس کو خواہ مخواہ چھیڑیں گے گو وہ نہ بھی چاہے، کیونکہ یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ جس نے ایک مرتبہ زنا کا ارتکاب کیا اس سے دوبارہ اس جرم کا ارتکاب لوگ بعید نہیں سمجھتے، ہاں شادی کے ذریعہ، اگر شادی نہیں ہوئی ہے اصلاح کی امید کی جاتی ہے۔ جس آیت سے پابندی عائد کرنے کا حکم سمجھ میں آتا ہے یہ ہے۔

وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تو تم لوگ ان پر اپنے میں سے چار آدمی گواہ کر لو، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ

Marfat.com

سَبِیْلاً - (النساء - ۳) کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ تجویز کر دیں۔

گو علماء کی ایک بڑی جماعت کا خیال ہے کہ زانیہ عورت کی شروع میں یہی سزا تھی اب باقی نہ رہی اور اس طرح یہ آیت منسوخ ہے، مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو بلکہ زنا کی سزا تو وہی ہو جو اوپر کی آیت میں سو کوڑے بیان کی گئی اور اس آیت کا منشاء یہ ہو کہ اجراءِ حد کے بعد عورت پر پابندی لگا دی جائے کہ گھر سے نہ نکلنے پائے تاکہ اس کی عصمت کو خطرہ لاحق نہ ہو، چنانچہ صاحب کشاف کے قول سے میرے اس خیال کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں :-

ویجوز ان تکون غیر منسوخۃ بان یترک ذکر الحد لکونہ معلوما بالکتاب والسنۃ ویوصی بامساکھن فی البیوت بعد ان یحددن صیانۃ لھن عن مثل ماجری علیھن بسبب الخروج من البیوت والتعرض للرجال۔

(کشاف ج۱ ص ۲۵۶)

یہ بھی جائز ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو اور حد کا ذکر یہاں اس لئے چھوڑ دیا گیا ہو کہ یہ کتاب و سنت سے معلوم ہے اور یہاں اس کی تاکید کی جا رہی ہو کہ زنا کار عورتوں پر حد کے اجراء کے بعد گھروں کے اندر رہنے کی پابندی لگا دی جائے کہ وہ اب سزا سے محفوظ رہیں جو گھر سے نکلنے اور مردوں کی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے۔

بہر حال اتنی بات ضرور ہونی چاہیئے کہ زنا کار مرد اور عورت کے ساتھ سلوک اس طرح ہو کہ وہ محسوس کرنے کہ جو کچھ میں نے کیا، برا کیا، اتنا برا کہ سماج اور سوسائٹی بھی اسے برداشت نہیں کر سکتی ہے اور اس طرح وہ اپنے کیئے پر پچھتائے، کسی لفظ سے اس کے اس برے فعل پر تائید کا پہلو پیدا نہ ہونے پائے تاکہ دوسرے پر بھی یہ معاملہ اثر انداز ہو۔

عہد نبوی میں حد زنا[1] کی عملی مثال موجود ہے، کتب حدیث میں واقعات پڑھے جا سکتے ہیں اوپر جو سزا بیان کی گئی وہ اس شخص کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن ہو یعنی غیر شادی شدہ ہو، اور ایسے شخص نے بخوشی زنا کا ارتکاب کیا ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہی

[1] زنا کی تعریف فقہاء نے یہ کی ہے کہ عاقل و بالغ کے ذکر کا حشفہ ایسی عورت کی شرمگاہ میں غائب ہو جائے جو نہ اس کی منکوحہ ہو نہ شرعی لونڈی۔ اور یہ وطی شبہ اور دباؤ کی وجہ سے نہ ہوئی ہو۔

Marfat.com

جو تمام بدن کے متفرق حصوں پر لگائے جائینگے، صرف چہرہ اور ان اعضاء کو جن پر ضرب لگنے سے انسان مرجاتا ہے، محفوظ رکھیں گے۔

اسلام کا قانون رجم | اور یہ شخص مکلف اگر آزاد ہونے کے ساتھ محصن بھی ہو یعنی نکاح صحیح کر کے اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو تو اس کی حد "رجم" ہے یعنی ایسے زنا کار مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائیگا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اس کی چار بار اپنے اوپر شہادت دی، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رجم (سنگسار) کا حکم فرمایا جو محصن تھا [۱]

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو پکار کر کہا۔ یا رسول اللہ! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا۔ یہ سن کر پہلے آپ نے منہ پھیر لیا، لیکن اس نے اپنی یہ بات چار مرتبہ کہی۔ اس کی چار گواہی کے بعد آپ نے اسے بلایا اور پوچھا، تو پاگل ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا "ہل احصنت" (کیا تو شادی شدہ ہے؟) اس نے کہا "نعم" (ہاں) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو لیجاؤ اور رجم کرو [۲]

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کا واقعہ کتب حدیث میں بہت مشہور ہے کہ انہوں نے خود آکر خدمتِ نبوی میں جرم کا اعتراف کیا۔ آپؐ نے پہلے ٹالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے چار بار اس کا اقرار کیا، اس طرح جب یقین ہو گیا تو آپ نے ان کے "رجم" کا حکم جاری فرمایا اور وہ سنگسار کئے گئے [۳]

رجم کی حقانیت | یہ بالکل درست ہے کہ قرآن میں رجم کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا انکار کر دیا جائے جبکہ صحیح حدیثوں میں بکثرت اس طرح کی مثالیں موجود ہیں اور خود ارشادِ نبوی میں بھی صراحتاً رجم کا حکم مذکور ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اپنے زمانہ میں اس خدشہ کا اظہار فرما

---

[۱] بخاری باب رجم المحصن [۲] بخاری باب لا یرجم المجنون والمجنونہ [۳] بخاری باب ہل یقول الامام للمقر

Marfat.com

کہ اس کی تردید فرمائی تھی آپ کا ارشادِ گرامی ہے۔

لقد خشیت ان یطول الناس زمان حتیٰ	مجھے خوف ہے کہ ایک عرصہ دراز کے بعد کہنے والے
یقول قائل لانجد الرجم فی کتاب اللہ	یہ کہنے پر نہ اتر آئیں کہ ہم کتاب اللہ میں "رجم" کا
فیضلوا بترك فریضۃ انزلها اللہ، الا	کا حکم نہیں پاتے ہیں، اگر ایسی بات ہوئی تو وہ اس
وان الرجم حق علی من زنیٰ وقد احصن	ایک فریضہ کی ترک کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے سن
اذا قامت البینۃ اوکان الحمل او	رکھو شادی شدہ زانی پر رجم حق ہے جب ثبوت،
الاعتراف (بخاری باب الاعتراف بالزنا۔)	شرعی یا دلیل، یا اعتراف پایا جائے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ خدشہ درست ثابت ہوا اور بعد کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے وہی کہا جس کی حضرت عمرؓ نے پیشن گوئی کی، مگر الحمد للہ ان کی یہ بات انہی تک محدود رہی اور امت اس گناہ سے محفوظ رہ گئی، جمہور امت کے یہاں "رجم" کا حکم بالکل بجا ہے اور امت میں یہی حکم رائج ہے۔

عقل سے بھی رجم کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ محصن اور غیر محصن کی سزا میں ضرور فرق چاہئے اور اس کی یہی صورت ہے دوسری بات یہ ہے غیر محصن کے راہ راست پر آجانے کی اُمید ہے کہ شادی سے جنسی میلان کا راستہ کھل جائیگا اور اس میں بری عادت باقی نہ رہے گی بگر شادی شدہ سے جب یہ جرم سرزد ہوتا ہے تو خطرہ ہے کہ اس کا وجود مرض متعدی کی حیثیت اختیار نہ کرلے، اس لئے اچھا ہے کہ اس کے وجود سے سوسائٹی پاک ہو جائے۔

رجم کا طریقہ بہر حال محصن مرد اور عورت سے اگر زنا پایا جائے اور ثابت ہو جائے تو ان کو سنگسار کیا جائے گا، اس کی صورت یہ ہو گی کہ ایک کھلی ہوئی جگہ مجرم کو لیجایا گیا، جہاں قاضی اور گواہ موجود ہونگے اگر اعتراف جرم سے یہ فیصلہ ہوا ہے تو حاکم بسم اللہ کرے گا اور گواہی سے مجرم ثابت ہوا ہے تو گواہ ابتدا کریں گے یعنی پہلے یہ پتھر اٹھا کر اس پر ماریں گے پھر عام پبلک۔ اور اس طرح پتھر مارتے مارتے اس کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا جائے گا عورت کو رجم کرنا ہو گا تو اس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور نصف بدن اس میں گاڑ دیا جائے گا، تاکہ بے ستری کا خوف نہ رہے۔

Marfat.com

غلام اور لونڈی کے احکام میں نے قصداً چھوڑ دیئے ہیں۔ بس یوں سمجھئے ان کے لئے رجم "نہیں ہے اور کوڑوں میں آزاد سے آدھے ان کو لگائے جائیں گے یعنی حدِ قذف میں چالیس کوڑے اور حدِ زنا میں پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔

زبردستی زنا اور اس کا حکم | اگر کسی عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے بخاری نے اپنی جامع میں ایک باب ہی باندھا ہے اس عورت پر حد نہیں ہے جس سے زبردستی زنا کیا گیا ہو اور اس باب کے تحت پہلے یہ آیت نقل کرتے ہیں۔

وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (نور-۴)

اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک غلام نے ایک لونڈی سے زبردستی زنا کیا، یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے یہاں پیش ہوا تو آپ نے ثبوت کے بعد غلام پر حد جاری کی، مگر لونڈی کو بری کر دیا، کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔[1]

عہدِ نبوی کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک خاتون نماز کے لئے نکلیں، راستہ میں ایک مرد سے ان کی ملاقات ہو گئی مرد نے اس خاتون کو پکڑ لیا اور زبردستی ان کے ساتھ زنا کیا، یہ خاتون چیخی چلائی تو لوگ دوڑے اور زانی کو گرفتار کیا پھر یہ زانی دربارِ نبوی میں پیش ہوا، چنانچہ اس شخص نے جرم کا اقرار کر لیا، عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذہبی فقد غفر اللہ لک،" تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا، اور زانی کے لئے رجم کا فیصلہ فرمایا۔[2]

پاگل کا حکم | پاگل کا حکم بھی یہی ہے یعنی اس پر بھی حد نہیں ہے۔

ان القلم مرفوع عن ثلثة عن المجنون حتی یبرأ وعن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یعقل (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

تین سے قلم اٹھا لیا گیا ہے پاگل سے جب تک جنون کے مرض سے اچھا نہ ہو جائے سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو اور بچہ سے جب وہ عاقل نہ ہو۔

کسی مرد نے دباؤ کی وجہ سے زنا کیا ہو، اس کے متعلق اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں اس پر حد ہے مگر یہ کہ دباؤ ڈالنے والا خود سلطان ہو تو حد نہیں ہے اور صاحبین

[1] بخاری باب اذا استکرہت المرأۃ علی الزنا فلا حد علیہا۔ [2] جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۸۷

Marfat.com

اور امام شافعی کا قول ہے کسی کے بھی زبردستی کرنے سے اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہو بہرحال اس پر حد نہیں ہے [1]

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے عرض کرنا ہے کہ اسلام کے ان قوانین سے عصمت و عفت کی جو اہمیت سمجھ میں آتی ہے اس پر بار بار غور کیا جائے، اور انصاف کیا جائے اگر اسلام کا یہی قانون پوری دنیا میں نافذ کر دیا جائے تو کیا یقین نہیں ہے کہ دنیا سے بدکاری (جو وبا کی طرح پھیل پڑی ہے) ختم ہو جائے گی؟ دنیا چاہتی ہے کہ اخلاق و اعمال کی بلندی اور عفت و عصمت کا تحفظ عمل میں آئے تو اسے اسلام کے ان قوانین پر غور کرنا چاہیئے۔

قوم لوط کا عمل

شروع کتاب میں لکھ آیا ہوں کہ لواطت حرام ہے اپنی بیوی کے ساتھ ہو یا کسی دوسری عورت یا مرد کے ساتھ یہ ایسی برائی ہے جس پر تقریباً تمام اہل علم سلیم الطبع کا اتفاق ہے، غالباً کچھ لوگ شیعی علماء میں ایسے ہیں، جو اپنی بیوی سے لواطت کو جائز کہتے ہیں اور وہ اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

نِسَاۤءُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ ۔ (بقرہ - ۲۸) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس تم اپنے کھیت میں آؤ جس طرف سے چاہو۔

وطی فی الدبر مگر تعجب ہے کہ وہ اس آیت کو اپنی دلیل میں کیسے پیش کرتے ہیں، یہ آیت تو ان کی تردید کرتی ہے، کیونکہ "حرث" کا لفظ کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ موضع کاشت عورت کے آگے کا مقام ہے نہ کہ پیچھے کا کیا کوئی مثال ہے کہ پیچھے کے حصہ (دبر) سے کسی عورت کے کوئی بچہ پیدا ہوا ہو، یا کوئی ڈاکٹر اپنے فن کے اعتبار سے اس کی کاشت کو ثابت کر سکتا ہے جب یقینی طور پر ایسی بات نہیں تو پھر کوئی ذی عقل اور سمجھدار اس آیت سے کیونکر ثابت کر سکتا ہے پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ وطی فی الدبر کو جائز قرار دیا جائے تو مقاصد نکاح کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی بدطینت مرد فرض کر لیجئے اپنی جنسی خواہش عورت کے پچھلے حصہ (دبر)

[1] احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۲۱۹

Marfat.com

سے پوری کر بھی لے مگر سوال یہ ہے کہ عورت کیا کرے گی؟ قرآن میں اس کی تفسیر خود موجود ہے ارشاد ربانی ہے۔

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ (بقرہ) — سو تم ان کے پاس آؤ جس جگہ میں اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے۔

کتب حدیث میں بیسیوں حدیثیں صراحتًا بتاتی ہیں کہ عورت کے ساتھ بھی وطی فی الدبر حرام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اتی النساء فی اعجازھن فقد کفر رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات (مفتاح الخطابہ ص۲۱۴) — عورتوں سے جس نے وطی فی الدبر کی اس نے کفر کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی

من اتی حائضًا او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمدؐ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص۵۷) — جو شخص حائضہ سے یا اس کے دبر سے جنسی میلان پورا کرے یا کاہن کے پاس آئے اس نے دین محمد سے انکار کیا۔

کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت کے ساتھ لواطت کسی حال میں جائز نہیں۔ صحابۂ کرام میں کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہیں ہے، ائمہ اربعہ بھی لواطت کو (عورت کے ساتھ بھی) حرام ہی کہتے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت کے پیچھے سے آسکتے ہیں اس کا مطلب خود صحابہ نے یہ بیان کیا ہے کہ پیچھے کی طرف سے اگلے حصّہ سے استمتاع کرے، علامہ نووی لکھتے ہیں۔

واتفق العلماء الذین یعتد بھم علی تحریم وطی المرأۃ فی دبرھا حائضًا کانت او طاھرًا لاحادیث کثیرۃ مشھورۃ (شرح مسلم ج۱ ص۴۶۳) — بہت سی احادیث مشہورہ کے پیش نظر قابل اعتماد علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا خواہ حائضہ ہو، خواہ پاک حرام ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے عقلی طور پر بھی اور نقلی لحاظ سے بھی۔

استلذاذ بالمثل مرد کا مرد سے اپنے جنسی میلان کا پورا کرنا یہ اپنے پیچھے ایک لمبی تاریخ رکھتا ہے قرآن پاک کی شہادت یہ ہے کہ اس فعل بد کی ابتدا قوم لوط نے کی، اس قوم سے

Marfat.com

پہلے کوئی اس کا مرتکب نہ تھا، قوم لوط کے اس فعلِ بد کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادِ الٰہی ہے

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ۔

(الاعراف ۱۰۰)

اور ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہاں والوں میں سے کسی نے نہیں کیا کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔

اس معنی کی اور بھی متعدد آیتیں قرآن میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے "استلذاذ بالمثل" مردوں میں قوم لوط سے شروع ہوا، یہی قوم اس کی موجد ہے، حضرت لوط علیہ السلام کے لب ولہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم نے اس فعل کو اس طرح شروع کیا کہ ان کی قوم کے سامنے اس طرح کی کوئی مثال نہ تھی۔

قرآن ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کی خباثت اس سلسلہ میں بہت بڑھی ہوئی تھی، اس برائی پر ان کو ذرہ برابر ندامت محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ قوم علی الاعلان اس برائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ ان کی شیطنت کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی خوبصورت کو دیکھا لوگ ٹوٹ پڑے مہمان کی بھی اس سلسلہ میں پرواہ نہ تھی، زبردستی کرنا چاہتے تھے۔

قوم لوط اور اس کا انجام سورۂ ہود ساتویں رکوع میں رب العزت نے اس وقت کا نقشہ کھینچا ہے جب عذاب کے فرشتے نوجوان انسان کی صورت میں مہمان بن کر لوط علیہ السلام کے یہاں پہنچے ہیں اور قوم لوط ان مہمانوں کی بے حرمتی کے لئے آمادہ ہو گئی ہے، یعنی چاہا گیا کہ ان سے اپنی جنسی پیاس بجھائیں۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی کا عجیب عالم ہے، قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ عورتوں سے اپنی جنسی تسکین چاہو، اس غیر فطری فعل پر تم کیوں مصر ہو پھر درد کے ساتھ فرما رہے ہیں اور اللہ کا واسطہ دے رہے ہیں کہ یہ میرے مہمان ہیں تم نے کوئی بات کی تو میری رسوائی ہوگی۔ مگر ملعون قوم ہے کہ ایک نہیں سنتی۔

بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور بری طرح سے قوم لوط تہ و بالا ہوئی، زمین

Marfat.com

کو الٹ کر اس قوم پر دے مارا اور پھر پتھر کی بارش بھی ہوئی عذاب کا نقشہ قرآن میں کھینچتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔ (ھود۔۷)

سو جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس سرزمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر ان کے رب کے پاس خاص نشان بھی تھا۔

قوم لوط کے بعد قوم لوط کے بعد بھی اس فعل کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ لواطت کا وجود قبل مسیح بھی تھا۔ یونان اور روما کے متعلق بیان ہے کہ یہاں یہ ذوق انتہائی عروج پر تھا اس تلذذ بالمثل یا امرد پرستی کے سلسلہ میں لوگوں نے سقراط، ارسطو، سکندر اعظم اور جولیس سیزر وغیرہ کا نام بھی لیا ہے۔

فرانس کے متعلق لکھا ہے تیرہویں صدی عیسوی میں "امرد پرستی" و "تلذذ بالمثل" کا بڑا اندور تھا، اور حکومت کو اس سلسلہ میں ۱۲۱۲ئہ میں یہ قانون پاس کرنا پڑا کہ اس فعل کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح چودھویں اور اٹھارہویں صدی کے متعلق بھی بیان ہے کہ فرانس میں بڑی کثرت تھی جرمنی کا بھی یہی حال تھا۔

آپ یہ سن کر حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ نازی دور سے پہلے ایک صاحب ڈاکٹر ماگنوس ہرشفیلڈ تھے، جو دنیا کی مجلس اصلاح صنفی کے صدر رہ چکے ہیں انہوں نے عمل قوم لوط کے حق میں چھ سال پروپگنڈا کیا، آخر کار جمہوریت کا آلہ اس حرام کو حلال کر دینے پر راضی ہو گیا اور جرمن پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے طے کر دیا کہ اب یہ فعل جرم نہیں ہے بشرطیکہ طرفین کی رضامندی سے اس کا ارتکاب کیا جائے اور معمول کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کا ولی ایجاب و قبول کی رسم ادا کرے[1]

مشرقی ممالک میں ایران کا نام بدنام ہے فارسی کی شاعری سے اس کی تائید ہوتی ہے اس سلسلہ میں کراچی کا نام بھی لیا گیا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں تین اڈے ایسے پائے

[1] پردہ صـ۴۵۔

جہاں ہیجڑے لڑکے عصمت فروشی کیا کرتے تھے، افغانستان کے متعلق بھی بعض مصنفوں کا بیان ہے[1]۔

مغربی ممالک میں جیسا کہ کنسے رپورٹ کے تذکرے سے معلوم ہو چکا ہے اب تک اس کا چرچا ہے اور کافی ہے، ہندو پاکستان کو بھی اس سلسلہ میں پاک نہیں کہا جا سکتا، مگر یہاں عوام میں نہیں ہے بلکہ تعلیم یافتہ اور مہذب طبقہ میں ہے اسکول کالج یونیورسٹی اور مدارس بھی اس لعنت میں گرفتار ہیں۔

استلذاذ بالمثل اسلام کی نظر میں

اسلام نے دوسری برائیوں کے ساتھ اس برائی سے بھی سختی سے روکا اور اس فعل بد کی سزا نہایت سخت سے سخت تجویز کی ذرا سی بھی رو رعایت ملحوظ نہیں رکھی۔ اوّل تو قرآن پاک میں قوم لوط کا واقعہ تفصیل سے متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا اس برائی کے سلسلہ میں حضرت لوط علیہ السلام نے جس جس طرح اپنی قوم کو سمجھایا اسے نقل کیا گیا، اس طرف اشارہ کیا کہ جس قوم کو تلذذ بالمثل اور "امرد پرستی" کی عادت ہو جاتی ہے اس کی اخلاقی حالت کس قدر پست اور ذلت آمیز حد تک پہنچ جاتی ہے، پھر قوم کی عبرت انگیز سزا کا نقشہ پیش کیا، تاکہ قرآن کے پڑھنے والے اس برائی کے انجام سے اچھی طرح واقف ہو جائیں، اور اس طرح اپنے آپ کو اس غیر فطری فعل سے محفوظ رکھیں۔

قرآن وحدیث میں اس امت کے لئے اس غیر فطری فعل کی سزا بھی بیان کی گئی، اور اس سے روکنے اور امت کو بچانے کے لئے بڑا مواد فراہم کر دیا گیا ہے، شروع میں قرآن میں ان غیر فطری فعل کے کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَالَّذَانِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا (نساء-۳) تم میں سے جو دو مرد بدکاری کریں ان کو ایذا دو۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلنشین پیرایہ میں اس غیر فطری فعل کی برائی ذہن نشین کرنے کی سعی فرمائی، طرح طرح سے روکا، اس کی سخت سے سخت سزائیں بیان کیں ایک دفعہ آپ نے اپنے خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ خطرہ

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے اسلام اور جنسیات "استلذاذ بالمثل"۔

Marfat.com

قوم لوط (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۸۹) قوم لوط کے عمل کا ہے۔

گویا یہ پیش بندی تھی کہ قوم کا رخ ادھر نہ ہونے پائے، اور امت محسوس کرے کہ یہ ایسی برائی ہے جس کا اندیشہ ظاہر کر کے پیغمبر اسلام روک چکا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنا جنسی میلان مرد سے پورا کرتا ہے یعنی لواطت کرتا ہے، رب العزت اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔[1]

لوطی نقل و عقل کی روشنی میں خالق کائنات کو لوطی سے اتنی شدید نفرت ہو گی اور اس پر اس کا اتنا غضب ہو گا، واقعہ ہے کہ قوم لوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل ہے بالکل غیر فطری ہے، جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا، اس عمل کا ارتکاب کر کے انسان انسانیت کی مٹی پلید کرتا ہے، نسل کشی کا اعلان کرتا ہے اور یہی نہیں عورتوں کی تباہی و بربادی بھی اس میں مضمر ہے، خود اس کرنے والے مجرم کی بھی ہلاکت ہے، اپنے کو طرح طرح کی بیماریوں کا شکار بناتا ہے، کیونکہ اس کے اعضائے رئیسہ مضمحل ہو جاتے ہیں، چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے کسی کام کا نہیں رہتا، یہ محروم القسمت انسان اولاد جیسی نعمت! اور "عفت" جیسی عظیم الشان دولت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتا ہے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جو اس غیر فطری برائی میں مبتلا ہوا۔ دنیا میں بھی عذابی کیڑے ہمیشہ کے لئے اس سے چپک گئے، یعنی پھر اس لت اور عادت کا دور ہونا قریب قریب ناممکن ہے فاعل و مفعول بہ دونوں کا یہی حال ہوتا ہے، موت ہی اس بری عادت کو چھڑا سکتی ہے اس سے پہلے کوئی امید نہیں، بوڑھے ہونے کے بعد بھی اس برے فعل میں مبتلا رہتے ہیں یعنی فاعل بڑھاپے تک کرنے کی سعی کرتے ہیں اور مفعول بہ کروانے کی۔

لوطی کی سزا غالباً یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا قتل بیان فرمائی۔

من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ (ترمذی)

تو لوط کے عمل میں جس کو بھی مبتلا دیکھو، قتل کر ڈالو فاعل (کرنے والے کو بھی) اور مفعول (جس کے ساتھ کیا جائے، کو بھی۔

---

[1] ترمذی، ج ۱ ص ۱۴۸۔

Marfat.com

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح الاسناد ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے [1]

اس حدیث کی بنیاد پر جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص لواطت کا مرتکب ہو اس کو قتل کر دیا جائے، خواہ محصن ہو یا غیر محصن۔ یہ ایسا جرم ہے جس میں معافی کی کوئی صورت ہے ہی نہیں کیونکہ اس غیر فطری فعل کو زنا سے بھی بدتر سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت علی، حضرت خالد بن ولید رض، حضرت عبداللہ بن زبیر رض، حضرت عبداللہ بن عباس رض، خالد بن زید رض، عبداللہ بن معمر رح، پھر زہری رح، ربیعہ بن عبدالرحمن رح، امام مالک رح، اسحاق بن راہویہ اور امام بن حنبل رح ان تمام بزرگوں کا یہی قول ہے اور امام شافعی رح کا بھی ایک قول یہی ہے [2]

ایک جماعت کہتی ہے کہ جو زانی کی سزا شریعت میں مقرر ہے وہی لوطی کی بھی ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے قائلوں میں عطا بن رباح رح، حسن بصری رح، سعید بن مسیب ابراہیم نخعی رح، قتادہ رح، اوزاعی رح، امام ابو یوسف رح، امام محمد رح اور امام شافعی رح (اپنے ظاہر قول میں) ہیں ایک روایت امام احمد رح سے بھی ہے [3]

اس کے خلاف دوسری جماعت کہتی ہے کہ زنا اور لواطت میں بڑا فرق ہے، زنا پر حد مقرر ہے اور لواطت پر کوئی حد مقرر نہیں۔ اس لئے لوطی کی بعینہ وہی سزا نہ ہو گی جو زنا کار کی ہے۔ ہاں حاکم کو البتہ اختیار ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت اور دردناک سزا دے لوطی کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر کچلوا دیا جائے، پہاڑ کے اوپر سے گرا کر مار ڈالا جائے اور یا آگ میں جلا کر مار دیا جائے، حضرت ابو حنیفہ اور حاکم کا یہی مذہب ہے [4]

پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ اسی پر ہے کہ قتل کر دیا جائے اور یہی جمہور کا مذہب ہے، اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زنا والی حد جاری کی جائے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طریقہ سے بھی لوطی کو مارا جائے جائز ہے۔ بہر حال اتنی بات مشترک ہے کہ لوطی کے موت کے گھاٹ اتارنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، قتل کی نوعیت میں البتہ اختلاف ہے۔

سزائے قتل کی روشنی میں | لوطی کی سزا کے متعلق صحابہ کرام رض اور ائمہ دین کے فیصلے پڑھ کر

---

[1] الجواب الکافی ص۲۳۰ [2] ایضاً ص۲۲۶ [3] ایضاً [4] ایضاً ص۲۲۷۔

Marfat.com

تعجب نہ ہونا چاہیئے قوم لوط کا جو حشر ہوا اس کو سامنے رکھنے کے بعد کسی سختی کو سختی بھی نہیں کہا جا سکتا، لوطی کی خباثت و شیطنت کو مد نظر رکھا جائے تو کہنا ہو گا کہ درست ہے اگر آسمان اس پر ٹوٹ پڑے، پہاڑ گر جائے زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنسا دیا جائے۔

مفعول یہ (جس نے فعل بد کروایا ہے) یہ تو اس درجہ میں ہے کہ اس کا قتل ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ جب اس کی رضا سے اس سے لواطت کی گئی تو اس پر ایسی موت طاری ہو گی جس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں زمین پر متعفن زندہ لاش ہے بے گناہ قتل ہوتا تو اچھا تھا کہ لوگوں میں محبت و شفقت سے یاد کیا جاتا اور مظلوم شہید کا درجہ حاصل کرتا، مگر اس (وطی فی الدبر) کے بعد اس کے حق میں کوئی رحم و کرم نہیں، نہ شریعت کی نظر اور نہ انسانی سوسائٹی میں۔ سوچیئے تو کہ قاتل کو اگر مقتول کا وارث چاہے بچا سکتا ہے مگر لواطت کرنے والے کے لئے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ یقیناً نہیں۔

عہد صحابہ کا ایک واقعہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک ایسا شخص ہے جو لواطت کراتا پھرتا ہے، حضرت خالد نے یہ واقعہ خلیفۃ المومنین صدیق اکبرؓ کو لکھ بھیجا اور مشورہ طلب کیا چونکہ یہ نئی طرح کا واقعہ تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے مجلس مشاورت بلائی اور یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل کا تعلق قوم لوط کے عمل سے ہے سزا بھی اسی نوعیت کی مناسب ہے میری رائے ہے اس شخص کو جلا ڈالا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے یہی سزا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی، چنانچہ حضرت خالدؓ کو جب یہ فرمان ملا، تو آپ نے اسے گرفتار کیا اور آگ میں جلوا ڈالا[1]

یہ وہ ملعون فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے والے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار لعنت فرمائی اور اس کی قباحت کا اظہار فرمایا[2]

بچنے کی تدبیر اسلام چاہتا ہے کہ اس غیر فطری فعل سے انسان اپنے کو محفوظ رکھے، اس کی صورت یہی ہے کہ خوبصورت لڑکوں سے اجتناب کیا جائے، اور جو اس کے دواعی ہو سکتے

[1] الجواب الکافی صد ۲۲۹ - [2] ایضاً

Marfat.com

ہیں ان سے الگ تھلگ رہنے کی سعی کی جائے۔

حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں۔

"الداروں کے لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ اپنی شکل وصورت اور لباس و پوشاک سے سراپا فتنہ ہیں، ایسا فتنہ کہ بسا اوقات عورتوں سے بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں۔"

پھر انہوں نے حضرت سفیان ثوریؒ کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن حضرت سفیانؒ غسل خانے میں داخل ہوئے اتفاق سے اسی وقت ایک لڑکے نے بھی غسلخانہ میں داخل ہونا چاہا، آپ نے دیکھا تو فرمایا۔ اسے یہاں سے نکالو اور جلد نکالو۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی

فانی اری مع امرأۃ شیطانا و مع کل صبی بضعۃ عشر شیطانا (مفتاح الخطابۃ ص ۲۱۷)

عورت کے ساتھ مجھے ایک ہی شیطان دکھائی دیتا ہے، اگر "امرد" کے ساتھ کچھ اوپر دس شیطان

امرد سے پرہیز اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے کہ امام موصوف کی خدمت میں ایک شخص کسی ضرورت سے حاضر ہوا، اس شخص کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا اسے دیکھ کر آپ نے پوچھا یہ کون ہوتا ہے؟ اس شخص نے بتایا بھانجا ہوتا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا، دیکھو اب دوبارہ اسے ہمارے یہاں نہ لانا۔ اور تم بھی اس کو ساتھ لے کر بازار میں چکر نہ لگانا تاکہ کسی کو تمہارے متعلق برا گمان کرنے کا موقع نہ ملے۔[1]

یہ ان بزرگوں کی رائے ہے جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں مسلّم ہیں۔ پھر کیا یہ رائے بے وجہ ہے۔ واقعہ ہے ان بزرگوں نے جو ہدایت فرمائی وہ بالکل درست ہے اور قابلِ عمل ہے۔

ہمارے زمانہ کے ان حضرات کے لئے ان واقعات میں عبرت و بصیرت ہے جو تنہائی میں "امرد لڑکوں" سے پاؤں دبواتے ہیں اور بے تکلف بن کر ان کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ان کی نیتوں میں فساد ہے بلکہ آگاہ یہ کرنا ہے کہ فتنہ کے دواعی سے اپنی حفاظت ایک ضروری فریضہ ہے۔

امرد کا چہرہ دیکھنا فقہاء شہوت کے اندیشہ کے وقت "امرد" کے چہرہ کو دیکھنا حرام کہتے ہیں۔

---

[1] مفتاح الخطابہ ص ۲۱۷۔

Marfat.com

فانہ یحرم النظر الی وجہہا و وجہ الامرد اذا شک فی الشھوۃ (در مختار برحاشیہ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۵)

جنسی میلان کا خطرہ ہو تو اس وقت عورت اور امرد کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہوتا ہے۔

"امرد" اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی داڑھی ابھی نہ نکلی ہو، مونچھ آرہی ہو بعض علما تو کہتے ہیں کہ امرد اگر حسین ہو تو عورت کے حکم میں ہے یعنی سر سے پاؤں تک اس کا جسم ستر ہے اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے، مگر ابوالقاسمؒ کی رائے ہے کہ شہوت کے ساتھ دیکھنا تو جائز نہیں مگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ ماحصل یہ ہے کہ تلذذ مقصود ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

قال ابن القطان اجمعوا علی انہ یحرم النظر الی غیر الملتحی بقصد التلذذ و تمتع البصر بمحاسنہ واجمعوا علی جوازہ بغیر قصد اللذۃ والناظر مع ذالک امن الفتنۃ۔ (ردالمحتار - ج ۱ ص ۲۸۵)

ابن القطان فرماتے ہیں، امرد جس کی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے، تلذذ اور اس کی خوبصورتی سے متمتع ہونے کے ارادے سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے اور تلذذ مقصد نہ ہو اور دیکھنے والا فتنہ سے مامون ہو تو بالاجماع جائز ہے۔

شہوت کس کو کہتے ہیں اس کی تفسیر میں مختلف قول ہیں، مگر زمانہ کے لحاظ سے علامہ شامی کی یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ۔

انہا میل القلب مطلقا (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۵) شہوت نام ہے دل کے میلان کا۔

دو مردوں کا ایک ساتھ لیٹنا سونا اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسی فتنہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چادر میں دو مرد نہ سوئیں، ارشادِ نبوی ہے۔

لا یفض الرجل الی الرجل فی ثوب واحد (مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ عن مسلم)

ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ آئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں ایک کپڑے میں لیٹنے سونے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس سے جنسی میلان میں ہیجانی کیفیت ہوتی ہے۔ جس سے کبھی کبھی لواطت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کو دلیل بنا کر امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منھما فی جانب من الفراش (تفسیر کبیر۔ ج ۶ ص ۲۵۹)

دو مردوں کا ایک ساتھ سونا لیٹنا جائز نہیں ہے گو دونوں بستر کے کنارے ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ حکم نفسیات کے بالکل مطابق ہے۔ دو شخصوں کا یکجا سونا کسی حال میں ضرر سے خالی نہیں اور غالباً اور وجوہ کے ساتھ یہ وجہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع (ریاض الصالحین عن ابی داؤد۔ ص ۱۵۹)

تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو اُن کو نماز کا حکم کرو اور دس کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کیلئے پیٹو بھی اور الگ الگ بستر پر سلاؤ۔

عمر کے اس حصہ میں بچوں کا بستر علیحدہ کر دینے سے نفسیاتی طور پر بھی بڑا فائدہ ہوگا اور صحت کے اعتبار سے بھی بچے فائدہ میں رہیں گے، عمر کے اس حصہ سے انسان میں جنسی میلان کی سوجھ بوجھ شروع ہونے لگتی ہے۔

ہمارے اس دور میں خصوصیت سے اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ اس دور میں ایسی چیزوں کی کثرت ہے جو جنسی میلان کو مشتعل کرتی رہتی ہے ہیں اور کم وبیش ہر شخص پر اس کا اثر بھی پڑتا ہے۔

پھر یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ جس طرح یہ حرام ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ان حصوں کو دیکھے جن کو "ستر" سے تعبیر کرتے ہیں، اس طرح یہ بھی حرام ہے کہ بغیر ضرورت دو مردوں کے جسم اس طرح مل جائیں کہ بیچ میں کوئی چیز حائل باقی نہ رہے ہاں اس حکم سے مصافحہ وغیرہ طرح کی چیزیں مستثنیٰ ہیں [1]۔

حافظ ابن حجر اس کی بھی صراحت فرماتے ہیں۔

ویحرم لمس عورۃ غیرہ بای موضع بدنہ کان بالاتفاق۔ (فتح الباری پ ۲۱ ص ۱۴۸)

غیر مرد کے ستر کو ہاتھ لگانا حرام ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ بدن کے جس حصہ سے ستر چھوئے سب حرام ہے۔

---

[1] فتح الباری ۲۱ پ ص ۱۴۸ ۔

Marfat.com

ہمارے اس دور میں ان لوگوں کے لئے عبرت وبصیرت کا سبق ہے، جو لڑکوں کے سامنے گھٹنے کھولنا اور تیل کی مالش کرانا عیب نہیں سمجھتے ارشاد نبوی ہے ۔

لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل		ایک مرد دوسرے مرد کی روستر نہ دیکھے

(مشکوٰۃ عن مسلم)

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰی ۔

محمد ظفیر الدین پورہ نوڈیہاوی

Marfat.com

دارالاشاعت کراچی کی نئی مطبوعات

قصص القرآن : از مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی کامل چار جلد	۲۴۰/=
تاریخ ارض القرآن : مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کامل دو جلد	۵۷/=
اسلام کا نظام مساجد : مولانا محمد ظفیر الدین ندوی	۳۳/=
مسلمانوں کا نظم مملکت (اردو) : ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مصری	۵۴/=
المنجد عربی اردو لغت : جدید اضافہ شدہ عکسی ایڈیشن	۱۴۴/=
بیان اللسان عربی اردو ڈکشنری : اضافہ شدہ عکسی ایڈیشن	۸۱/=
المعجم اردو عربی ڈکشنری : جدید عکسی ایڈیشن	۷۸/=
لطائف علمیہ ترجمہ اردو کتاب الاذکیاء : امام ابن جوزی	۵۴/=
مجالس حکیم الامت : (جدید ملفوظات) از مولانا مفتی محمد شفیع	۵۴/=
عیسائیت کیا ہے ؟ (تردید عیسائیت) مولانا محمد تقی عثمانی	۲۵/=
تاریخ دار العلوم دیوبند : مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند	۱۸/=
داڑھی کی شرعی حیثیت مع داڑھی کا فلسفہ : مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند	۹/=
سائینس اور اسلام : مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند	۱۰/۵۰
بیمۂ زندگی : (قرآن و حدیث کی روشنی میں) مولانا مفتی محمد شفیع	۹/=
اسلام کا نظام تقسیم دولت : " " "	۶/=
پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ و سود کا مسئلہ : " " "	۶/=
انسانی اعضاء کی پیوندکاری : " " "	۶/=
میرے والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات : " " "	۷/۵۰
تسہیل خلاصہ فصل السبیل : " " "	۶/=
قانون وراثت : مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ	۱۲/=

ملنے کا پتہ : دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ اردو بازار کراچی ۱

Marfat.com

Marfat.com

بہترین اسلامی کتابیں

قصص القرآن مولانا محمد حفظ الرحمٰن ۴ جلد ۲۲۵/-
مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ اردو) ۵ جلد ۶۰۰/-
معارف الحدیث۔ مولانا محمد منظور نعمانی، جلد ۲۲۵/-
تجرید صحیح بخاری مترجم عربی اردو کامل مجلد ۱۱۶/-
شرح حصن حصین مترجم مولانا محمد عاشق الٰہی ۶۶/-
شرح اربعین، امام نووی " " مجلد ۲۷/-
حجۃ اللہ البالغہ اردو، شاہ ولی اللہ دہلوی مجلد ۷۵/-
بہشتی زیور مدلل مکمل مولانا اشرف علی مجلد ۱۱۸/-
فتاوٰی دار العلوم دیوبند مفتی محمد شفیع ۲ جلد ۲۴۶/-
علم الفقہ کامل مولانا عبد الشکور لکھنوی ۷۸/-
عقائد علمائے دیوبند و حسام الحرمین مجلد ۲۸/-
احیاء العلوم اردو، امام محمد غزالی ۴ جلد ۲۴۰/-
کیمیائے سعادت اردو " " مجلد ۷۲/-
مجالس الابرار، اردو، شیخ احمد رومی مجلد ۹۶/-
مجالس حکیم الامت مفتی محمد شفیع ۵۱/-
مومن کے ماہ و سال اردو، شیخ عبد الحق دہلوی مجلد ۵۷/-
اسلام کا نظام مساجد، مولانا ظفیر الدین مجلد ۲۷/-
اسلام کا نظام عفت و عصمت " " ۳۶/-
اسلام کا نظام اراضی و عشر و خراج، مفتی محمد شفیع ۴۸/-
علمی کشکول منتخب مضامین " " " ۴۸/-
احکام اسلام عقل کی نظر میں، مولانا اشرف علی ۴۲/-
حیاۃ الصحابہ اردو، مولانا محمد یوسف ۳ جلد اعلیٰ قسم ۲۲۵/-
بخاری شریف مترجم مع شرح امام بخاری ۳ جلد اعلیٰ ۳۹۰/-

مستند اسلامی کتابیں

ارواح ثلاثہ (حکایات اولیا) مولانا اشرف علی ۳۰/-
آیات بینات، محسن الملک (تردید شیعہ) ۲ جلد ۹۶/-
تحفہ اثنا عشریہ اردو، شاہ عبد العزیز (تردید شیعہ) مجلد ۱۱۸/-
تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی مجلد ۴۸/-
تاریخ فقہ اسلامی اردو، شیخ محمد خضری مجلد ۶۰/-
تذکرہ غوثیہ، سید غوث علی شاہ قلندر مجلد ۶۰/-
تذکرہ مجدد الف ثانی مولانا محمد منظور نعمانی " ۴۸/-
عیسائیت کیا ہے؟ مولانا محمد تقی عثمانی ۱۴/-
مسلمانوں کا نظم مملکت، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مجلد ۴۸/-
لطائف علمیہ ترجمہ کتاب الاذکیا، ابن جوزی ۴۸/-
کلیات امدادیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۴۸/-
المنجد عربی اردو، جامع لغات مجلد ۱۳۲/-
المعجم اردو عربی " " " ۶۹/-
بیان اللسان عربی اردو مستند لغات مجلد ۷۶/-
قاموس القرآن (مکمل قرآنی لغات) " ۴۹/-
جامع اللغات (اردو کی مستند لغت) ۶۶/-
شمس المعارف (تعویذات) ابن علی بونی مجلد ۷۲/-
اصلی جواہر خمسہ کامل (تعویذات) ۵۴/-
بیاض یعقوبی (تعویذات) مولانا محمد یعقوب " ۴۸/-
علاج الغربا حکیم غلام امام ۲۷/-
بیماریوں کا گھریلو علاج، طبیبہ ام الفضل ۱۸/۷۵
ریاض الصالحین مترجم اردو امام نووی ۲ جلد اعلیٰ قسم ۱۵۰/-
سیرت النبی کامل، سید سلیمان ندوی ۷ جلد اعلیٰ قسم ۳۴۰/-

دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

Marfat.com